مسلمانوں کی کردار کشی

Marfat.com

مسلمانوں کی کردارکشی

ڈاکٹر فرخ ملک

ڈاکٹر فرخ ملک ٹرسٹ

Marfat.com

نام کتاب: مسلمانوں کی کردار کشی

مصنف: ڈاکٹر فرخ ملک

پبلشر: ڈاکٹر فرخ ملک

پرنٹر: عامر رحمان پرنٹرز
نسبت روڈ لاہور

تعداد: گیارہ سو

سال اشاعت: 2006ء

297.67
ف43م
48011

ملنے کا پتہ:

طاہرہ یاسمین

3/2 ٹیمپل روڈ، لاہور
Cell: 0321-4828572

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	باب	صفحہ نمبر
1	کردارکشی (Character Assassination)	1
2	حضورﷺ کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ	7
3	حضرت عبداللہ کے ترکہ کی تفصیل جو حضرت محمدﷺ کو ملا	8
4	راقم کی عیسائیوں سے گفتگو	14
5	عیسائی اور یہودی سٹوڈنٹس کے سوالات کے جوابات	19
6	حضورؐ رحمتہ للعالمین کی کردارکشی کی ایک اور مثال	33
7	حضورﷺ کی رضاعی مائیں	38
8	رسول اللہﷺ کی رضاعی مائیں اور بہن بھائی	49
9	حضور رحمتہ العالمینﷺ کی غربت کے متعلق تشریح اور حق مہر	50
10	رحمت للعالمین، مسجد نبوی اور جنت البقیع کی کردارکشی	55
11	رضاعی مائیں	59
12	ں مائیں اور کردارکشی	63
13	حضرت موسیٰ کا واقع اور رضاعی ماں	67
14	رضاع کا بیان	69
15	سیدنا حضرت علی مرتضیٰؓ کی پیدائش	74
16	شیر خدا	80
17	شیر کی خصوصیات	80
18	صحابہ اکرام کی کردارکشی	83
19	حضرت علیؓ کا شہید ہونا	86

Marfat.com

20	علم کا دروازہ	93
21	سیدنا حضرت علیؓ کی قبر کا معاملہ	94
22	سیدنا امام خمینیؒ کا پیرس میں انٹرویو	98
23	غزوہ خیبر ۷ ہجری	100
24	حضرت بی بی مریمؑ	102
25	حضرت ابراھیمؑ	104
26	حضرت موسیٰؑ	104
27	حضرت عیسیٰؑ	105
28	روح اللہ	106
29	رحمۃ العالمین ﷺ کی شان میں دنیا کے مختلف مشہور لوگوں کے خیالات	109
30	ملک غلام محمد کی پیدائش	134
31	ملک غلام محمد	135
32	ملک غلام محمد اور حضرت خالد بن ولید کا مکان	136
33	ملک غلام محمد اور واپڈا	139
34	غلام محمد بیراج	143
35	First Round Table Conference	145
36	(International Islamic Economic Conference1948)	147
37	دستور ساز اسمبلی	151
38	اردو اور مشرقی پاکستان	154
39	ملک غلام محمد	156
40	ملک غلام محمد اور Devaluation	157
41	پہلی گول میز کانفرنس اور ملک غلام محمد	160
42	ملک غلام محمد اور چودھری محمد علی مرحوم	162
43	KRUPP سٹیل مل اور ملک غلام محمد	165
44	ملک غلام محمد اور سٹیل مل	168

Marfat.com

45	خلیفہ عبدالحکیم صاحب اور ملک غلام محمد	171
46	ملک غلام محمد اور ARAMCO	173
47	ملک غلام محمد اور بغداد پیکٹ	174
48	ملک غلام محمد کا انتقال	175
49	ملک غلام محمد مرحوم	178
50	زئی اور ککے زئی برادری کے علماء دین	186
51	ککے زئی	194
52	ککے زئی اور اسلام	197
53	ککے زئی اور براہمن	198
54	ککے سکھ	199
55	ککے زئی ہندوؤں میں	200
56	ککے زئی اور اور حاجی بابا گورونانک	202
57	گورونانک	210
58	بابامردانہ	213
59	گورونانک جی کی شادی	214
60	گرونانک جی کا ایمن آباد میں قیام	216
61	گوروجی اور ملک باگو	217
62	Vahe Guru (واہے گورو کا مطلب)	224
63	گوروجی کا حج پہ جانا	224
64	ککے زئی اور سلطان محمود غزنوی	229
65	پاکستان اور ککے زئی برادری (ملک برکت علی)	231
66	علی برادران (مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی)	233
67	مولانا شوکت علی مرحوم	237
68	کرائے کی شیروانیاں	239
69	میاں امیر دین صاحب، عبدالغنی خاں صاحب اور بجلی کا انتظام قرارداد پاکستان	242

Marfat.com

70	عبدالغنی خان رحمن اور عطاالرحمن	246
71	امرتسر	248
72	امبرسر	250
73	بھگت کبیر	264
74	سکھوں سے ہندوؤں لڑکیوں کی شادیاں	267
75	بازار مائی سیواں	271
76	امرتسر کی مٹھائیاں	275
77	کاٹھیاں والا بازار	279
78	چوک پراگ درس	280
79	درگیانہ مندر	280
80	جلیانوالہ باغ	280
81	امرتسر کے بزرگان دین فتح شاہ بخاریؒ	285
82	ظاہرہ ولی	285
83	شمس شاہ صاحب مرحوم	285
84	مسجد خیر دین	286
85	مسجد سکندر یا مسجد سلطان بخش	287
86	امرتسر کے تعلیمی ادارے	287
87	(امرتسر کی اہم شخصیات) ڈاکٹر سیف الدین کچلو	289
88	ڈاکٹر محمد حسین ملک	293
89	صوفی تبسم	298
90	خواجہ احمد الدین امرتسری	301
91	ابوسعید قریشی	304
92	سعادت حسن منٹو	307
93	نصراللہ خان	312
94	احمد راہی	315

Marfat.com

95	ظہیر کاشمیری	317
96	جوگی اتر پہاڑوں آیا	322
97	اے۔حمید	325
98	باری علیگ	328
99	اُستاد کرم امرتسری	331
100	حسین میر کاشمیری	333
101	سیف الدین سیف	336
102	گورو گوبند سنگھ	338
103	کرشن جی مہاراج کی خصوصیات	343

Marfat.com

Marfat.com

غلط نامہ

صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح	صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح
II	III	اند	اندر	219	07	زات	ذات
II	III	کاجی	کافی	221	01	بھایا	بھائیا
III	XVIII	کوٹ	کورٹ	223	07	منہ	منع
III	IXX	متافق	متفق	229	04	مہاجرہ	ماجرہ
IV	VII	ڈھیڈ	ڈیڑھ	229	04,06	لعش	نعش
IV	XVI	استافادہ	استفادہ	246	12	افت	عفت
IV	XVII	وجاہات	وجوہات	265	12	اوگان	آواگان
VI	III	سکا	اسکا	268	03	رمانے	زمانے
13	18	رکنی	رکن	285	02	ڑیرا	ڈیرا
18	11	ہماری	ہمارا	289	07,10	جہل	جیل
39	18	عامدی	غامدی	289	09	جہلوں	جیلوں
49	02	توب	توبہ	289	09	متاواتر	متواتر
50	11	تشریخ	تشریح	289	17	خان کاہوں	خانقاہوں
71	11	پانچ	دوئم	290	03	خان کاہوں	خانقاہوں
90	05	syphas	syphilis	290	04	شہزادہ	سجادہ
90	08	pariodentitas	periodontitis	290	09,17	جتے	جتھے
93	02	دروازہ	شہر	290	10	روزانا	روزانہ
97	11	ریسم	ریشم	290	14,1719	گوردواروں	گرودواروں
106	19	روح روح	روح	290	14	گوردوارہ	گورودوارہ
161	18	حثیت	حیثیت	290	18	خاتماں	خاتمہ
170	01	بھجنے	بیچنے	291	1,2,4	گوردواروں	گرودواروں
185	18	غام دین	غامدی	291	03	بدماش	بدمعاش
212	10	ملامت	ملازمت	291	05	گورداوارے	گورودوارے

Marfat.com

291	11	ڈاہر	ڈائر	317	15	شاہد	شائد
291	18	بھتیجہ	بھتیجا	318	01	ریڈائیر	ریٹائیر
291	19	اسکا	ان کے	318	11	ہوئے	اوئے
291	19	گیا	گئے	318	11	تہنوں	تینوں
292	01	ریجسن	ریجنل	319	06	پسوڈی	پسوڑی
292	14	وجاہات	وجوہات	319	11	نصبت	نسبت
293	02	ہا	ہاں	326	7,9	مزاج	مزاح
293	03	نضام	نظام	326	11	لکھنا	لکھتا
293	04	پرودگار	پروردگار	326	13	شاہد	شائد
293	05	خافظ	حافظ	327	04	شاہد	شائد
293	7,8,9	بوچال	بھونچال	328	09	ہو	ہوں
293	8	کانڈرا	کانگڑہ	328	09	ہوا	ہوں
295	14	عادلت	عدالت	328	10	بار	یار
296	11	متارج	مترجم	330	06	تارخیں	تاریخیں
296	13	امدادکروگا	مددکرونگا	333	16	مالانا	مولانا
297	04	جہل	جیل	334	13	تعاون	تعاون کی
299	07	زاہد	زائد	338	14	نہیں	انہیں
303	07	کو	کا	338	14	گوہ	گو
305	04	جڈے	جڑے	339	06	حوایوں	حواریوں
306	05	شیراراں	شیرواں	339	10	گوہ	گو
309	19	دریاباری	دریاآبادی	342	09	کچ	کچھا
311	15	شاہد	شائد	342	13	قیس	کیس
315	12	تریجن	ترنجن	343	01	معارت	مہارت
317	14	دھاڈی	داڑھی	346	13	مارٹر	مارٹن

Marfat.com

پیش لفظ

جس وقت رحمۃ للعالمین ﷺ ایک نظر میں لکھی گئی اُس کے آخر میں ایک باب لکھا گیا جس کو کہ کردار کشی کا عنوان دیا گیا تھا اس کے بعد مجھے زندگی کے بہت سے واقعات یاد آ گئے جس کو کہ نہ لکھنا شاہد میرے نظریے میں گناہ ہوتا لہذا اُس کو آہستہ آہستہ لکھنا شروع کر دیا جیسے کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ میرے والد کا کلینک اور ہمارے بزرگوں کے کاروبار بازار مائی سیوا میں تھے اِس جگہ سے دربار صاحب کا فاصلہ تقریباً چار یا پانچ دوکانوں کا تھا ابا جی کے کلینک کے ساتھ اُن کے ماموں ملک مہر دین مرحوم کا سٹیشنری کا کاروبار تھا ان کی دوکان کے ساتھ ایک راستہ اندر کی طرف جاتا تھا کہ جسے ہاتھی خانہ بولتے تھے یہ وہ جگہ تھی جہاں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہاتھیوں کو رکھا جاتا تھا یہاں پہ 50,60 چھوٹی چھوٹی دوکانیں تھیں رنگ ریذی کا کارخانہ بھی تھا یہاں پہ تقریباً سارے کام کرنے والے کشمیرے ہوتے تھے جو کہ جسمانی طور پر خاصے ہٹے کھٹے ہوتے تھے یہاں پہ چادروں کو چرخ چڑھایا جاتا تھا ٹپ گری اور رفو کا کام ہوتا تھا۔

ایک دن کٹری سے ایک لڑکا آیا اور والد صاحب کو کہا کہ

Marfat.com

(عبدالرؤف) روفے کا جھگڑا دربار صاحب کے سامنے والی دوکان کے مالک کے ساتھ ہو گیا ہے جس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے یہ بات سننے پر والد صاحب کٹری کے اند گئے رؤف کو ڈھونڈا اور اُس کی کا جی پٹائی کی اور صرف ایک بات کہتے رہے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والی زبان نہ رہے یا سننے والے کا کان نہ رہے سب لڑکوں کو بلایا وہاں پر 15,16 فٹ کے لمبے لمبے بانس پڑھے ہوئے تھے جو رنگ ریز رنگائی کر کے اُن سے کپڑے اونچی تاروں کے اوپر ڈالتے تھے سب نے بانس پکڑ لیے بازار مائی سیواں میں اُس سکھ کے جتنے رشتے دار تھے اُن سب کی پٹائی ہوگئی اور ہر طرف یہی آواز آ رہی تھی۔

یا کہنے والی زبان نہ رہے یا سننے والا کان نہ رہے

بہت سے لوگ دوکانیں کھلی چھوڑ کر گھروں کو بھاگ گئے اگلے روز کمیٹی بیٹھی والد صاحب کا صرف ایک مطالبہ تھا کہ یہ سکھ مالک دوکان اس بازار میں کاروبار نہیں کر سکتا اس کی موجودگی سکھوں اور مسلمانوں کے جھگڑے کا باعث بن جائے گی دربار کے سکھ حضرات نے بھی اس بات کی تائید کی اُس شخص کو دوکان سے نکال کر اُس کے بھائی کو وہاں بٹھوادیا گیا۔

عشق رسول ﷺ مجھے والدین اور بزرگوں سے ملا ہے گو میں بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن ایمان میں وہی چیز ہے۔

یا کہنے والی زبان نہ رہے یا سننے والے کان نہ رہیں

جس وقت میں مسلمانوں کی کردار کشی کے واقعات تلاش کر رہا تھا تو اِس وقت کئی دوسری چیزیں میرے ذہن میں آ گئیں مثلاً دنیا کے مختلف ادیبوں اور

Marfat.com

پڑھے لکھے لوگوں نے حضور ﷺ کے متعلق کیا لکھا ہے تو مجھے آن لائن سرچ کرنے سے کافی چیزیں مل گئیں یہ ساری انگریزی زبان میں ہیں میں نے سوچا کہ ترجمہ کر دو لیکن پھر وہ چیز پیدا نہیں ہوتی جو لکھنے والے نے کسی اور زبان میں لکھی ہوتی ہے لہذا میں نے اُن کو جوں کا توں اِس کتاب میں شامل کر دیا ہے۔

مجھے برادری کے بہت سے حضرات نے مجھے اس بات پہ مجبور کیا کہ ککے زئیوں کی مفصل ہسٹری لکھوں جو کہ میں نے اس کتاب میں اپنی استطاعت کے مطابق لکھ دی ہے ۔

ملک غلام محمد مرحوم کی بہت سی خدمات پچھلے شمارے میں نہیں شامل کر سکا اُس کو بھی ایک جامعہ حالت میں پیش خدمت کرر ہا ہوں۔

اسلام دشمن عناصر کا ہمیشہ یہ رویہ رہا ہے کہ برے لوگوں کو تو برا کہا ہی جاتا ہے لیکن اچھے اور ایماندار لوگوں کی ایسی ہسٹری لکھوا دو اور اتنی character assasinasin کر دو کہ کسی بھی شخص کو اُن کی تعریف کرنے کی جرت نہ ہو جتنی خدمت عالم اسلام اور پاکستان کی قائداعظم نے کی اُس کے بعد ملک غلام محمد مرحوم کے پائے کا انسان دوسرہ نظر نہیں آتا۔

میں نے غلام محمد مرحوم کے متعلق پہلے بھی کافی کچھ لکھا ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا تھا کہ بات ادھوری رہ گئی ہے۔ شیخ محبوب سرور جن سے میرے دیرینہ تعلقات ہیں اُن کے ہاں کھانے پہ میری ملاقات شیخ محبوب الحق سابق چیف جسٹس لاہور ہائی کوٹ والے سے ہوئی انھوں نے فرمایا کہ ملک صاحب میں آپ کی بہت سی باتوں سے متافق ہوں لیکن ملک غلام محمد کے متعلق مجھے افسوس سے کہنا

Marfat.com

پڑے گا کہ میں آپ سے اتفاق نہیں کرتا میں نے کہا شیخ صاحب اگر غلام محمد پارلیمنٹ نہ توڑتے تو پھر کیا ہوتا کیا ملک کے حالات آج سے بہتر ہو جاتے انھوں نے میری طرف غور سے دیکھا اور فرمانے لگے کہ فرخ صاحب آپ کی بات ٹھیک ہے ملک غلام محمد نہ صرف ایک قابل ہستی تھے بلکہ ایک پاکستان اور اہل اسلام کے بے باک مجاہد بھی تھے جس نے کوئی بد دیانتی نہیں کی۔

مجھے افسوس سے لکھنا پڑھ رہا ہے کہ کسی شخص کو اِس بات کا علم نہیں تھا میں نے ڈیڑھ سو (150) سے لے کر دو سو (200) آدمیوں سے بات چیت کی مگر کسی کو علم نہیں تھا کہ ملک غلام محمد نے مولانا محمد علی جوہر، سر آغا خان اور قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ 1930 والی گول میز کانفرس میں ہندوستان کے مسلمانوں کی نمائندگی کی تھی بلکہ ہندوستان کے مالی معملات کی دیکھ بھال کرنے کے لیے جو کمیٹی بنی تھی اُس کمیٹی کے یہ صدر بھی تھے۔

یہی حالت سکے زیئوں کی ہسٹری کے متعلق میں نے دو کتابوں میں پہلے بھی لکھا ہے لیکن اس کتاب میں مکمل کر رہا ہوں۔

امرتسر کی ہسٹری پاکستان بننے سے پہلے اور بعد کی ہسٹری بڑی لکھی ہوئی تھی اُس میں First Hand Knowledge کی وجہ سے کافی تبدیلی کی ہے تاکہ آہندہ آنے والی نسلوں کو اس سے استافادہ ہو کہ سکھوں کو اسلام سے کیسے دور کیا گیا کس نے دور کیا اور کن وجاہات سے کیا گیا اس کتاب میں موجود ہیں۔

سکھوں کے متعلق اور سکھ مہذب کے متعلق جو کہ حقیقت میں اور شروع

Marfat.com

میں مسلمانوں کی ایک شاخ تھی اِس کو کیسے تبدیل کیا گیا اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے والے کو ہم کافر نہیں کہہ سکتے بابا حاجی گورونانک نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ حج پہ بھی تشریف لے گئے بابا جی نے عام لوگوں کی سمجھ کے لیے عربی کا پنجابی میں ترجمہ کر دیا جس میں اللہ تعالیٰ کو صرف رب کہا گیا۔

کرشن جی مہاراج کا زکر میں نے دو تین دفعہ کیا ہے کیونکہ وہ نہ صرف ایک خدا پہ ایمان رکھتے تھے بلکہ اِس کی تبلیغ بھی کرتے تھے جس کی وجہ سے اُن کا براہمنوں کے عقیدے کے مطابق کرشن جی مہاراج کو پھانسی دے دی گئی تھی جب اُنھوں نے لوگوں کو بلایا کہ وہ دیکھو سامنے کرشن جی کی لاش لٹک رہی ہے تو وہاں پر ماسوائے رسی کے کوئی چیز نظر نہ آئی پنڈتوں نے جس کو پھانسی دی وہ کرشن جی مہاراج کا ہمزاد تھا کرشن جی مہاراج حضرت عیسیٰؑ سے بہت پہلے ہوئے ہیں اور اُن میں وہ خوبیاں موجود تھیں جو حضرت عیسیٰؑ میں تھیں جس کا زکر پچھلی کتابوں میں کر چکا ہوں۔

میرے ایک درینہ دوست امجد علی شاکر ہیں جو آج کل قصور گورنمنٹ کالج کے پرنسپل لگے ہوئے ہیں اُن کا کمال یہ ہے اُن کے پاس کالج میں کمرے نہیں ہیں لیکن قصور کے لڑکے جس وقت داخلے کے آجاتے ہیں تو اُن کو داخلہ مل جاتا ہے۔ برانڈوں اور درختوں کے نیچے کلاس لگا کر کام چلا لیتے ہیں ادب اور ادبی شخصیات سے اُن کا پرانا تعلق ہے میں نے اُن سے کہا کہ امرتسر کی ادبی شخصیات کے متعلق لکھیں وہ لکھ کر نتھیا گلی تشریف لائے دو تین روز میرے ہاں قیام کیا اور ہم بہت لطف اندوز ہوئے ڈاکٹر سیف الدین کچلو مرحوم، ڈاکٹر ملک محمد

حسین مرحوم اور ظہیر کاشمیری کا ایک حصہ میں نے تحریر کیا ہوا ہے اور باقی امجد علی شاکر صاحب کا ہے۔ اُن کی اور میری زبان میں کافی فرق ہے جو نمایا ہے۔

اس کتاب کے حقوق محفوظ نہیں ہیں۔ جو شخص چاہے سکا حوالہ دے کر اسے استعمال کر سکتا ہے۔

آپ کا خیر اندیش
ڈاکٹر فرخ ملک

کردار کشی(Character Assassination)

مجھے بچپن ہی سے مختلف علماء اور پڑھے لکھے اور دانشور لوگوں سے اپنے بزرگوں کے ذریعے ملاقات کا شرف حاصل رہا ہے۔ اکثر اوقات ان بزرگوں کی گفتگو کا تعلق قرآن حکیم اور اسلامی تاریخ سے ہوتا تھا۔ قرآن حکیم پر ہر مسلمان کا پکا ایمان ہے کہ نہ اس میں کبھی کوئی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ ہی کبھی ایسا ہو گا۔

میرے قریبی رشتہ داروں میں مختلف عقائد اور فقہوں کے لوگ شامل تھے اور جب بھی میں ان سے کچھ باتیں سنتا تھا اور کہیں اور سے سنی ہوئی بات سے اس کا موازنہ کرتا تھا تو قدرے پریشان ہو جاتا تھا کہ ہماری اسلامی تاریخ میں اتنا زیادہ بنیادی اختلاف کیوں؟ اس کا جواب مجھے صرف ایک اور ہمیشہ ایک ہی ملا کہ تاریخ لکھی نہیں جاتی بلکہ لکھوائی جاتی ہے اور لکھوانے والے اپنی مرضی کے مطابق لکھواتے ہیں۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ "کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام کائنات ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں دنیاؤں پر مشتمل ہے۔ اور چونکہ حضور ﷺ رحمۃ للعالمین

Marfat.com

ﷺ ہیں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ان کی ہر عالم میں موجودگی ضروری ہے اور وہ وہاں پر اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کی تبلیغ کرنے کے بعد پھر دوسری دنیا میں جاتے ہیں یا ایک ہی وقت میں تمام دنیاؤں میں ان کا ظہور ہوا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ مختلف دنیا کے وقت دن اور سال ایک دوسرے سے انتہائی مختلف ہیں۔

میرے ایک مخلص دوست سلطان خان جدون ایڈوکیٹ ایبٹ آباد نے میری توجہ دو چیزوں کی طرف مبذول کروائی ہے۔

۱) سورت المعارج میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کے مدارج میں ایک جگہ ایسی ہے جہاں کا ایک دن ہمارے پچاس ہزار سال کے برابر ہوتا ہے جب کہ میں نے 35,000 سال لکھا ہے۔ میرا 35,000 سال لکھنے کا مقصد تھا کہ ہمارے سائنسدانوں نے ایسی کائناتوں کا پتہ چلا لیا ہے جہاں کا ایک دن ہمارے 11,000 سال کے برابر ہوتا ہے اور دوسری دنیا ایسی ہے جہاں کا ایک دن ہمارے 35,000 سال کے برابر ہوتا ہے۔ وہ جگہ جہاں کا ایک دن ہمارے 50,000 سال کے برابر ہوتا ہے جس پر ہمارا ایمان بھی ہے، اس تک سائنسدان ابھی نہیں پہنچ پائے۔ میرے خیال میں چند سالوں کی بات ہے کہ یہ حقیقت بھی دنیا کے سامنے آجائے گی، لیکن جن کے دلوں کو مہریں لگی ہوئی ہیں وہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں کئی بار مدارج کا لفظ استعمال کیا ہے اور آج سے تقریباً 300 سال قبل ایک فرانسیسی سائنسدان نے قرآنِ حکیم کو پڑھتے ہوئے جب مدارج پڑھا تو اس نے اس کا ترجمہ **Orbits** کر دیا یہ آج بھی مستعمل ہے۔

۲) سلطان صاحب نے رحمتہ اللعالمین ﷺ کی غربت کا حوالہ سورت الضحیٰ

Marfat.com

پارہ 30 آیت نمبر 8 دیا ہے جس کی تفسیر مندرجہ ذیل ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ غریب کون ہوتا ہے۔ اُنہوں نے فرمایا غریب وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس ایمان نہ ہو (ایمان کی دولت نہ ہو)، لہٰذا حضور ﷺ کو غریب کہنا ان کی بے انداز توہین ہے۔

اس کا مقصد جو میں سمجھتا ہوں وہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی انسان کے پاس دنیا کے عیش و عشرت، اُولاد، دولت سب کچھ ہونے کے باوجود ایمان نہیں ہے تو وہ غریب ہے گویا غربت ایک لعنت ہے۔ اسلامی نظام تو بہت بڑی شے ہے اگر کسی محلے میں یا کسی بازار میں ایمان رکھنے والے لوگ موجود ہو اس محلے یا بازار میں کوئی غریب نہیں رہ سکتا۔

(۱) سوال: قرآن حکیم نے آیت نمبر 33 سورت آلِ عمران میں فرمایا ہے۔

''بے شک اللہ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو اہلِ عالم (دنیا کی) کی رہنمائی کے لیے منتخب فرمایا'' جب اللہ تعالیٰ نے اہلِ عالم کی رہنمائی کے لیے ان کو منتخب فرمایا، کیا اب اللہ تعالیٰ کا انتخاب ختم ہو گیا؟ اور اس کی جگہ آلِ رسول اللہ ﷺ اور امتِ رسول اللہ ﷺ نے لے لی؟

(۲) جواب: یہ ایک ایسا سوال تھا جس کو کہ میں پوری طرح سمجھ نہ سکا۔ ایک میٹنگ جس میں Stelingen (Hamburg) کی مسجد (یہ مسجد قادیانیوں یعنی احمدیوں نے بنائی ہوئی تھی) کے نائب امام بھی موجود تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اس کا جواب دیں، لیکن اس نے کہا اس کے لیے اسے وقت درکار ہے چنانچہ

Marfat.com

بات اگلے ہفتے پہ منتقل کر دی گئی۔ اس ہفتے کے دوران میں ہم نے خود بھی مختلف فرقوں کے عقیدے رکھنے والے پڑھے لکھے لڑکوں سے جن میں پروفیسر سید مہدی رضوی بھی شامل تھے بڑی Intense گفتگو کی کیونکہ اس کے سوال ترجمہ کا نہیں تھا، بلکہ یہ تھا کہ آیا اس سورت کی رو سے آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو اہلِ عالم کی قیادت ہمیشہ کے لیے بخش دی یا اس وقت تک جب تک کہ آلِ رسول اللہ ﷺ اور امتِ رسول اللہ ﷺ کا قیام ظہور پذیر نہیں ہو گیا۔ کچھ حضرات کا یہ نظریہ تھا کہ چونکہ نئے رسول کے آنے کے بعد پچھلے رسول کی شرع ختم ہو جاتی ہے۔

(۳) لیکن زیادہ تر اسی خیال کا اظہار ہوا کہ اگر ختم ہو گئی ہوتی تو قرآن مجید میں بجائے اس کے "بیشک اللہ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو اہلِ عالم کی رہنمائی کے لیے منتخب فرمایا۔"

اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے فرمان کے مطابق "ہم نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو اہلِ عالم کی رہنمائی کے لیے منتخب فرمایا۔" چونکہ حضرت آدم علیہ سلام اور حضرت نوح علیہ سلام اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن آلِ ابراہیم اور آلِ عمران ختم نہیں ہوئی لہٰذا یہ رہنمائی آلِ ابراہیم، آلِ عمران اور آلِ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہے۔ یہاں میں یہ بتلا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جو شخص انسانیت سے گرا ہوا ہو، جھوٹ بولتا ہو چوری کرتا ہو منافع خور ہو۔ زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو، نشہ کرتا ہو، (چاہے وہ نسوار ہی کیوں نہ ہو) اور زانی ہو یا Gay ہو، ایسا شخص آلِ رسول اللہ ﷺ کہلوانے کا مستحق نہیں ہوتا اور ہو بھی نہیں سکتا۔

(۴) ہم مسلمان سٹوڈنٹس متفقہ طور پہ اسی فیصلے پر پہنچ گئے اور دوسرے مذاہب

کے لوگوں کو یہ بتلا دیا۔

(۵) چودھری لطیف صاحب امام مسجد ہوتے تھے ان کے چھوٹے بھائی بڑے کاروباری ہیں اور لاہور میں ان کا بینک ہے۔

چودھری لطیف صاحب ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اپنی زندگی اپنی جماعت کے لیے وقف کی ہوتی ہے۔ چودھری صاحب اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مسجد کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ چودھری صاحب کے ایک نائب بھی ہوتے تھے جن کو کہ ہم ان کا خلیفہ کہا کرتے تھے۔ نائب صاحب کو جرمن پڑھنے کی اجازت ہوتی تھی، لیکن تعلیم حاصل کرنے کی نہیں۔ چنانچہ اکثر اوقات ان کے نائبان انہیں چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور یونیورسٹی کی کسی Faculty میں داخلہ لے لیتے تھے ان میں سے ایک منیر الدین احمد تھے انہوں نے Economics میں داخلہ لے لیا ان کا جماعت نے مقاطعہ کر دیا لیکن انہوں نے .Phd کر لی اور ڈاکٹر منیر الدین احمد ہو گئے جب ان کا مقاطعہ ہو گیا تو یہ بے مسجدے ہو گئے مجھے ان پر بڑا ترس آیا میں نے ان کو Haus des Islam (اس کا مطلب House of Islam ہوتا ہے) لے آیا۔ جب میرے گھر مین جمعہ کی نماز ہوتی تھی تو اسی زمانے میں یہ جگہ ہم نے کرائے پہ لے لی تھی کیونکہ وہاں پہ مسجد بنانے کی اجازت نہیں مل سکتی تھی عمارت بہت پرانی ہونے کی وجہ سے اس کا کرایہ خاصا کم تھا یہ ہمیں سُوٹ کرتا تھا منیر الدین احمد صاحب بہت depression میں تھے، لہٰذا ایک جمعہ کو میں نے ان کو بلوایا اور House of Islam کی امامت ان کے سپُرد کر دی تا کہ ان کی طبیعت بہل جائے، لیکن وہ دو جمعوں کی امامت کروانے کے بعد خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے۔ بعد میں

Marfat.com

پتا چلا کہ وہ نہ بٹیر رہے اور نہ تیتر ہوئے۔ چودھری صاحب بڑے کمال کے آدمی تھے اور بہت قابل تھے یہی وجہ تھی کہ وہ میرے Hamburg آنے سے پہلے وہاں موجود تھے اور سالہا سال موجود رہے۔ انہوں نے ایک دن مجھے کہا کہ ملک صاحب جمعہ کو (یہ شروع شروع کی بات ہے۔) دوپہر کا کھانا آپ ہمارے ساتھ کھایا کریں تو مجھے فوراً یہ بات کھٹکی۔ میں دنے کہا کہ جمعہ کی بجائے اتوار بہتر نہیں رہے گا اس پر ہم دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور بہت ہنسے۔ چکر یہ تھا کہ چودھری صاحب کا خیال تھا کہ اگر میں جمعہ کے دن کھانے کے لیے جاؤں گا تو نماز بھی وہیں پڑھوں گا۔لہٰذا میں نے ان کے ہاں کئی مرتبہ کھانا کھایا، لیکن جمعہ کو نہیں میں ان کے نائبین کو سیاسی پناہ دیتا رہا۔ چودھری صاحب کو ایک دن میں نے کہا لطیف صاحب ایک دن آئے گا جب آپ کو اس مسجد سے جانا پڑے گا، لیکن آپ واپس پاکستان نہیں جاسکیں گے۔انہوں نے ہنس کر کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کہ وہ واپس نہ جائیں۔ایک دن ایسا آیا جب واپسی کا حکم ہوا۔اُولاد نے واپس جانے سے انکار کر دیا چودھری صاحب کو وہیں قیام کرنا پڑا اور ملازمت اختیار کرنی پڑی۔ جب چودھری صاحب نے مجھے کہا کہ ملک صاحب آپ کی بات پوری ہوگئی ہے میں نے ان کو مزید واقعات یاد دلوائے جہاں میری کہی ہوئی باتیں (پیشن گوئیاں) صحیح ثابت ہوئیں اور مزید کہا کہ چودھری صاحب زیادہ تو نہیں، لیکن اب آپ مجھے پیر مان لیں۔اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور ﷺ آج بھی بہت سی کائناتوں میں موجود ہوں گے اور ان کی موجودگی لاکھوں، کروڑوں اور اربوں سال تک چلتی رہے گی۔

دنیا کی کوئی ایسی مقدس کتاب موجود نہیں ہے جس میں کہ کہیں نہ کہیں کسی

نہ کسی طریقے سے حضور ﷺ کا ذکر نہ آیا ہو۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے یہ وعدہ لیا تھا کہ تم ہمیشہ ایک عظیم ترین رسول کی آمد کی اپنی قوم کو اطلاع دیتے رہو گے۔ حضور ﷺ کی ولادت کے بعد جب تواریخ لکھی گئیں تو انسان ان کو پڑھ کر نہ صرف حیران ہوتا ہے، بلکہ شرمندہ بھی ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ

حضور ﷺ کے تمام رشتہ داروں کے نام اور ان سے آپ ﷺ کی رشتہ داریاں لکھی جا چکی ہیں۔

حضور ﷺ کے والد ایک کاروباری شخصیت کے تھے اور اپنے اچھے خاصے کاروبار کے مالک تھے جس کو آپ کے مرنے کے بعد آپ کے والد بزرگوار یعنی حضور ﷺ کے دادا نے سنبھالا۔ ان کی وفات کے بعد اس کاروبار کو حضور ﷺ کے تایا نے اس وقت تک سنبھالا جب تک حضور ﷺ کاروبار کرنے کے اہل نہ ہو گئے۔ ان حالات میں حضور ﷺ کے اخراجات ان کے والد بزرگوار کے کاروبار سے ادا ہوتے رہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ کے ترکہ کی تفصیل جو حضرت محمد ﷺ کو ملا

☆ ام ایمنؓ (لونڈی جن کا نام برکہ تھا)

☆ سقران بن صالح (غلام)

☆ پانچ آوارک اونٹ (جو اعلیٰ نسل کے ہوتے ہیں)

☆ بھیڑوں کا ایک غلہ

☆ شعب بنی ہاشم کا مکان

☆ شہر مکہ میں حضرت عبداللہ کا کپڑے اور سلائی کا بڑا کاروبار تھا۔

حواشی: 1) طبقات از محمد بن سعد (ابن سعد) اخبار النبی (جلد اول) صفحہ 143

2) الوفا از ابن جوزی صفحہ 123 (مترجم محمد اشرف سیالوی)

3) تحقیقی مضمون ''نبی اکرم ﷺ کا گھرانہ'' از شاہ بلیغ الدین مطبوعہ اخبار جہاں کراچی 19 دسمبر 1983ء بحوالہ الاحکام السلطانیہ از ماروی

حضرت عبداللہ کے اس سلائی اور کپڑے کے کاروبار میں بیسیوں لوگ ملازمت کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ انڈونیشیا اور ہندوستان سے کپڑا امپورٹ کرتے تھے بلکہ کہیں یہ بھی لکھا پایا گیا ہے کہ چین سے بھی اُن کا کپڑا درآمد ہوتا تھا۔ ہندوستان اور چین سے عرب کے تعلقات تھے، بلکہ حضور ﷺ سے بہت قبل کی نظموں میں ہندوستان اور چین کے کپڑے اور چین کے ریشم کا ذکر ملتا ہے۔

اُن کے تمام کاریگر پورا سال ان کپڑوں کی سلائی کر کے بہت سی اقسام کے لباس بناتے تھے۔ اور اس کی فروخت نہ صرف مکہ معظّمہ میں ہوتی تھی بلکہ تاجر لوگ قریب کے ممالک میں اپنے دوسرے سامان تجارت کے ساتھ یہ سلے اور ان سلے کپڑے بھی

Marfat.com

لے جا کر بیچتے تھے۔ حضرت عبداللہ کی تجارت کا بڑا حصہ یہ تھا کہ حج کے موقع پر جو ہزاروں زائرین مکہ معظّمہ میں حج کا فریضہ ادا کرنے آتے تھے سب سے زیادہ ان ہی سے ملبوسات خریدتے تھے۔ ایک وہ شخص جو ہزاروں گز کپڑا (اتنا کپڑا جس کی بیسیوں لوگ پورا سال سلائی کرتے رہتے تھے) منگواتے تھے یہ ایک بہت وسیع کاروبار تھا لیکن یہ پڑھ کر مجھے دکھ ہوا جب کسی شخص کو جو کہ اتنا بڑا کاروباری ہو اُس کو یہ کہہ دیا جائے کہ اُن کا درزیوں کا کاروبار تھا۔ درزی کا پیشہ ہمارے ہاں کوئی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اگر یہ لکھ دیا گیا ہوتا کہ حضور ﷺ کے والد کپڑے اور ملبوسات کا کام کرتے تھے تو یہ حقیقت پر مبنی ہوتا۔ چونکہ اسلام دشمن عناصر نے حضور رحمتہ اللعالمین ﷺ کو تو بہ نعوذ باللہ ایک نادار مفلس اور یتیم بچہ ظاہر کرنا تھا۔ اس لیے یہ سب من گھڑت باتیں یہود و نصاریٰ اور نام نہاد مسلمانوں نے مختلف کتابوں میں لکھوا دیں اور ہماری روایات میں ایسے شامل کیں اور کروا دی گئیں کہ کوئی شخص خاص طور پر مولوی حضرات جو ہر جمعہ بڑی لمبی چوڑی تقریریں کرتے ہیں۔ ان کو کبھی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ ایسی بے بنیاد چیز جس سے رحمتہ اللعالمین ﷺ کی کردار کشی ہو رہی ہو اس کی تردید میں کوئی جملہ کہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے۔ (آمین)

☆ سامان تجارت میں بہت کچھ نقد و جنس (چمڑا، کھجور) جو قریش کے دستور کے مطابق تجارت میں لگایا جاتا اور اسی حساب سے منافع میں تقسیم ہوتا۔

☆ حواشی:

1) طبقات از محمد بن سعد (ابن سعد) اخبار النبی (جلد اول) صفحہ 143

2) الوفا از ابن جوزی صفحہ 123 (مترجم محمد اشرف سیالوی)

Marfat.com

3) تحقیقی مضمون ''نبی اکرم ﷺ کا گھرانہ'' از شاہ بلیغ الدین مطبوعہ اخبار جہاں کراچی 19 دسمبر 1983ء بحوالہ الاحکام السلطانیہ از ماروی۔

حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کا شمار بھی عرب کے روساء میں ہوتا تھا۔ ان کے پاس ہزاروں کی تعداد میں اونٹ اور بھیڑ، بکریاں اور بے انداز تجارتی سامان اور جائیداد تھی۔ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ کا حصہ جب رسول پاک ﷺ کے حصے میں شامل ہو گیا تو رحمۃ اللعالمین ﷺ بچپن ہی میں نہایت امیر آدمی بن گئے لہٰذا جس بھی تایا یا چچا کے پاس حضور ﷺ رہے تو نہ صرف حضور ﷺ کے اخراجات بلکہ ان کے خاندان کے بھی اخراجات با آسانی اتنی بڑی جائیداد اور کاروبار سے پورے ہو سکتے تھے۔

ان حالات میں، میں نہیں سمجھتا کہ حضور ﷺ کو فلاں نے پالا...... فلاں نے پالا۔ گویا کسی نے حضور ﷺ کی مدد نہیں کی۔ چھ سال کا بچہ اپنے آپ کو خود سنبھالنے کے قابل ہو جاتا ہے لہٰذا انہیں انکی والدہ کے علاوہ کسی اور نے نہیں سنبھالا اسکے برعکس حضور ﷺ نے اپنے حصے کی کمائی میں سے بذاتِ خود اپنے عزیزوں کی امداد فرمائی۔

یہاں مجھے اپنے گھر کا واقعہ یاد آ گیا ہے کہ میری ایک پھوپی زاد بہن بچپن میں ہی یتیم (والد اور والدہ فوت ہو گئے) ہو گئی۔ ان کی ایک خالہ ان کو اپنے ہاں لے گئیں۔ چند مہینوں کے بعد یہ سارے لوگ امرتسر ہمارے ہاں تشریف لائے تو میری پھوپی زاد بہن نے میری والدہ سے اپنی خالہ کے متعلق کچھ شکایتیں کیں اور کہا کہ وہ ان کے ساتھ واپس نہیں جانا چاہتی۔ چنانچہ میری والدہ

Marfat.com

نے دو تین منٹ سوچا، میری طرف دیکھا تو میں نے اشارہ کر کے والدہ کی خدمت میں عرض کر دی کہ ٹھیک ہے۔ اگر بچی کسی وجہ سے خالہ کے پاس نہیں رہنا چاہتی تو اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا یہ ہمارے پاس رہے گی۔ دو تین ہفتوں کے بعد والدہ نے اس بچی کے سگے چچا کو خط لکھا۔ وہ امرتسر تشریف لے آئے۔ والدہ نے ان سے کہا کہ آپ اس بچی کو لے جائیں۔ یہ آپ کی بیٹی ہے اس پر چچا نے فرمایا کہ آپا میرے تو اپنے اخراجات پورے نہیں ہوتے میں اسے کہاں سے کھلاؤں گا۔ والدہ نے فرمایا اسی لئے تو میں بچی کو تمہارے ساتھ بھجوانا چاہتی ہوں تا کہ تمہارے اخراجات با آسانی پورے ہو سکیں چچا صاحب کچھ سمجھے نہیں تو اس پر وضاحت کر دی کہ اس بچی کے تین چار گنا اخراجات ہم امرتسر سے بھجوا دیا کریں گے۔ وہ خوشی خوشی بچی کو لے گئے۔ ان کے گھر میں اللہ نے اس بچی کے ذریعہ آسودگی بھی بھجوا دی۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ذریعہ کئی دوسروں کی امداد فرما دی۔

جب حضور ﷺ نے کاروبار سنبھال لیا۔ ایک عرصہ تک کاروبار کرتے رہے اور ان کی سچائی اور ایمانداری وغیرہ اس حد تک مشہور ہو گئی کہ وہاں کے بہت لوگوں نے اپنے کاروبار بھی حضور ﷺ کو منتقل کر دیئے تا کہ وہ اس کی بھی دیکھ بھال کریں۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ اپنا اور کچھ دوسرے لوگوں کے کاروبار بڑی صداقت اور ایمانداری سے چلاتے رہے اس سے متاثر ہو کر بی بی خدیجہؓ نے ان سے کاروباری الحاق کیا جو نفع و نقصان میں شراکت پر مبنی تھا۔ اگر کسی شخص کے متعلق یہ بات مشہور ہو کہ وہ بہت ایماندار ہے سمجھدار ہے نہایت ہی قابلِ اعتماد ہے اعلیٰ قسم کا

Marfat.com

کاروباری ہے۔ یہ ساری باتیں اُس وقت کہی جا سکتی ہیں جب وہ شخص پڑھا لکھا ہو عام اور کاروباری لوگوں سے اس کے تعلقات ہوں۔ اچھے خاصے لوگوں سے لین دین ہو اور اس لین دین میں ہمیشہ اپنے وعدوں کی پابندی کی ہو۔ یہ وہ تمام خصوصیات ہیں جن کا کہ عوام کو آہستہ آہستہ پتا چلتا ہے۔ جوں جوں ان کے کاروبار میں وسعت آتی ہے اور کاروباری لین دین کا دائرہ نہ صرف اپنے شہر میں یا ملک میں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی شہرت ہو جاتی ہے۔ دوسرے ممالک کی شہرت کا مطلب یہ ہے کہ جب ان کے کاروبار کا دائرہ دوسرے ممالک تک بڑھ جاتا ہے۔ یہ کاروباری دائرہ اُس وقت بڑھتا ہے جب امپورٹر اور ایکسپورٹر شخص دوسرے ممالک کے ساتھ کاروبار کرتا تھا تو مالکان اپنا ساز و سامان اُونٹوں پر لاد کر ایک کارواں کی صورت میں اپنے ملک سے دوسرے ممالک روانہ ہوتے تھے یہ ہزاروں میل کا سفر طے کرنے میں بہت وقت درکار ہوتا تھا۔ لہٰذا ہر قسم کے خورد و نوش کی اشیاء پورے سفر کے لیے ساتھ لیجانی پڑتی تھیں۔ ہر چیز اور اخراجات کا حساب کتاب لازمی شئے ہوتی ہے۔ اس کارواں کا امیر ہمیشہ پڑھا لکھا شخص ہوتا ہے۔ جو کہ ہر قسم کے کاروباری اصول، کاروباری گفتگو، بیچنا، خریدنا؟ ان سب کا حساب رکھنا ملازمین میں تنخواہیں اور بھتہ وغیرہ کا حساب کتاب رکھنا یہ ایک پڑھا لکھا انسان ہی کر سکتا ہے اور ایک خاص مدت کے بعد جب لوگوں کو پتا چل جاتا ہے کہ یہ شخص زندگی کے ہر ایک اصول پہ مکمل صداقت اور انسانیت سے کام لیتا ہے۔ ہر لحاظ سے پرکھنے برتنے اور دیکھنے کے بعد جب مکمل یقین ہو جاتا ہے تو عوام ایسے انسان کو ایماندار قابلِ اعتماد اور امین کا لقب دے دیتے ہیں اس کے بعد اس شخص کی انسانیت کی خبر آہستہ آہستہ سب لوگوں تک پہنچ جاتی ہے

Marfat.com

جو کہ ان پر ہر لحاظ سے اعتماد کرنا شروع کر دیتے ہیں ۔ رحمتہ اللعالمین ﷺ پہ پیدائش سے پہلے سے لے کر نبوت کے اعلان تک سینکڑوں ایسے واقعات ہوئے جس کی رو سے اللہ تعالیٰ نے مکہ معظّمہ اور شام عراق تک حضور ﷺ کی بے بہار حمتوں کو، جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو عطا فرمائی تھیں، مختلف انداز میں ظاہر کیا اس کا مقصد یہ تھا کہ عوام اُن سے اتنے متاثر ہو جائیں کہ جب وہ نبوت کا اعلان کریں تو لوگ اُن کی بات مان لیں۔

ام المومنین بی بی خدیجہؓ نے جب اُن کے کاروبار کی برکتوں کا سنا (یہ مشہوری حضور ﷺ کی ایک خاص عرصہ میں ہوئی تھی چند دنوں کی بات نہیں تھی) تو انہوں نے اپنی مکمل تسلی کر لی کہ رحمتہ اللعالمین ﷺ کا کاروبار بابرکت ہے تو انہوں نے حضور ﷺ سے ملاقات کی اور پوچھا کہ کیا وہ اُن کا تجارت کا مال اپنے کارواں کے ساتھ لے جانے پر رضا مند ہوں گے ۔ حضور ﷺ کی رضا مندی کے بعد دونوں نے بیٹھ کر تمام شرائط وغیرہ طے کر لیں ۔ یہاں پر میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ حضور ﷺ کے کاروبار کے ساتھ ام المومنینؓ کا کوئی تعلق نہیں تھا، بلکہ حضور ﷺ کا بی بی صاحبہ کے ساز وسامان جس کو کہ انہوں نے لے جانا تھا اس میں شراکت ہوئی ۔ اُم المومنین حضرت خدیجہؓ بذات خود ایک نہایت سمجھدار کاروباری خاتون تھیں ۔ حضور ﷺ کے ساتھ کاروبار کر کے اُن کو مکمل یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ بہت ایماندار، عقلمند، اور بہت بابرکت انسان ہیں، یہی وجہ تھی کہ ام المومنینؓ نے انہیں شادی کا پیغام بھجوایا جسے حضور ﷺ نے خاندان کے معزز رکنی یعنی حضرت ابو طالبؓ، دوست حضرت ابو بکر صدیقؓ اور چچا حضرت حضرت حمزہؓ سے مشورے کے بعد

Marfat.com

قبول فرمالیا پھر منگنی ہوگئی، جو کافی عرصہ تک قائم رہی۔جس کے بعدان دونوں کی شادی ہوگئی...... نکاح کا خطبہ حضورﷺ کی طرف سے حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی طرف سے ورقہ بن نوفلؓ نے پڑھا اس نکاح میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بحیثیت گواہ شامل تھے۔

راقم کی عیسائیوں سے گفتگو

جرمن یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اچھی خاصی جرمن زبان آتی ہو۔ خلے کے وقت ایک چھوٹا سا ٹیسٹ لیتے ہیں جس میں جرمن پڑھواتے ہیں آدھی سٹوری لکھوا کر بقایا آدھی لکھنے کو کہتے ہیں۔ان امتحانات میں اگر کوئی پاس ہوجاتا ہے تو وہ اپنے شعبہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے اہل قرار دے دیا جاتا ہے جو طالب علم اس امتحان کو پاس نہ کرسکیں اُن کو دو سمیسٹر Semesters غیر ملکی طالبعلموں کی جرمن Deutsche fuer Auslaender پڑھنی پڑتی ہے جس میں کہ میرا بھی داخلہ ہوگیا اس کلاس میں مختلف شعبوں کے طالبعلم ہوتے ہیں جن میں اچھی خاصی طلبہ تھیولوجی Theology (مختلف مذاہب کی تعلیم) کے ہوتے تھے یہ طالبعلم جنھوں نے کہ Christian Theology پڑھی ہوتی ہے وہ خاصے Aggressive (جارحانہ) ہوتے تھے ۔یہ طالبعلم اکثر افریقہ سے آئے ہوتے تھے اور بڑے کٹر عیسائی ہوتے تھے۔یہ لوگ مندرجہ ذیل سوالات کی بوچھاڑ کیا

Marfat.com

کرتے تھے۔

1. حضرت عیسیٰؑ چونکہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور دنیا میں ایسے کوئی انسان ایسا پیدا نہیں ہوا۔ انہوں نے اپنی مقدس والدہ کا مقدس دودھ پیا۔

2. وہ مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔

3. لاعلاج مریضوں کو تندرست کرتے تھے۔

4. ہوا میں اُڑتے تھے۔

5. اُن کا صرف ایک حواری ایسا تھا جس کا نام یوڈا (Judas) تھا جو غیر وفادار تھا جبکہ آپ کے نبی کے تینوں بڑے ساتھی جو کہ خلفاء راشدین ہوئے اور جن کے ہاتھ پر صحابہ اکرامؓ نے بیعت کی ان سب نے مل کر حضرت علیؓ کے حق کو غصب کیا اور تو بہ نالعوذ باللہ غاصب بن گئے۔

6. حضرت عیسیٰؑ کو موت نہیں آئی بلکہ وہ زندہ آسمانوں پہ چلے گئے اور پھر واپس تشریف لائیں گے اور پھر پوری دنیا پہ ایک ہزار سال حکومت کریں گے اور یہ ہزار سال امن اور خوشحالی کے ہوں گے۔

7. یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اُن کے خداوند نے کوئی جنگ نہیں کی جبکہ مسلمانوں کا پہلا دور غزوہ اور سریہ سے بھرا پڑا ہے۔

8. عیسائیت محبت اور پیار سے انسانوں میں آئی جبکہ تمھاری (مسلمانوں کی) تاریخ کے مطابق آگ اور تلوار سے اسلام کو پھیلایا گیا۔

9. دن میں تقریباً پندرہ بیس دفعہ تم شیطان سے اللہ کی پناہ کیوں مانگتے ہو؟ کیا شیطان تم کو تنگ کرتا ہے یا دوسرں کی نسبت تم پر زیادہ حملے کرتا ہے۔

10. کیا شیطان سے پناہ آپ کے (مسلمانوں کے) نبی ﷺ اور اُن کے بڑے بڑے صحابی یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ بھی شیطان سے پناہ مانگتے تھے۔ اور سیدھا راستہ دکھانے کی دعا کرتے تھے جو خداوند تعالیٰ سے خود سیدھے راستہ اور مشکلیں آسان کرنے کی دعا کرتے ہیں' وہ تمہیں کیا سیدھا راستہ دکھائیں گے اور کیا تمہاری مشکلیں آسان کریں گے۔ کیا پناہ اُس سے مانگی جاتی ہے جو خود سے زیادہ طاقتور ہو؟

11. حضرت ابراہیمؑ نے تو شیطان کو پتھر مار کر بھگا دیا تھا۔ آپ لوگ دعائیں مانگتے ہیں۔

12. صحیح طریقے کی صلوٰۃ (نماز) میں مسلمان اللہ سے سیدھا راستہ (صراطِ مستقیم) دکھانے کی دعا مانگتا ہے اس کا مطلب ہے کہ ہر نماز کی ہر رکعت کے درمیان اُس کو پھر ضرورت پڑ جاتی ہے یا تمھارا خدا تمھیں سیدھا راستہ دکھاتا ہی نہیں۔ اس لیے بار بار اللہ تعالیٰ کی منت سماجت کر کے سیدھے راستے کی دعا مانگی جاتی ہے۔

13. اگر تمھارا (مسلمانوں کا) مذہب صحیح ہے اور تم اُس پر گامزن ہو تو پھر یہ سیدھا راستہ نہیں ہے پھر بار بار کیوں مانگتے ہو۔ کیا تمھیں اس میں شک ہے؟

14. جو اشخاص اللہ تعالیٰ سے خود سیدھا راستہ دکھانے کی درخواست کرتے ہیں وہ اپنی مشکلات کے حل کے لیے عرض کرتے ہیں۔ وہ تمھیں سیدھا راستہ کیسے دکھا سکتے ہیں یا تمھاری مشکلات کیسے آسان کر سکتے ہیں؟

15. کیا تم لوگ ایک عبادت اور دوسری عبادت کے درمیان اتنے گندے ہو جاتے ہو کہ تمہیں ہاتھ منہ (وضو) دھونا پڑتے ہیں۔

Marfat.com

16. جب تمھاری ہوا خارج ہوتی ہے تو کہتے ہو کہ تمھارا وضوٹوٹ گیا ہے اور بجائے نچلے حصے کو دھونے کے تم پھر منہ دھونا شروع کر دیتے ہو۔

17. تمھارے وضو کرنے کا طریقہ ایک دوسرے سے زمین اور آسمان کا فرق ظاہر کرتا ہے۔ ایک فرقہ پہلے ہاتھ دھوتا ہے جبکہ دوسرا پہلے پاؤں دھوتا ہے۔ بزرگانِ اسلام کو کبھی کسی نے وضو کرتے ہوئے نہیں دیکھا کہ آج آپ لوگوں میں اتنا فرق ہے

18. جب آپ لوگ (مسلمان) نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہو اس میں بھی تمھارے عام طور پر تین طریقے ہوتے ہیں ہاتھوں کو تکبیر سے پہلے کس حد تک اُٹھانا ہے پاؤں کے ساتھ پاؤں ملانے ہیں ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا ہے۔ ہر رکعت میں ہاتھوں کو کانوں کی طرف اُٹھاتے ہیں۔ کیا اس کا مقصد کان پکڑنا ہوتا ہے؟ آمین اُونچا کہا جاتا ہے یا منہ میں ہی کہا جاتا ہے۔

19. کیا داڑھی سنت نبوی ہے؟ اگر ہے تو اس کا کیا سائز ہونا چاہیے؟

20. یہ کیا وجہ ہے کہ مختلف نمازوں کی مختلف رکعتیں ہوتی ہیں؟

21. چار بیویاں نتیجہ کچھ انسانوں کو بیویاں مل جاتی ہیں کچھ کو نہیں۔

یہودیوں کو جوابات

جو آپ لوگوں نے حضرت موسیٰؑ کے متعلق چیزیں بتائی ہیں وہ ساری باتیں کافی حد تک درست ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کا جہاں بھی قرآن حکیم میں ذکر آیا ہے وہ عیاں ہے اور وہ

اگر تم نے صحیح طور پر گنا ہے تو درست ہے۔ کیا آپ نے یہ نہیں گنا کہ شیطان سے پناہ اس سے بھی زیادہ دفعہ مانگی گئی ہے۔ اسی لیے ہم مسلمان عبادت میں اللہ تعالیٰ کی شیطان سے پناہ مانگتے ہیں۔ چونکہ تم نہیں مانگتے اس لیے تم شیطانی کام زیادہ کرتے ہو جس کے لیے تم ساری دنیا میں مشہور ہو۔ اتنی بار حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کا تذکرہ اور تمہارے وہ افعال جو تمہارے بزرگوں نے حضرت موسیٰؑ کو بار بار مصیبتیں ڈالیں۔ بار بار ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بھجوایا اور اتنا تنگ کیا کہ وہ تم لوگوں کو صحرائے سینا میں چھوڑ کر خود کشمیر کی طرف آ گئے۔ تم لوگوں کی کئی سوزیاتیوں کا ذکر بھی تو اُسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رحمتہ للعالمین ﷺ پر جو قرآن نازل کیا اور ہر دفعہ جبرائیلؑ کے ذریعہ حضور ﷺ سے گفتگو کی وہ پانچ سو سے زیادہ بار ہے۔

اگر کسی شخص پر شیطان سوار ہے اور اُس کے ہر فعل سے شیطانیت عیاں ہوتی ہے تو ہماری اللہ کی پناہ مانگنے کا جو مقصد ہے وہ صرف اکیلے شیطان سے ہی نہیں، بلکہ ہر اُس جاندار، جس پہ شیطان سوار ہے، اُس سے پناہ مانگنے کا ہے، شیطان کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں جو نا صرف انسانوں، بلکہ پرندوں اور حیوانوں پہ بھی حملے کرتا رہتا ہے اور جو اُس کی راہ پہ چل پڑا وہ شیطان ہو گیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا اور زیادہ سے زیادہ بار مانگنا ہی بہتر ہے۔ میں تو اس وقت تم سے بھی اللہ کی پناہ مانگتا ہوں (اس پہ ایک قہقہہ لگا)۔

تمہارے اس سوال کا جواب کہ حضور رحمت للعالمین ﷺ کو اُن کی والدہ کی بجائے خریدا ہوا دودھ یا ابولہب کی لونڈیا کا دودھ پلایا گیا۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی والدہ کا دودھ پیا۔ یہ دودھ پلانے اور خریدنے کے قصے تم

Marfat.com

لوگوں (یہودیوں اور عیسائیوں) کی من گھڑت کہانیاں ہیں جو کہ تم لوگوں نے ہماری کتابوں میں ڈلوادی ہیں۔

ہمارے (مسلمانوں کے) قبلہ کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ نے فرمائی تھی۔ اگر یہ قبلہ حضرت ابراہیمؑ کا تھا تو حضرت موسیٰؑ کا قبلہ یروشلم (بیت المقدس) کیسے ہو گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زیادہ تر قانون حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں خداوند تعالیٰ نے اُن کے ذریعے اس دنیا کو عطا فرمایا جو کہ بعد میں بہتر حالت میں اور صحیح حالت میں حضورﷺ پہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے حضرت اسماعیلؑ بڑے بیٹے تھے۔ اُن کا یہ بڑا پن ختم کرنے کے لیے تمھارے بڑوں (یہودیوں پادیوں نے) نے ماؤں کا فرق ڈال کر (ایک کو شہزادی کہہ دیا اور دوسری کو لونڈیا کہہ دیا) حضرت اسحاقؑ چھوٹے بیٹے تھے اُن کی والدہ کو شہزادی کہہ کر اپنے آپکو ایک ہی باپ کی اولاد سے مان لیا لیکن والدہ کا فرق ڈال کر حضرت اسحاقؑ کو اور اُن کی آل اولاد کو بہتر قرار دے دیا۔ اگر تمھاری (یہودیوں کی) نسل ماں سے چلتی ہے تو تم شاید ٹھیک کہتے ہو گے۔

عیسائی اور یہودی سٹوڈنٹس کے سوالات کے جوابات

1. یہ بات کہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہمارے لوگ بھی مانتے ہیں، لیکن یہ بات غلط ہے کہ حضورﷺ نے اپنی والدہ کے مقدس دودھ کے علاوہ کسی اور عورت کا دودھ پیا۔

Marfat.com

2. حضرت عیسیٰؑ نے صرف تین مردوں کو زندہ کیا تھا جبکہ کرشن جی مہاراج نے بہت سارے مردوں کو زندہ کیا۔ یہ کام حضور ﷺ کی اُمت میں دوسرے کئی لوگوں نے بھی انجام دیا اور آج مُردوں کو شاک دے کر اُس کا دل چلا دیتے ہیں، گویا وہ دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں۔

3. مریضوں کی تندرستی، یہ اللہ کے نیک انسان روزِ اول سے لے کر آج تک کرتے آئے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

4. اپنے آپ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا مختلف مذاہب کے لوگ کرتے آئے ہیں اور یہ آج بھی ہو رہا ہے۔

5. قرآنِ حکیم میں نہ صرف جوڈ (Judas) اس کی بے گناہی کو تسلیم کیا ہے بلکہ حضور ﷺ کو بھی کہا ہے کہ آپ کے سارے ساتھی آپکے وفادار ہیں۔ حضور ﷺ کے رفقاء میں جوڈاس کی من گھڑت داستان اور الزام والا کوئی شخص خلفا راشدینؓ میں نہیں تھا اور جہاں تک حق کا تعلق ہے تو کسی کا حق تھا ہی نہیں، جب حق ہی نہیں تھا تو غصب کرنے کی کیا بات ہو سکتی ہے۔

6. حضرت عیسیٰؑ کی موت، حضرت عیسیٰؑ کو تمھارے مذہب کے مطابق موت آئی، اُن کو دفن کیا گیا اور پھر بقول مسمات **Magdaline** کے حضرت عیسیٰؑ تین دنوں کے بعد قبر سے نکل کر آسمانوں کی طرف اُڑ گئے جبکہ تاریخی حوالہ جات کی رُو سے حضرت عیسیٰؑ کو سینٹ پال نے دمشق میں دیکھا عراق اور ایران کی تواریخ میں اُن کا اُس زمانے میں حوالہ ملتا ہے جبکہ مدراس میں جناب سینٹ تھامس صاحب کی بائبل میں حضرت عیسیٰؑ کی مدراس میں آمد، وہاں کے راجے کو مسلمان کرنا وغیرہ سب کچھ

Marfat.com

شامل ہے۔اس کے علاوہ حرمز (لداخ) کے بدھوں کی عبادت گاہ میں پرانی کتابوں کے اندر حضرت عیسیٰؑ کا کشمیر میں آنا اور رہائش وغیرہ بھی مفصل درج ہے۔قرآن حکیم میں بھی درج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے خلاف سازشوں کی وجہ سے اُن کو وہاں سے اُٹھوادیا (یا اُٹھالیا) اُٹھا کر کسی اور جگہ رکھ دینا یا رکھوا دینا ہوتا ہے نا کہ آسمان کی طرف اُٹھالینا ہوتا ہے۔

آپ لوگوں کو پتا ہے کہ آسمان کوئی ستارہ نہیں جہاں پہ کوئی رہائش کی جگہ ہو۔آسمان ایک حد نظر ہے اور تمام ستاروں جو کہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں اُن کے مختلف آسمان ہوتے ہیں۔ ہر ستارہ ایک دُنیا ہے۔میں نے جھرو کے حصہ چہارم میں اس پہ کافی روشنی ڈالی ہے یعنی کائنات میں لاکھوں سیارے ہیں جواب تک دریافت ہو چکے ہیں اُن کو مختلف نام دیئے جا چکے ہیں۔ ہر سیارے کا ایک آسمان ہوتا ہے۔ آسمان کوئی ایسی شئے نہیں ہے جہاں پہ کہ انسان جا کر کوئی کام کاج کر سکے یا بیٹھ سکے۔

جو بات سوچنے کی ہے، وہ یہ ہے کہ بقول عیسائیوں کے جب حضرت عیسیٰؑ کو پھانسی دے دی گئی (کراس پہ چڑھا دیا گیا) تو اُس کے بعد اُن کو دفن کر دیا گیا۔دفن ہو جانے کے تین دن بعد وہ قبر سے نکلے ہیں۔ یہ واقعہ جمعہ والے دن ہوا تھا جس کو گڈ فرائی ڈے **Good friday** کہتے ہیں۔عیسائی لوگ اُن کے اس قبر سے نکل کر دوبارہ زندہ ہونے کو ایسٹر **Easter** بولتے ہیں۔اس عیسائیت کے عقیدے کی کُتب میں درج ہے کہ حضرت عیسیٰؑ قبر سے نکلنے کے بعد چالیس دن تک گھومتے پھرتے رہے۔اپنے حواریوں سے گفتگو کرتے رہے۔ ہدایات دیتے رہے اور

دوسرے احکامات جاری کرتے رہے۔ چالیسویں دن بہشت کی طرف اُڑ کر چلے گئے بغیر کسی سواری کے۔ اس کو HF کہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آسمان اور بہشت میں بہت فرق ہے۔ اگر وہ بہشت میں چلے گئے ہیں تو یہ ایک انسان کی فائنل سٹیج ہے جو کہ حضرت عیسیٰؑ نے بقول عیسائیوں کے پالی ہے۔

دوبارہ دنیا پہ آنے کا واقعہ King Constantian کے زمانے میں حضرت عیسیٰؑ کے غائب ہوجانے کے کئی سو سال بعد بنایا گیا۔ اس کے بعد اس تھیوری کو ۱۸۳۰ میں بڑے زور شور اور پوری طاقت کے ساتھ امریکہ میں متعارف کروایا گیا۔ اُس وقت سے لے کر آج تک امریکہ کی ایک بڑی زبردست آرگنائزیشن بن گئی ہے اور وہ اپنے آپ کو Fundamentalist کہتے ہیں۔ جبکہ مولوی صاحبان کا یہ کہنا ہے یا وہ قرآنی آیت کا جو کسی زمانے میں غلط مفہوم دے دیا گیا ہے۔ اُس کی رو سے حضرت عیسیٰؑ نہ کراس پہ چڑھے، نہ اُن کی موت ہوئی، نہ ہی قبر میں دفن کیے گئے اور نہ ہی قبر سے زندہ باہر نکلے۔

7. یہ بات سراسر غلط ہے کہ مسلمانوں نے جنگیں کیں۔ اس میں کسی قسم کی صداقت نہیں ہے۔ اسلام دشمن عناصر جب مسلمانوں پہ حملہ آور ہوتے تھے تو اپنا دفاع کرنا جنگ نہیں ہوتی۔ جو ملک، جو لوگ، جو فرقہ اعلانِ جنگ کرتا ہے، اُن کے اس اعلان کو جنگ سمجھا جاتا ہے۔

اگر لڑنے والوں کی تعداد بالکل مختصر ہو تو اس کو جنگ نہیں جھگڑا کہتے ہیں۔ جس میں ماموں بھانجا، بہن بھائی، چچا بھتیجا، باپ بیٹا، مستورات، ڈنڈوں سوٹوں (چھڑیوں) اور چارپائی سے نکالے ہوئے بانسوں سے ایک دوسرے کو ماریں تو اس کو جنگ نہیں کہا

٦٨٣١١

Marfat.com

جا سکتا۔

مندرجہ ذیل غزوات میں مسلمانوں کی تعداد دکھائی گئی ہے۔ اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جنگیں نہ تھیں۔ ایک قبیلے کے لوگ، جس میں مسلمان اور کفار دونوں شامل تھے رشتہ داروں میں بھی یہی پوزیشن تھی۔ اس لیے ان واقعات کو جنگ کا نام دینا ترجمے کی غلطی کہا جا سکتا ہے۔

غزوہ ابواء	۷۰ مہاجرین
غزوہ صفوان	۷۰
غزوہ بواط ربیع الاول	۲۰۰ مہاجرین
غزوہ ذی العشیرۃ	۱۵۰ مہاجرین
سریا عبداللہ بن جحش الاسدی (سریا نخلہ) ۸ یا ۱۲	
غزوہ بنی سلیم	۲۰۰
غزوہ بدر	۳۱۳۔۳۱۵

8. اسلام سے بڑھ کر پیار محبت اخوت مساوات کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ چھوٹا بڑا امیر غریب سب ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں اور اُن کا آپس میں تعلق سگے بھائیوں سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام میں عیسائیت سے زیادہ محبت ہے۔ اسلام ایک وہ دائرۂ رحمت ہے جس میں شامل ہو جانے کے بعد

کوئی انسان بھوکا نہیں رہتا۔

کوئی انسان ان پڑھ نہیں رہتا۔

کوئی انسان بیکار نہیں ہوتا۔

Marfat.com

ہر انسان کی عزت محفوظ ہوتی ہے۔

ہر انسان کو اس کی ہر چیز کی اور ہر قسم کی Security مہیا کی جاتی ہے۔

زکوٰۃ دینے والے تو ہوتے ہیں، لیکن لینے والا کوئی نہیں ہوتا۔

جھوٹ، بے ایمانی اور دولت پرستی جیسی لعنتیں معاشرے سے ناپید ہو جاتی ہیں۔

نہ کوئی ظالم ہوتا ہے، نہ ہی کوئی مظلوم۔

علم اور خوشحالی کا دور دورہ ہوتا ہے۔

10. اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمام برگزیدہ ہستیاں جن کا سوال نمبر ۱۰ میں ذکر ہے وہ نہ صرف اپنے حق میں دعائیں مانگتے تھے، بلکہ اپنی غلطیوں کی معافی بھی مانگتے تھے۔ ہم ان برگزیدہ ہستیوں سے نہیں مانگتے، بلکہ اُن سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ سے نہ مانگنے کا مطلب اُس کی ہستی کو چیلنج کرنا ہے جو کہ کفر ہے۔

11. حضرت ابراہیمؑ نے واقعی شیطان کو پتھر مارے کیونکہ ان کو شیطان نظر آ رہا تھا اور گم راہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا جب کہ ہمیں شیطان نظر تو نہیں آتا، لیکن گم راہی کی طرف راغب ضرور کرتا ہے۔ اگر ہمیں نظر آ جائے تو ہم بھی اس کو پتھر ماریں نہ نظر آنے کی صورت میں اللہ سے پناہ مانگی جاتی ہے۔

12. تم لوگ (یہودی) صرف ہفتے کو اور عیسائی اتوار کو دعا کرتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں اور پناہ مانگتے ہیں بروز ہفتہ یا اتوار کام نہ کرنے کا مقصد یہ ہی ہے کہ ایک دن گھر میں بیٹھ کر یا Synagoge (یہودیوں کی عبادت گاہ) جا کر یا

Marfat.com

Church میں جا کر عبادت کرتے ہیں اور اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ پہلے ایک ہفتہ گناہ اکٹھے کرتے رہتے ہیں اور بروز ہفتہ یا اتوار معافی مانگتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کافی ہے جبکہ ہم مسلمان اللہ سے پناہ مانگتے ہیں اور بار بار مانگتے ہیں، کہ ہم سے گناہ سرزد نہ ہو۔

13. اب تم (Priest) نے مجھے گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے یہ میری دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ تمھاری ساری باتوں جس میں بظاہر کچھ Logic لانے کی کوشش کی گئی ہے ان کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا، ورنہ میں بھی شیطان ہو جاتا۔

14double۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمام برگزیدہ ہستیاں نہ صرف اپنے حق میں دعائیں مانگتی تھیں، بلکہ اپنی غلطیوں کی معافی بھی مانگتی تھیں۔ ہم ان برگزیدہ ہستیوں سے نہیں مانگتے، بلکہ اُن سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ سے نہ مانگنے کا مطلب اُس کی ہستی کو چیلنج کرنا ہے جو کہ کفر ہے۔

14. جس وقت ایک انسان ایک مشین بناتا ہے تو اُس کو استعمال اور دیکھ بھال کے قواعد وضوابط بھی ساتھ ہی مرتب کر دیتا ہے یعنی کہ کتنے گھنٹے مشین چلانے کے بعد مشین کو بند کرنا ہے۔ کون کون سی جگہوں کو صاف کرنا ہے۔ کتنے عرصے کے بعد تیل دینا ہے اور کہاں کہاں دینا ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے ہماری مشینری کو بنایا تو اس کے بھی استعمال کے طریقے بنائے گئے۔ جس وقت آپ لوگ دفتر جاتے ہیں یا گرجا جاتے ہیں تو اُس سے پہلے کیا آپ شیو وغیرہ کر کے منہ دھو کر اچھے کپڑے نہیں پہنتے؟ اگر نوکری کے انٹرویو کے لیے جاتے ہو تو تم لوگ تقریباً دولہا بنے ہوتے ہو۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ اس دوران میں آپ ملازمت دینے والے کو اپنا ایک صاف ستھرے انسان کا تاثر دیتے ہیں۔ خدا تو عظیم ترین ہستی ہے۔ اُس کے حضور میں پیش ہوتے وقت انسان ہر لحاظ سے صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ اس لیے وضو ضروری ہوتا ہے۔ تم لوگ ایک دفعہ صبح اور ایک دفعہ رات سونے سے قبل دانتوں کو برش کرتے ہو۔ اس کا مقصد ہائی جینک ہے(Higenic)۔ جب کہ وضو میں یہ چیز کم از کم پانچ دفعہ کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ پچھلے بیس پچیس سال سے دِل کی کئی امراض کے لیے پانی سے مساج کا System چل رہا ہے۔ یہ سسٹم Develop کیا گیا ہے، جو کہ اسی فیصد وضو سے لیا گیا ہے، جس کو کہ وہ Reverse Message کہتے ہیں۔

16. یہ معاملہ صرف ہوا کا ہی نہیں ہے، بلکہ اس میں پیشاب کرنا بھی شامل ہوتا ہے۔ اس کے بعد وضو لازم ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ہر عبادت سے پہلے لازم قرار دیا کہ اس سے نا صرف کہ مختلف اعضاء کی صفائی ہوتی ہے، بلکہ جسم کے مختلف حصوں پہ پانی سے صفائی کے طریقہ سے ایک اس قسم کا مساج ہوتا ہے جس سے دل کو تقویت ملتی ہے۔ دوران خون دل کی طرف کچھ بڑھ جاتا ہے اور Tension میں کافی کمی ہو جاتی ہے۔ جس وقت ہم ہاتھ دھوتے ہیں تو انگلیوں کے درمیان انگلیاں ڈال کر ہم صفائی کرتے ہیں۔ یہ ایک اعلیٰ قسم کا مساج ہو جاتا ہے۔ جب ہم چہرے کو دھوتے ہیں تو بھی پانی اور ہاتھ سر سے نیچے کی طرف لاتے ہیں جب بازو دھوتے ہیں تو بھی ہاتھ پھیرنے کا رُخ ہاتھوں سے شروع کر کے کہنیوں کی طرف ہوتا ہے گویا کہ جب پاؤں دھوتے ہیں تو بھی اُنگلیوں میں اُنگلیاں ڈال کر صفائی ہوتی ہے جو کہ مساج ہو جاتا ہے اور پاؤں کو بھی اُنگلیوں سے ٹخنے کی طرف ہی دھویا جاتا ہے اس سارے

Marfat.com

(Rictual)رسم کا تعلق ایک بات سے ہے، وہ یہ کہ ہاتھ مختلف اعضاء سے دل کی طرف پھیرے جاتے ہیں اس سارے طریقے کو الٹا مساج کہتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک دفعہ زیتون کے تیل سے پورے جسم پہ الٹا مساج کروایا تھا تو خون کا دوران اتنا بڑھ گیا تھا کہ نکسیر پھوٹ گئی تھی۔ جہاں تک نچلے حصے کو دھونے کا تعلق ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ یہ تمھاری غلط فہمی ہے ہم اس کو وضو کرنے سے پہلے دھوتے ہیں۔

17. یہ فرق طریقہ کار میں ہے یعنی کہ وضو کرنے کے طریقے میں ہے، مگر وضو کے معاملے میں سب متفق ہیں۔ جس طرح تمہارے مذہب میں چر چز کی تعداد بتانی شروع کروں تو ایک خاصہ وقت درکار ہوگا جو کہ ایک دوسرے کے ساتھ اس سے بھی بڑے اختلافات رکھتے ہیں۔ اگر پاؤں پہ مٹی وغیرہ زیادہ پڑی ہو تو پہلے پاؤں کو دھولو ورنہ پہلے ہاتھوں کو دھولو۔

18. اس کا سیدھا سادھا اصول ہے کہ ایک سیدھی قطار میں کندھے کے ساتھ اس طرح کندھا لگانا ہے کہ اگر لمبا اور چھوٹا آدمی ساتھ کھڑے ہو جائیں تو لائن میں فرق نہ آئے۔ باقی رہا ہاتھ چھوڑنے اور باندھنے وغیرہ کا تو یہ مختلف اوقات پہ مختلف وجوہات کی بنا پہ مختلف طریقے استعمال کیے گئے۔

19. داڑھی حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک ماسوائے بدھ مت کہ بقایا جتنے بھی مشہور مذاہب ہیں اُن میں ہمیشہ رکھی گئی ہے اور رکھی جارہی ہے اگر ہم سنت کے حساب سے چلیں تو ہم یہ کہیں گے کہ چونکہ رحمتہ للعالمین ﷺ نے داڑھی رکھی تھی لہٰذا یہ سنت ہوگئی اُن دنوں کفار نے بھی داڑھیاں رکھی ہوئی تھیں شیو کرنے کے اتنے

Marfat.com

مواقع نہیں ہوتے تھے سنت نبوی جو ہے صرف داڑھی کے خط ہیں جو بہت کم لوگوں کے نظر آتے ہیں۔

تبصرہ

یہ ایک بڑی مشہور اصطلاع ہے کہ

شکل موماں

کرتوت کافراں

یہ نہایت بڑی بات ہے قرآنِ حکیم میں آیا ہے کہ اپنے آپ کو وہ ظاہر مت کرو جو کہ تم نہیں ہو کیونکہ ایسا کرنے سے آپ عوام کو دھوکا دیتے ہیں اور جب بھی کوئی اُن کو دیکھتا ہے تو دھوکا کھا جاتا ہے۔ اپنے بچپن میں میں نے کئی بار دیکھا کہ کسی باریش انسان نے صداقت سے ہٹ کر کوئی بات کر دی تو لوگ اُس کو طعنے دیتے تھے اور یہ کہا جاتا ہے، کہ شرم کرو داڑھی رکھ کے جھوٹ بولتے ہو داڑھی والے کا جھوٹ گناہِ عظیم سمجھا جاتا ہے اور ہر دفعہ جب میرے دل میں داڑھی رکھنے کا خیال آتا ہے تو اسی ڈر کی وجہ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ شائد میں وہ مردِ مومن نہیں ہوں جس کا قرآنِ حکیم میں ذکر آیا ہے، تو اس خیال کو دماغ سے نکال دیتا ہوں۔

20. انسان صبح کی نماز کے وقت جب اُٹھتا ہے، وہ رات کے آرام کی وجہ سے تروتازہ ہوتا ہے اور تھکاوٹ ختم ہو چکی ہوتی ہے وضو کرنے کے بعد وہ اور زیادہ Relax ہو جاتا ہے اور خاص طور پر جب وضو کی آخری سٹیج پر پہنچ کر وہ مسح کرتے ہوئے گردن پہ دونوں ہاتھ پھیرتا ہے۔ صرف دو سنتیں اور دو فرض کے بعد صبح کی یہ عبادت مکمل ہو جاتی ہے۔ اس عبادت میں صرف آٹھ دفعہ سجدہ کیا جاتا ہے۔ سجدے

Marfat.com

کے دو مقصد ہوتے ہیں۔ایک کا تعلق مذہب سے ہے اور دوسرا جسمانی مشینری سے۔ صحیح سجدہ کرتے وقت انسان کو دیکھنا پڑتا ہے کہ اُس کا ناک اور ماتھا زمین کو چھور ہے ہیں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بُدھ مت کی عبادت میں یوگا بھی شامل ہے یعنی سر کے بل کھڑے ہونا۔ یہ یوگا دماغ کے خون کی سرکولیشن کے لیے بہت اعلیٰ چیز ہے لیکن خاصا مشکل کام ہے اللہ تعالیٰ نے ناک اور پیشانی میں ایسا زاویہ رکھا ہے جو عام آدمیوں میں مختلف ہوتا ہے۔ ہر مسلمان نے ناک اور پیشانی کو زمین پہ لگانا ہوتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے اُس کو دماغ کے خون کی سرکولیشن کے مطابق جیسے چاہیے اُس کے مطابق زاویہ ہوتا ہے، لہٰذا ہر انسان کا زاویہ مختلف ہے۔ یہ قدرت کا ایک بہت بڑا کمال ہے۔صبح کے وقت ان چیزوں کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی۔

ظہر

صبح سے لے کر دوپہر تک انسان جب کام کرتا ہے تو اس میں بیٹھ کر کام کرنے کا ایک خاص انداز ہوتا ہے اور جسم کے پورے اعضاء ایک جیسے حرکت میں نہیں رہتے۔تمام اعضاء کو مشترکہ حرکت میں لانے کے لیے اور **Relaxation** کے لیے ظہر کے وقت کی عبادت میں زیادہ رکعتیں ہیں۔ میں صرف جسمانی مشینری کی وجوہ بتا رہا ہوں۔ مذہبی معاملے کو اگر کوئی عالم دین سمجھتے ہیں تو براہِ مہربانی مجھے خط تحریر فرمائیں تا کہ اگلے شمارے میں میں اس میں اضافہ کرسکوں۔

تبصرہ

تقریباً چالیس سال پہلے کا واقعہ ہے کہ جاپانی کاروں نے یورپ کی منڈی

پہ حملے شروع کر دیئے تھے۔ جاپانی کاروں کی قیمتیں یورپین کاروں کی نسبت خاصی کم ہوتی تھیں۔ شروع میں تو یورپین میڈیا جو اکثر اوقات Biased ہوتا ہے اور جن کی خبریں ایک سرمایہ دارانہ اور ساہوکارانہ نظام کے لیے وقف ہوتی ہیں یہ خبروں کو خوبصورتی سے ایسا توڑتے مروڑتے ہیں اور بدھو عوام کو بدھوترین بنا دیتے ہیں یوں ایک خاص طبقے (ساہوکار) کا مقصد پورا کیا جاتا ہے۔

اُنہوں نے جاپانی کاروں کی اتنی جھوٹی اور بے بنیاد مخالفت شروع کر دی اور عوام کو یہ تاثر دیا کہ چند مہینوں کے بعد یہ گاڑیاں کھڑک (انجر پنجر ہل جائے گا) جائیں گی۔

اس پروپیگنڈے کی بدولت لوگوں میں ایک خوف پیدا ہو گیا اور بڑے عرصے تک عوام کا رجحان ان کاروں کی طرف نہیں ہونے پایا، لیکن وہ جاپانی پُتروں (بیٹوں) کو نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے ایک دو کاروں کی نمائشوں میں جاپان کی کاروں کو سب سے اعلیٰ کار کا ایوارڈ دلوا دیا۔ دوسرا جو انہوں نے حملہ کیا، وہ گارنٹی جو کہ تین ماہ کی ہوتی تھی اُس کو بڑھا کر ایک سال کر دیا جس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو یقین ہو جائے اور وہ اس کار کی طرف راغب ہو جائیں۔ کچھ چھوٹے بنکوں نے ان گاڑیوں کو فنانس کرنا شروع کر دیا اور سود کی شرح مقابلتاً دوسرے بنکوں کے کچھ کم کر دی۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپین کار انڈسٹری کو سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ جاپانیوں جیسی نقل باز قوم ایک سستی گاڑی لا کر اُن کے مقابلے میں آ گئی۔ سب سے زیادہ پریشانی جرمنوں کو ہوئی۔ کیونکہ اُس وقت تک وہ یہی سمجھ

Marfat.com

رہے تھے کہ جس چیز پہ میڈ ان جرمنی لکھا گیا، وہ دنیا میں بیسٹ ہو جاتی ہے۔ یہ پہلی مرتبہ تھا کہ اُنہیں سخت دھچکا لگا۔

اب فوکس ویگن (Vox wagon) کے ڈائریکٹروں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک وفد کو جاپان بھیجا جائے جو وہاں جا کر اس بات کی تحقیق کریں کہ یہ جاپانیوں کے لیے کیسے ممکن ہوا کہ بغیر ہمارے انجن ڈیزائنوں کو نقل کرنے کے اپنے انجن تیار کر لیے۔ پیٹرول کے کم خرچے کے باوجود کم قیمت ہونے کے باوجود گاڑیاں صحیح چل رہی ہیں۔ یہ وفد جاپان کی مختلف فیکٹریوں کا معائنہ کرتا رہا۔ واپسی پر انہوں نے یعنی اس وفد نے جو رپورٹ دی، وہ بہت مزیدار ہے۔ اُس میں مندرجہ ذیل نکات خاص طور پر اجاگر کیے گئے تھے۔

۱ جاپانی ہم (جرمنوں) سے زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔

۲ ہم سے زیادہ عقل مند نہیں ہیں۔

۳ ہم سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں۔

۴ ہم سے زیادہ کام نہیں کرتے یعنی کہ شفٹ آٹھ گھنٹوں کی ہی ہے۔ شفٹ میں ہم سے زیادہ وقفہ لیتے ہیں اور دس منٹ آرام کرتے ہیں جبکہ ہم صرف ایک مرتبہ وقفہ کرتے ہیں اس کے باوجود اُن کی پروڈکشن ہم سے زیادہ ہے۔

فوکس ویگن کے کارگو (Cargo) کو ہم بھی ٹرانسپورٹ کرتے تھے، لہٰذا اُن لوگوں کے سٹاف سے ہمارا لین دین اور کام کاج ہوتا رہتا تھا جس سے کافی واقفیت ہو گئی تھی۔

وفد کی اس رپورٹ کی Secrecy چند ماہ کے بعد ختم ہو گئی تو مجھے بھی یہ

Marfat.com

رپورٹ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔دس منٹ کے وقفے والی بات میری سمجھ میں نہ آسکی جس کو وفد نے تھکاوٹ دور کرنے کا درجہ دیا ہوا تھا۔اس وفد کا ایک ممبر جس کا تعلق ٹرانسپورٹ سیکشن سے تھا،میری اُس کے ساتھ کافی شناسائی بھی تھی۔اُس سے میں نے پوچھا کہ اس دس منٹ کے وقفے میں جاپانی مزدور کیا کرتے ہیں۔اُس نے بتایا کہ منہ ہاتھ دھوکر اُٹھک بیٹھک لگاتے ہیں اور زمین پہ لیٹتے ہیں میرے دماغ میں فوراً یہ بات آگئی کہ جاپانی مزدور اس دس منٹ میں ساٹھ ستر فیصد وضو اور نماز کی رسم (بغیر جانے ہوئے) ادا کرتا ہے۔

میں نے Herr Shulz سے کہا کہ تمھارے مزدوروں اور جاپانی مزدوروں کا فرق صرف یہی دس منٹ کا ہے جسمیں وہ وضو کا خاصا حصہ ادا کرتے ہیں تم بھی اگر یہ نظام اپنی فیکٹریوں میں رائج کردو تو تمہاری پروڈکشن بھی اُن کے مقابلے میں آجائے گی کیونکہ یہ وضو کی رسم سے جاپانی مزدور کی تھکاوٹ ختم ہو جاتی ہے اور اُسکی Out put کم ہونے کی بجائے بڑھ جاتی ہے Shulz صاحب تمہاری صبح کی شفٹ اور رات کی شفٹ میں بھی اسی وجہ سے فرق آتا ہے۔

Shulz ایک پڑھا لکھا انسان ہونے کی ساتھ ساتھ ایک سمجھدار شخص بھی تھا۔وہ بھی فوری طور پر سمجھ گیا۔اس نے مجھ سے کہا کہ وہ انہی دنوں میں یہ تجویز بورڈ آف ڈائریکٹر کو بھیجے گا۔

تین چار ہفتوں کے بعد مجھے اُس کا ٹیلی فون آیا۔اُس نے بتلایا کہ بورڈ آف ڈائریکٹرز کو تجویز بہت پسند آئی ہے،لیکن اُنہوں نے اسے ماننے سے انکار کردیا ہے کیونکہ یہ مزدوروں کا مسلمان بن جانے کی طرف پہلا قدم ہوگا۔یہ ہم کسی بھی

Marfat.com

صورت میں نہیں کر سکیں گے۔

حضورؐ رحمتہ للعالمین کی کردار کشی کی ایک اور مثال

کچھ کتابوں میں لکھا ہوا پایا گیا ہے کہ ایک دفعہ سرورِ کائناتؐ نے مندرجہ

ذیل

1۔ صفوان بن امیہ

2۔ عکرمہ بن ابو جہل

3۔ واحد بن عاص

کو موت کی بددعا دی تھی، میرے نظریے کے مطابق رحمتہ للعالمینؐ نے ایسا کبھی نہیں کیا یہ تینوں حضرات نہ صرف صحابہ کرام میں شامل ہو گئے، بلکہ انہوں اسلام کے لیے ہر لحاظ سے بے انداز خدمات سرانجام دیں۔ یہ سارا واقعہ ایجاد کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ رحمتہ للعالمین کو بددعائیں دینے والا ظاہر کیا جائے، حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ جب حضورؐ کو طائف میں مختلف چیزوں کی مدد سے لہولہان کیا گیا تو جبرئیلؑ فرمایا کہ آپ ان لوگوں، جنہوں نے آپ پر یہ ظلم کیا ہے، ان کے خلاف بددعا فرمائیں تو میں دونوں پہاڑوں کو جن کے بیچ ایسے لوگ رہتے ہیں، اکٹھا کر دوں اور یہ سب دب کر مر جائیں اور ان کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ حضورؐ نے اس وقت بھی جب کہ وہ خود لہولہان تھے، بددعا کرنے سے انکار کر دیا، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے بددعائیں دینے والا نہیں۔

Marfat.com

شروع شروع میں جب مسلمانوں کی حالت بہت خراب تھی

اس وقت بھی حضورؐ نے کسی کو بد دعا نہیں دی تھی، بلکہ دعا فرمائی تھی کہ یا اللہ حضرت عمر خطاب اور ابو جہل میں سے ایک کو مسلمان کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت حضورؐ کی دعا کے ذریعے سے حضرت عمر فاروقؓ پہ پڑی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اس واقعہ کا بہت سے مسلمانوں کو علم ہے، لیکن موجودہ نسل کے لوگوں کیلئے جن کو کہ اس واقعہ کا علم نہیں ہے دوبارہ بیان کر رہا ہوں۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ (نعوذ باللہ) حضورﷺ کے قتل کے ارادے سے نکلے۔ راستے میں ان کو ایک آدمی ملا جس نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں (نعوذ باللہ) حضورؐ کو قتل کرنے جا رہا ہوں تو اس شخص نے کہا کہ پہلے اپنی ہمشیرہ کے گھر کی خبر لو آپؓ وہاں ہی سے واپس اپنی ہمشیرہ کے گھر گئے اور ان کو قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ جب حضرت عمرؓ گھر کے اندر داخل ہوئے تو ان کی ہمشیرہ نے تلاوت بند کر دی۔ اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے پوچھا کہ تو کیا پڑھ رہی تھی ہمشیرہ نے جواب دیا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب جو تمہارے جی میں آتا ہے کرو مجھے پروا نہیں ہے۔ حضرت فاروقؓ نے کہا کہ میں تمہیں کچھ نہیں کہنا چاہتا، صرف اتنی سی بات ہے کہ جو تم پڑھ رہی تھی اس کو دوبارہ پڑھو۔ چنانچہ انھوں نے دوبارہ پڑھا۔ حضرت عمر فاروقؓ سننے کے بعد اس جگہ تشریف لے گئے جہاں رسول اللہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ دروازہ کھٹکھٹانے پر اندر سے آواز آئی کون دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے، حضرت عمرؓ نے اپنا نام لیا تو اندر سارے صحابی پریشان ہو گئے۔ اس پر حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو

Marfat.com

اور انہیں اندر آنے دو۔ اگر نیک ارادے سے آئے ہیں تو بہتر ہے۔ اگر دوسرے ارادوں سے آئے ہیں تو ان کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ سب صحابہ کرام جو اس وقت کمرے میں موجود تھے، پریشان ہو گئے۔ جب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اسلام قبول کرنے کے لیے آیا ہوں حضرت عمر فاروقؓ سب میں مل کر بیٹھ گئے حضورؐ کی باتیں سننے لگے ہو کہ اتنے میں صلوٰۃ (نماز) کا وقت آ گیا۔ اور ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور اذان دینے لگے، اس پر حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ آج اذان اندر نہیں، بلکہ باہر ہو گی تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ آج عمرؓ مسلمان ہو گیا ہے۔ مزید فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنانا ہے تو وہ اذان کو روکنے کی کوشش کرے۔ اس دن سے آج تک اللہ کا یہی فضل بحال ہے۔

ان حالات میں بھی حضورؐ نے بددعا نہیں دی، بلکہ دعا کی۔ حضورؐ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے فلاں فلاں اشخاص کو بددعا دی جو کہ بعد میں مسلمان ہوئے اور مسلمان ہونے کے بعد اسلام کے لیے بڑے بڑے کام بھی سرانجام دیئے۔ ایسی باتیں گھڑنے کا مقصد لوگوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش ہے کہ حضورؐ کو اتنا تنگ کرنے والے لوگ بددعا کے بعد مسلمان ہو جائیں گویا کہ بددعا کا الٹ اثر ہو جائے۔ یہ کہانی بھی حضورؐ کی کردار کشی کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔

بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ رحمتہ للعالمینؐ معراج شریف کے لیے تشریف لے گئے تو دوپہر کے کھانے کے وقت حضورؐ اور اللہ کے درمیان ایک پردہ تھا۔ اس میں سے ایک ہاتھ نکل کر آتا تھا اور لقمہ لے کر واپس پردے کے پیچھے چلا جاتا تھا۔ حضورؐ نے ایک چیز کو بڑے غور سے دیکھا کہ وہ جو ہاتھ پردے سے باہر آتا ہے۔ اس ہاتھ کی

Marfat.com

انگلی پر ایک مندری ہے اور یہ مندری حضرت علیؓ کی ہے۔ کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جب رحمتہ للعالمین معراج پر تشریف لے گئے تو وہاں پہ حضرت علی پہلے سے ہی موجود تھے۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ پردے کے پیچھے سے شیر کا پنجہ باہر آتا تھا۔ اور لقمہ لے کر پھر واپس پردے کے پیچھے چلا جاتا تھا۔ شیر کے متعلق میں نے ایک باب تفصیل سے پہلے رقم کر دیا ہوا ہے۔ پچھلے دنوں کی بات ہے، حضرت علی کا یوم شہادت منایا جا رہا تھا۔ **ARY Channel** پہ دو علماء دین آئے ہوئے تھے پروگرام **Live** دکھایا جا رہا تھا۔ اس پروگرام میں ایک محترمہ کا کراچی سے ٹیلی فون آیا۔ کہ لوگ کہتے ہیں جب رحمتہ للعالمینؐ معراج شریف پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ آپؐ سے حضرت علی کی آواز میں مخاطب ہوئے۔

اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا، گلبرگ کی ایک مسجد میں جمعہ کی تقریر میں ایک مولوی صاحب، جو اپنے نام کے ساتھ **MA** بھی لکھتے ہیں، انھوں نے تقریر کی اور دورانِ تقریر فرماتے ہیں؛ "ایک شخص مر گیا۔ اس کے عزیزوں دوستوں وغیرہ نے اس کا جنازہ پڑھایا۔ اس کو دفنا دیا۔ مولوی صاحب کے بیان کے مطابق دو فرشتے آئے۔ انھوں نے اس مردے سے پوچھا کہ تو کس کا بندہ ہے۔ مردے نے جواب دیا کہ میں شیخ عبدلقادر جیلانی کا بندہ ہوں۔ اس پر فرشتے حیران ہوئے اور مزید سوالات کرنے سے پیشتر بھاگے بھاگے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوئے اور پوچھا یا اللہ ہم نے لاکھوں انسانوں سے حساب کتاب لیا ہے، لیکن یہ جواب کہ میں شیخ عبدلقادر جیلانی کا بندہ ہوں اور میرا نبی شیخ عبدالقادر جیلانی ہے، ہم نے پہلے کبھی کسی

Marfat.com

سے نہیں سنا۔ یہ کیا ماجرا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اوفرشتوتم نہیں سمجھ سکے، کہ اس کے یہ کہنے کا مقصد کیا ہے۔اصل میں وہ یہ بتانا چاہتا تھا کہ، اس کا خدا وہ ہے جو شیخ عبدلقادر جیلانی کا خدا ہے اور وہ اسی کا بندہ ہے جس کے شیخ عبدالقادر جیلانی بندے ہیں۔ان کے نبی وہی ہیں جو شیخ عبدالقادر جیلانی کے نبی ہیں۔" یہ کوئی سنی سنائی بات نہیں، بلکہ میں خود اس وقت وہاں جمعہ کی نماز کے لیے موجود تھا۔اس کے بعد میری مولوی صاحب کے والد صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا۔جس وقت قبر میں فرشتے سوالات پوچھ رہے تھے، کیا تمہارا بیٹا وہاں پہ موجود تھا؟ اور جس وقت فرشتوں کی اللہ تعالیٰ سے گفتگو ہوئی تو یہ گفتگو عرش معلٰی پر کس نے سنی؟ اس پر مولوی صاحب کے والد صاحب جو کہ میری بات غور سے سن رہے تھے، مسکرائے اور کہنے لگے کہ ملک صاحب مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔میرے بیٹے سے پوچھیں۔میں اس کو منع کردوں گا۔وہ آئندہ ایسے معاملات کو جس کا نہ سر ہو نہ پیر بیان کرنے سے باز رہے۔یہی بات مجھے اس وقت یاد آئی کہ جب وہ محترمہ ٹیلی وژن Televison پر بذریعہ ٹیلی فون Telephone یہ سوال کر رہی تھیں۔اس ان علماء (جو کہ بڑی خوبصورت تلے والی ٹوپیاں پہنتے ہیں) نے اس کی تردید تو کر دی لیکن، جس طرح تردید کرنے کا حق تھا اس طرح نہیں کی۔ان کو وہی سوال کرنا چاہیے تھا جو میں نے مولوی صاحب کے والد صاحب سے کیا تھا۔ایک شخص کو خُدا کا درجہ دینے والے اس شخص کی عزت کے بجائے الزام تراشی کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضور ﷺ کی رضاعی مائیں

میں بچپن سے ہی سنتا آیا ہوں کہ رحمت للعالمین ﷺ نے فلاں اور فلاں بیبیوں کا دودھ پیا۔ تو کچھ عرصہ کے بعد میں نے والدہ سے سوال کیا کہ میں نے کس کس کا دودھ پیا ہے۔ اُنہوں نے ہنسنا شروع کر دیا اور جواب دیا کہ تم نے میرا دودھ پیا ہے۔ یہ بات میرے ذہن میں ہمیشہ کے لیے ایسی بیٹھی کہ جس کا جواب مجھے پوچھنے ڈھونڈنے اور پڑھنے سے کہیں نہیں ملا۔ میری عقل نے کبھی اس بات کا مکمل طور پر یقین نہیں کیا۔ کبھی کبھار میں یہ سوچتا تھا کہ اگر یہ واقعی صحیح ہے تو یہ رحمتہ للعالمین کی زندگی کی پہلی سنت بنتی ہے کہ اُنہوں نے اپنی والدہ محترمہ کی بجائے کسی اور محترمہ کا دودھ پی کر پرورش پائی ہے۔ اگر یہ واقعی صحیح ہے تو والدہ کی بجائے رضاعی والدہ کا دودھ پینا پہلی سنت رحمتہ للعالمین ﷺ تھی۔ یہ عام آدمی کی سمجھ سے بالا تر ہے کہ اتنی عظیم اور سب سے پہلی سنت رسول اللہ ﷺ کو کیسے منقطع کر دیا گیا۔ میں نے جب بھی کسی پڑھے لکھے انسان سے اس معاملے پہ استفسار کیا تو بجائے اس کے کہ وہ کسی طریقے سے مجھے قائل کرنے کی کوشش کرتے۔ انہوں نے مجھ سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ہمیشہ ایک بات کہی کہ یار فرخ یہ تو ہر کتاب میں لکھا ہوا ہے اور دنیا جانتی ہے۔ اور یوں مجھے خاموش کروا دیا جاتا۔ ایک دن ہمبرگ میں میرے گھر سید مہدی رضوی اور ان کی بیگم حلیمہ بی بی اور دو تین دوسری جرمن مستورات کھانے پر مدعو تھیں۔ میں نے اُن سے پھر یہی سوال کیا جس کی مجھے سالہا سال سے تسکین نہیں ہوئی تھی۔ برادرم مہدی رضوی سالہا سال ہمبرگ یونیورسٹی میں تعلیم و تدریس میں

Marfat.com

مشغول رہے اور اس کے علاوہ مختلف مساجد میں عربی۔ اسلامیات اور قرآن حکیم کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔

جنہوں نے ہمبرگ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا ہوا تھا۔ اب کالج سے ریٹائرڈ ہو چکی ہیں Handicaped بچوں کی تعلیم کی ماہر ہیں۔ اور مجھے اپنا اسلامی باپ کہتی تھی اور اکثر لوگ اس کے قد جسامت اور انداز گفتگو سے یہ بات مان بھی لیتے تھے۔ 1980 کے اوائل میں جرمن ٹیلی ویژن پروگرام نمبر 3 والے اکثر مختلف مذاہب کے پڑھے لکھے لوگوں کو Live Transmission کے ذریعہ ایک مذہبی بحث میں مدعو کرتے تھے۔ اس میں عیسائیوں ، یہودیوں اور مسلمانوں کے بڑے بڑے رہنماؤں کو مدعو کیا جاتا تھا۔ حلیمہ بٹیا نہ صرف عربی کی سکالر ہیں، بلکہ بائبل اور Hebrew میں بھی خاصی مہارت رکھتی ہیں اور سالہا سال یونیورسٹی میں اور رضوی صاحب سے تعلیم حاصل کرتی رہی ہیں۔ ایک شام کو اُن کا پروگرام آیا جو میں نہ دیکھ سکا۔ اگلے روز میں نے حلیمہ کو فون کیا اور پوچھا کہ رات ٹیلی ویژن بحث کا کیا بنا تو اُس نے بتایا As usual Cardinal and the Rabbi were knocked out اس پر ہم دونوں نے ایک قہقہہ لگایا۔ ایک دفعہ وہ لاہور تشریف لائیں اور مجھے اُن کی آمد کا علم نہیں تھا۔ وہ سیدھی ہمارے گھر آ گئیں اور گھنٹی دی۔ میری بیوی نے گھر کے اندر سے اُس کی جھلک دیکھی اور مجھے کہنے لگی باہر مت جانا۔ باہر ایک Johova Witness کھڑی ہے، لیکن جب نزدیک سے دیکھا تو یہ اپنی حلیمہ تھی۔ میں نے اُس کی ملاقات علامہ جاوید غامدی سے کروائی۔ جو کئی گھنٹوں تک جاری رہی۔ جب وہ واپس ہمارے گھر آئیں تو میں نے اُس سے پوچھا کہ

علامہ جاوید صاحب کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے تو اُس نے جواب دیا؛ خیال تو بہت اچھا ہے، لیکن افسوس کی جو بات ہے، وہ یہ کہ اس کیلیبر (Caliber) کے انسان دنیا کے ہر ملک میں ہونے چاہیے۔ میں حسب عادت لکھواتا لکھواتا کہیں سے کہیں نکل جاتا ہوں لیکن اب میں واپس آ گیا ہوں۔

میں نے ان سب پڑھے لکھے لوگوں سے پھر مندرجہ ذیل اپنے وہی پرانے سوال کیے اُن کے جوابات بھی ساتھ درج ہیں۔

سوال 1 کیا یہ حقیقت ہے کہ حضور ﷺ کو دو عورتوں نے دودھ پلایا جن میں ایک حضرت ثوبیہ بھی تھی۔ یہ ابولہب کی لونڈیا تھیں جنھوں نے حضور ﷺ سے قبل حضرت حمزہ کو دودھ پلایا تھا اور حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد کو دودھ پلایا۔ دوسری حضرت حلیمہ سعدیہ تھیں جنھوں نے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور حضرت حمزہ کو بھی ایک دن دودھ پلایا تھا؟

جواب اسلامی کتب میں یہی چیز درج ہے۔

سوال 2 آج جتنی کتابوں میں اس موضوع پر تحریریں موجود ہیں اُن کا پہلا ریفرنس جب پوچھا جاتا ہے تو وہ پرانی ایک آدھ کتاب کا ذکر کر دیتے ہیں جو کہ سینکڑوں سال بعد میں لکھی گئی ہوتی ہے۔ مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ وہ کون سا ایسا شخص تھا جو دودھ پلانے والی عورتوں کی اس حد تک Statistic رکھتا تھا کہ اُس کو یہ بھی معلوم ہوتا تھا فلاں عورت نے فلاں بچے کو ایک دن دودھ پلایا۔ اس کا مطلب ہوا کہ ہر روز یہ شخص مکہ معظّمہ سے کئی کلومیٹر باہر، جہاں ان مستورات کا گاؤں تھا، وہاں

Marfat.com

آتا جاتا رہتا تھا۔

سوال۲ اگر غیر عورتوں کا دودھ پلانا رواج تھا تو اہل قریش کے کن کن بچوں نے کون کون سی مستورات کا دودھ پیا؟

جواب ہسٹری میں صرف چند ایک بچوں کا ذکر ہے اس کے علاوہ خاموشی ہے۔

سوال۳ ان مستورات کے دودھ کا معاوضہ دیا جاتا تھا؟

جواب جی ہاں۔ کسی جگہ یہ بھی تحریر ہے کہ یہ رواج غریب خاندانوں کی پرورش کے لیے بنایا گیا تھا۔

سوال۴ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ دودھ پلانے کے لیے متمول مائیں دوسری عورتوں کا دودھ اپنے بچوں کو پلاتی تھیں تو اُن کا اپنا دودھ کہاں جاتا تھا؟

جواب اس کا ہمیں پتا نہیں۔

سوال۵ خواتین و حضرات یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ بچے کی پیدائش سے چند ماہ بیشتر ہی عورتوں کی چھاتیوں میں دودھ بننا شروع ہو جاتا ہے اور بچے کی پیدائش پر اس حد تک ہو جاتا ہے کہ نومولود بچے کے معمولی سے چوسنے پر ماں کا دودھ بچے کے منہ میں آ جاتا ہے۔ اگر ماں بچے کو دودھ نہ پلائے تو تھوڑا تھوڑا دودھ ماں کی چھاتیوں سے نکل کر قمیص کو خراب کرتا رہتا ہے۔

Marfat.com

جواب جی ہاں ہم نے اکثر اوقات یہ چیز دیکھی ہے۔

سوال نمبر ۶ اگر ماں کے دودھ کی یہ کیفیت ہو اور بچے کو دودھ نہ پلایا جائے تو ماں کی چھاتیوں میں درد شروع ہو جاتا ہے۔ پچھلے ساٹھ ستر سال سے مارکیٹ میں کیمسٹ کی دکان پہ پمپ بکتے ہیں جس کے ساتھ ماں کے دودھ کو نکال کر پھینک دیا جاتا ہے جس سے درد میں افاقہ ہو جاتا ہے۔ کیا اُس زمانے میں ایسے پمپ موجود تھے۔؟

جواب ہمارے خیال میں کوئی ایسا آلہ موجود نہیں تھا۔

سوال ۷ بچوں کو دودھ نہ پلانے والی عورتوں کو اکثر چھاتیوں کا کینسر ہو جاتا ہے۔؟

جواب جی ہاں یہ بات صحیح ہے۔

سوال ۸ کیا آپ نہیں جانتے کہ یہ مثل مشہور ہے کہ تو کس کا نطفہ ہے اور کس ماں کا دودھ پیا ہے۔؟

جواب کئی مرتبہ سنا ہے اور صحیح ہے۔

سوال ۹ کیا یہ قرآن مجید میں نہیں آیا کہ ہر انسان اپنے قبیلے سے پہچانا جاتا ہے اور کیا قبیلے میں ماں اور باپ دونوں نہیں آتے؟

جواب یہ بالکل صحیح ہے اور ہمارا ایمان ہے۔

Marfat.com

سوال۱۰ دودھ کی کوالٹی عورت کی خوراک رہائش ذہنی سوچ آرام و آسائش یا مزدوری اور غربت پہ منحصر ہوتی ہے۔؟

جواب یہ ساری اشیاء دودھ کی کوالٹی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

سوال۱۱ کیا آپ لوگوں کو وجہ معلوم ہے کہ کرشن جی مہاراج کی گائیں دوسرے لوگوں کی گائیوں سے زیادہ اور بہتر دودھ دیتی تھیں؟

جواب سنا ہوا ہے، لیکن وجہ معلوم نہیں۔

وجہ جس وقت کرشن جی مہاراج نے اپنی گائیوں کو اکٹھا کرنا ہوتا تھا تو بانسری کی دھن بجاتے تھے۔ جس پر تمام گائیں اکٹھی ہو جاتی تھیں۔ اُن کی بانسری کی دھن پہ اُن کے پیچھے پیچھے چلتی تھیں۔ ڈیرے پر لے جا کر جب اُن کا دودھ دوھیا جاتا تھا تو ان گائیوں کے دودھ کی مقدار اور کوالٹی دوسری گائیوں کے دودھ سے بہتر ہوتی تھی۔ حالانکہ گائیوں کی نسل اور خوراک بالکل ایک جیسی ہوتی تھی۔ یہ سوچنے کی بات ہے کہ کرشن جی مہاراج کی گائیوں پہ اللہ کی رحمت تھی۔ یہ اُن کا باگھ تھا یا اُن کی بانسری کا کمال اور برکت تھی۔؟ آج سے کوئی تیس چالیس سال قبل جرمنی کے مختلف فارموں پر مختلف گائیوں کو مختلف قسم کے میوزک سنا کر دودھ کی مقدار اور کوالٹی چیک کی جاتی رہی کچھ ہفتوں کے بعد جب یہ عمل مکمل ہو گیا تو اُنہوں نے دیکھا کہ جن گائیوں نے Mozart کا میوزک سنا تھا اُن کا دودھ دوسروں سے کافی زیادہ تھا اور کریم بھی

Marfat.com

زیادہ نکلی، حالانکہ گائیوں کی نسل خوراک اور ماحول وغیرہ ایک جیسا تھا۔ یہ تجربات جرمنی میں ایک جگہ ہے جس کا نام Fulda ہے جس کے نام پر Fulda Tyre جو دنیا میں بہت مشہور ہیں رکھا گیا وہاں کے ڈائریکٹر اینیمل ہسبنڈری Director Animal Husbandary جس سے میری 1961 سے واقفیت تھی اور ہم ایک دوسرے کو کبھی کبھار ٹیلی فون کرتے رہتے تھے۔ اُس نے مجھے اس پروجیکٹ کے بارے میں بتایا تھا تقریباً دو تین ہفتوں کے بعد میں نے اُس کو یہ تجویز دی کہ فارموں میں میوزک تبدیل کر دو جہاں پر Mozart ہے وہاں پر کوئی اور لگادے یعنی کہ Interchange کر دیں۔ جس کے نتیجے میں وہ گائیں جن کو عام میوزک سنایا گیا تھا اور اب Mozart سن رہی تھیں اُن کا دودھ بڑھ گیا۔ اور جو پہلے Mozart سن رہی تھیں اور اب عام میوزک سنا تو اُن کا دودھ کم ہو گیا۔

ان ساری باتوں سے میری دودھ کے متعلق اوپر بتائی ہوئی باتیں درست ثابت ہوتی ہیں۔ اس چیز کی سمجھ نہیں آتی کہ جب دودھ پلانے والی عورتیں اُونٹنیوں پر سوار ہو کر مکہ شریف کی طرف روانہ ہوتی ہیں اور سب بچوں کو لے جاتی ہیں تو صرف رحمت للعالمینؐ مکہ معظمہ میں رہ جاتے ہیں اور ایک بی بی جس کی اونٹنی دوڑنے کے قابل نہیں تھی وہ پیچھے رہ جاتی ہے اور سب سے آخر میں مکہ معظّمہ پہنچتی ہے۔ جب وہ پہنچتی ہے تو دوسری دودھ پلانے والی عورتیں سارے بچوں کو لے جاتی ہیں صرف ایک نادار بچہ تو بہ نعوذ باللہ رہ جاتا ہے جو حلیمہ بی بی کے حصے میں آتا ہے۔ یہ دو تین کہانیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے متعلق گھڑی گئی ہیں۔ ایک بات جو کہ حساب کی ہے وہ میں عرض کیے دیتا ہوں کہ جس گاؤں سے دودھ پلانے والی عورتیں مکہ معظّمہ آتی ہیں تو یہ

Marfat.com

بہت بڑی Coordination ہے کہ اُس گاؤں میں مائیں اُس وقت بچے پیدا کرتی تھیں جب مکہ معظّمہ میں بچے پیدا ہوتے ہیں تب بھی دودھ پلایا جا سکتا ہے۔

دوسرے موئرخین لکھتے ہیں حلیمہ سعدیہ کا گاؤں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اس چھوٹے سے گاؤں میں یہ کیسے ممکن ہے کہ وہاں کی عورتیں مکہ معظّمہ جو کہ اس گاؤں سے پندرہ بیس گنا بڑا تھا کے سارے بچوں کو کیسے دودھ پلا سکتی تھیں۔ اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ یہ ایسا ہوا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تو بہ نعوذ باللہ حضورﷺ اپنے رضاعی بھائی کا آدھا دودھ پیتے تھے تو یہ کیا رضاعی بھائی کا حق نہیں مارا گیا۔ دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ کی رضا سے رضاعی والدہ کا دودھ بڑھ گیا۔ جو کہ دونوں بچوں کے لیے کافی تھا۔ اگر دودھ کے چھوٹے معمولی سے معالمے میں جو کہ آج کل ایک آدھ دوائی کھانے سے بڑھ جاتا ہے اُس کو اللہ کا کرشمہ قرار دینا نعوذ باللہ اللہ سے زیادتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں اور یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ بغیر اللہ کی رضا پتا بھی نہیں ہل سکتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جتنی بھی خرافات اس وقت دنیا میں ہو رہی ہیں۔ اس میں بھی اللہ کی رضا ہے یہ سراسر غلط ہے۔ انسان خود چھلانگیں مارتا ہوا شیطان کے اثر و رسوخ میں چلا جاتا ہے۔ بعد میں اس کو اللہ کی رضا کہتا ہے۔ اگر یہ مؤرخ یہ لکھ دیتے کہ حضورﷺ کی رضاعی ماں کا دودھ اتنا بڑھ گیا کہ سارے مکہ معظّمہ کے بچوں کو پلانا شروع کر دیا دوسری رضاعی مائیں جو دوسرے بچوں کو لے گئی تھیں کیا اُن کا بھی دودھ بھی بڑھ گیا تھا۔ اگر نہیں بڑھا تو کیا یہ رضاعی اور اپنے بچوں سے زیادتی نہیں تھی۔

بچے کی پیدائش کی تکلیف کے بعد اللہ تعالیٰ نہ صرف انسانوں میں، بلکہ حیوانوں میں بھی ایک خاص محبت پیدا کر دیتا ہے اور یہ اسی محبت کا نتیجہ ہوتا ہے کہ ماں

Marfat.com

کی چھاتیوں میں دودھ آ جاتا ہے۔ اولاد کو دودھ پلانے میں ماں کی نہ صرف خوشی ہوتی ہے، بلکہ ذہنی اور جسمانی طور پہ ایک خاص قسم کا سکون پیدا ہوتا ہے اور اگر یہ ساری اشیاء ماں کو میسر نہ آئیں تو یہ ماں کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کو کبھی بھی قبول نہیں ہو سکتی۔

میں اوپر بھی بیان کر چکا ہوں کہ مختلف ماؤں کے کدھر دودھ مختلف اقسام کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا حضور رحمت للعالمین ﷺ کی والدہ جیسا دودھ کل کائناتوں میں نہ کسی کا تھا نہ کسی کا ہے اور نہ کسی کا ہوگا۔ ایسے پاکیزہ قابل احترام دودھ سے حضور ﷺ کو محروم کرنا ایک مؤرخ کا ہی کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے اور واضح طور پر فرمایا ہے کہ ماں بچے کو دو سال تک دودھ پلائے۔ تو بہ نعوذ باللہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کی والدہ اللہ کے اس واضح حکم کی خلاف ورزی کرے۔ اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ جی اُس وقت تو قرآن حکیم تو موجود ہی نہیں تھا۔ میں اس بات کا واضح جواب دینا یہیں مناسب سمجھوں گا۔

۱ حضور ﷺ نے نبوت سے پہلے کبھی بھی بت پرستی نہیں کی۔

۲ حضور ﷺ نے نبوت آنے سے بیشتر کوئی ایسا کام نہیں کیا جس میں کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی ہوتی ہو اور ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

یہی مثال اُن کی والدہ محترمہ پہ عائد ہوتی ہے جس میں انہوں نے کوئی ایسی چیز جو ماضی حال یا مستقبل میں اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہو کی ہو۔

ہماری کتاب رحمتہ للعالمین ایک نظر میں، جو حضور ﷺ کی رضاعی ماؤں کے متعلق ذکر ہے، وہ حاجی نواز صاحب کا لکھا ہوا ہے میں نے ویسے کا ویسا ہی شائع کر دیا۔ کیونکہ وہ

Marfat.com

اپنی بات اور جو عام کتابوں میں لکھا ہوا ہے اس پر بضد تھے، لیکن بعد میں میری اُن کے ساتھ ایک لمبی گفتگو ہوئی جس پر اُنہوں نے کہا کہ ملک صاحب آپ کے دلائل سننے کے بعد میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ ان دلائل میں بہت وزن ہے اور مجھے بھی دو تین بچوں کے علاوہ جن کو کہ رضاعی ماؤں نے دودھ پلایا اور کوئی واقعہ نظر میں نہیں آیا۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس الف لیلائی مؤرخ نے یہاں تک حساب رکھا کہ فلاں بچے کو فلاں لونڈیا نے ایک دن دودھ پلایا تو اُس کے لیے یہ ایک معمولی بات تھی کہ وہ مکہ شریف کے جتنے بھی بڑے لوگ تھے اُن کا بھی حساب کتاب درج کرتا، مگر ایسا کہیں نہیں ہوا عرب کے دوسرے شہروں کی تواریخ میں کہیں بھی ایسا نہیں پایا جاتا کہ عورتوں نے اپنی جسمانی خوبصورتی کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے بچوں کو دودھ پلانے سے انکار کیا ہو۔

موجودہ چند ایک محققین کا کہنا ہے کہ رضاعی ماؤں کے گاؤں والے لوگ کیونکہ غریب تھے، لہٰذا مکہ معظّمہ کے امیر لوگوں نے یہ روایت نکالی کہ اس قبیلے کی مالی سرپرستی کرنے کے لیے دودھ خریدنے کا طریقہ اپنایا تھا میرے خیال میں اس بات میں کوئی وزن نہیں ہے کہ کسی کی غربت کی وجہ سے اُس قبیلے کے نومولود بچوں کو ماں کے آدھے دودھ سے محروم کر دیا جائے۔ آج کل بھی دنیا میں بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو بچوں کو ڈبوں وغیرہ کا دودھ پلاتی ہیں اور کچھ سالوں کے بعد خود کئی ایک بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔

دنیا کے تمام سائنسدان اس بات پہ متفق ہیں کہ ماں کے دودھ کے متبادل دنیا میں کوئی شئے نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک معجزہ ہے کہ ہر بچے کی ضرورت اور

پرورش کے مطابق اللہ تعالیٰ اُس کی والدہ کو دودھ عطا فرماتا ہے جس طرح دنیا کا ہر شخص ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے' اسی طریقے سے ہر ماں کا دودھ بھی مختلف ہوتا ہے جو صرف اُس بچے کے لیے ہوتا ہے جس کو اُس ماں نے جنم دیا ہے۔ اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ وہ عورت جو اپنے بچے کا دودھ بیچتی ہے اس کو کتنی مجبوری ہوگی اور کتنی تنگ دستی ہوگی کہ وہ اس کام کے لیے تیار ہو جائے۔ گویا تنگ دستی کی انتہا ہے تنگ دستی میں رہنے والی عورت کی خوراک اور ماحول وغیرہ کا اثر اُس کی دودھ کی نوعیت پر پڑتا ہے۔ اب سوچنا یہ ہے کہ کسی کی تنگ دستی سے اس طریقے سے فائدہ اُٹھانا کہاں کی انسانیت ہے۔ خداوند تعالیٰ کے احکام کے مطابق اور عام دستور کے لحاظ سے بچے کو دو سال تک دودھ پلانا چاہیے۔ اگر اس دوران میں عورت کو پھر حمل ہو جائے تو اس کے متعلق کیا احکامات ہیں میرے نظریے میں یہ بات بڑی سیدھی سادھی ہے کہ ایک غریب عورت جو بیچاری غربت کی وجہ سے اپنا دودھ بیچنے پر مجبور ہوگئی ہو حاملہ ہونے کے چند مہینوں کے بعد وہ تین بچوں کو کیسے خوراک مہیا کر سکتی ہے اس Deficiency کا اثر دونوں بچوں اور ہونے والے بچے پر بہت بری طرح ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کو کسی بھی صورت میں پسند نہیں ہوسکتا۔

یہ بات بھی پڑھنے میں آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کوئی نبی چھوٹے موٹے خاندان میں پیدا نہیں کیا۔ نبی کی پیدائش اُس کی قوم اصلاح کے لیے ہوتی ہے اور اصلاح کا کام مشکل ترین کام ہوتا ہے کیونکہ نبی کی پیدائش سے پہلے جو بھی طاقتور طبقہ ہوتا ہے۔ وہ صراط مستقیم سے ہٹ جاتا ہے۔ اُن طاقتور لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جو شخص اُن کو متنبہ کرتا ہے وہ کوئی عام شخص نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ بھی ایک

طاقتور طبقے سے تعلق رکھتا ہے، لہٰذا حضورﷺ کے بچپن کے متعلق جو کچھ بھی کہا جارہا ہے وہ تو بہ نعوذ باللہ اُن کی بے عزتی کے مترادف ہے

رسول اللہﷺ کی رضاعی مائیں اور بہن بھائی

والدہ محترمہ کے بعد دودھ پلانے والیاں

رضاعی مائیں، رضاعی بہن، بھائی

1۔ حضرت ثوبیہ (ابولہب کی لونڈی)

☆ حضرت ثوبیہ کی گود میں اس وقت حضرت مسروحؓ (ان کے بیٹے) تھے۔

☆ رسول اللہﷺ سے پہلے حمزہؓ کو دودھ پلایا۔

☆ رسول اللہﷺ کے بعد حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد کو دودھ پلایا۔

2۔ حضرت حلیمہ سعدیہ

☆ حضرت حلیمہ سعدیہ کی اولاد

1۔ عبداللہ۔

2۔ انیسہ۔

3۔ حذافہ یا جذفہ (لقب شیماؓ) رسول اللہﷺ کو گود میں کھلایا کرتی تھیں

☆ حضرت حلیمہ نے جن دوسرے بچوں کو دودھ پلایا۔

Marfat.com

1۔حضرت حمزہؓ کوایک دن دودھ پلایا (حضرت حمزہؓ سے دوہری رضاعت ہوئی)

2۔ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب۔

ان اصحاب کے علاوہ دودھ پلانے والی ماؤں کا ذکر کہیں اور موجود نہیں۔ خدا کی قسم میرے آقا محمد مصطفٰے ﷺ رحمتہ للعالمین ابولہب (جوکہ اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا) کی لونڈیا حضرت ثوبیہ کا دودھ نہ تو پی سکتے ہیں اور نہ اللہ ان کو پلوا سکتا ہے۔

حضور رحمتہ العالمین ﷺ کی غربت کے متعلق تشریح اور حق مہر

حضور ﷺ فرماتے ہیں غریب وہ ہوتا ہے جس کے پاس علم اور ایمان نہ ہو۔

اس تشریح کے بعد میرے خیال میں اس معاملے پہ مزید لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے سوفی صدی ثابت ہوجاتا ہے کہ جو مصنف یا عالمِ دین حضور ﷺ کو غریب قرار دیتے ہیں وہ سراسر غلط کہتے ہیں۔ ایسے ترجموں میں ہمیشہ ہمارے کتابی بھائیوں کا ہاتھ رہا ہے، جن کے ہاتھوں یہ مصنفین وغیرہ ORIENTALISTS کے ترجمہ یا ان کی تحقیق سے استعفادہ کرتے ہیں یا اس کے علاوہ کوئی چھپا ہاتھ ہے جو ان مصنفین سے حضور ﷺ کی کردار کشی کیلئے ایسی غلط باتیں لکھوا لیتے ہیں۔

Marfat.com

☆ 20 نہایت اعلیٰ قسم کی اونٹنیاں

☆ 400 مثقال سونا

یہ وہ اشیاء ہیں جو حضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو نکاح کے موقع پر مہر کی صورت میں ادا کر دیں۔ جو شخص یہ ساری چیزیں جانتا ہے یا پڑھی ہوئی ہیں اور اسے معلوم ہیں کہ حضور ﷺ نے وہ حق مہر جو آج کل کئی لاکھوں روپے کے برابر بنتا ہے مہر کے موقع پر ادا کر دیں۔

☆ حواشی: 1) سیرت النبی ﷺ کامل از ابن ہشام جلد اول صفحہ 212

2) مدارج النبوی ﷺ از شیخ عبدالحق دہلوی صفحہ 38

ہمیشہ سے ایک دستور چلا آرہا ہے کہ حق مہر دولہا کی مالی حیثیت کے مطابق اور دلہن کی ڈیمانڈ کے مطابق قائم کیا جاتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق حق مہر کی رقم انسان کے Assets (اثاثہ جات) کی مالیت کا تقریباً 2 سے 3 فیصدی ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے جو مہر ادا کیا۔ اس کو اگر 50 سے ضرب دی جائے تو اندازاً مکمل اثاثہ سامنے آجاتا ہے جو کروڑوں میں بنتا ہے۔

ایک طرف تو یہ مال و دولت اور دوسری طرف بیوی کا مال و دولت، ان کو اگر ایک طرف اکٹھا کر لیا جائے اور دوسری طرف حضور ﷺ کے اثاثہ جات جو پہلے بیان کئے جا چکے ہیں وہ رکھ لئے جائیں تو بیلنس شیٹ یوں بنتی ہے کہ حضور ﷺ کی جائیداد آخری ایام میں تین اونٹ اور کچھ بھیڑ اور خچر وغیرہ رہ گئے تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بقایا کہاں گئے؟ جو بات میری ناقص عقل میں آتی ہے وہ یہ کہ نبوت کے بعد حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی وحی آئی تو ان میں سے ایک

Marfat.com

وحی یہ بھی تھی کہ جس میں لوگوں کو یہ کہا گیا تھا کہ جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہے وہ بانٹ دو، وگرنہ ان سے چھین لو۔ لہٰذا اتنا کچھ کرنے کے بعد جو بچا تھا۔ ذاتی ضرورت کا رکھ کر بانٹ دیا گیا اور یہی صحیح اسلام ہے۔

اتنے عظیم کاروباری اور متمول انسان کو ایک غریب اور بے سہارا انسان بنانے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ یہ صرف اور صرف حضورﷺ کی کردار کشی کرنے کیلئے تمام واہیات اور من گھڑت غلط قسم کے واقعات گھڑے گئے ہیں۔ گھٹیا اور کمینے قسم کے بکاؤ مال جو اپنے آپ کو تاریخ دان کہتے ہیں تھوڑے سے معاوضے پر یہ حرکات کرتے رہے ہیں۔ یورپ کے مؤرخین تو اس سے زیادہ بدتمیزی کرتے ہیں جو میں لکھنا تو درکنار سوچ بھی نہیں سکتا۔

رحمۃ اللعالمینﷺ اور ام المومنینؓ کے نکاح سے ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ نکاح سے بیشتر لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں ...... گفتگو کر سکتے ہیں ..... لڑکی اپنی مرضی کے مطابق خود رشتہ مانگ سکتی ہے اور مانگا ...... خود حق مہر مانگ سکتی ہے اور دونوں یعنی لڑکا اور لڑکی آپس میں طے بھی کر سکتے ہیں۔ جہاں نہ کرنا چاہیں تو ان کے والدین یا ان کا کوئی نمائندہ ایسا کرسکتا ہے۔ اب مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ وکیل کی آمد کس حالت میں اور کیونکر ضروری ہے؟ سب میں ضروری نہیں ہے۔ جہاں لڑکا اور لڑکی کے والدین معاملے کو آپس میں طے کریں تو وہاں ان کی حیثیت وکیل کی کہی جا سکتی ہے۔

25 سال کی عمر سے لیکر 40 سال کی عمر تک حضورﷺ کا نام بڑے کاروباری لوگوں میں شامل ہو گیا تھا۔ اور اس کاروبار میں حضورﷺ اور ام المومنین بی بی

خدیجہؓ کی شراکت برابر قائم رہی۔

نبوت کے اعلان کے بعد حضورﷺ نے نہ صرف اللہ کا پیغام لوگوں کو دیا ، بلکہ حضورﷺ نے اپنے کاربار کا بیشتر حصہ اور ام المومنین بی بی خدیجہؓ نے بھی اپنے کاروبار کا بیشتر حصہ اُن نومسلم غرباء پر اس طرح خرچ کیا کہ ان کو چھوٹے چھوٹے کاروبار کھلوا دیئے۔ غلاموں کو خرید کر نہ صرف آزاد کیا گیا، بلکہ ان کیلئے روٹی، کپڑے اور مکان کا بھی انتظام کیا گیا۔ جب آپ ایک بات غور سے دیکھیں گے کہ شروع شروع میں جو مسلمان ہوئے اور پہلے صحابہ کرام بنے ،ان میں ماسوائے چند لوگوں کے باقی سارے غیر تعلیم یافتہ غلام تھے۔ ان پر سب سے پہلے حضورﷺ اور بی بی خدیجہؓ نے اپنی دولت خرچ کی۔ بعد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ اس کارِ خیر میں شامل ہو گئے۔ اور انہوں نے کسی مسلمان کو کسمپرسی کی حالت میں نہیں چھوڑا، بلکہ ہر لحاظ سے ہر قسم کی امداد کر کے انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کیا۔

اسی دوران میں حضورﷺ اور دیگر صحابہ کرام کا مقاطعہ کر دیا گیا اور ان لوگوں نے بیابان، صحرا اور کڑکتی دھوپ میں نہایت ہی سخت حالات میں تقریباً تین سال وہاں قیام کیا اور جو کاروبار اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بعد بچا تھا ،اس میں بجائے اضافہ کے کمی واقع ہوگئی۔ ام المومنین حضرت خدیجہؓ اس زمانے میں شط العرب کی امیر ترین خاتون تھیں اور ساری زندگی نہایت آرام و آسائش سے گذاری تھی۔ انہیں تین سال تک یہ جبر و تشدد اور غیر انسانی سلوک برداشت کرنا پڑا اور انہوں نے اس کے خلاف ایک کلمہ تک نہیں کہا۔ وہیں پر آپؓ

Marfat.com

بیمار رہنے لگیں اور اس کے بعد کبھی صحت یاب نہ ہوئیں اور اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ گو یا کہ دنیا کی پہلی مسلمان خاتون شط العرب کی امیر ترین خاتون، رحمۃ العالمین ﷺ کی زوجہ مطہرہ نے مالی اور جسمانی قربانی دیکر اسلام کی بنیاد رکھنے میں ایک عظیم کردار ادا کیا۔ یہ دو قربانیاں یعنی دولت اور جان بیک وقت ایک شخص نے اللہ کی راہ میں کی ہوں شاید ہی دنیا میں کہیں اور نظر آئی ہوں، لیکن اسلام کے ان تاریخ دانوں نے ان کو بھی صحیح مقام نہ دیکر ان کی بھی کردار کشی کی ہے۔

معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا، بلکہ کچھ لوگ تو اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ ان کے کہنے کے مطابق جس وقت حضرت جبرائیلؑ وحی لیکر تشریف لائے تو انہوں نے یہ وحی حضرت علیؓ کو دینے کی بجائے بھول کر حضرت محمد ﷺ کو دیدی۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر دس سال تھی۔ گویا کہ بھول کر وحی ایک بچے کی بجائے ایک چالیس سالہ نوجوان کو دیدی گئی اور پھر یہ غلطی بیس بائیس سال تک چلتی رہی...... اللہ تعالیٰ نے درست ہی نہیں کروائی...... یہ بھی حضور ﷺ کی کردار کشی کا ایک طریقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں حساب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مدینہ شریف میں حضور ﷺ کے پاس مندرجہ ذیل اشیاء اور جانور تھے۔

گھوڑے	7 عدد
خچر	5 عدد
گدھے	3 عدد
اونٹ	3 عدد

Marfat.com

اور اسلحہ میں یہ چیزیں شامل تھیں:

تلواریں	9عدد
زرہیں	7عدد
کمانیں	4عدد
ڈھالیں	2عدد
نیزے	7عدد

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضورﷺ کو ان کی دیکھ بھال کرنے کیلئے اور ان کے چارہ وغیرہ کا انتظام کرنے کیلئے نہ صرف ملازم درکار تھے، بلکہ ایک اچھی خاصی بڑی جگہ بھی درکار تھی۔ جب کہ ام المومنینکے اخراجات ان کے علاوہ تھے اس کے علاوہ ان کے گزارہ کیلئے باغ فدک بھی تھا۔ اس کی آمدنی بھی حضورﷺ کو ملتی تھی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضورﷺ نے دولت کو Accumulate (اکٹھا) نہیں کیا ہوا تھا۔ جو غیر اسلامی ہے بلکہ اتنے وسائل تھے کہ جس سے کہ ان کا گزارہ ہوتا رہا۔

رحمت للعالمین، مسجد نبوی اور جنت البقیع کی کردار کشی

ان الف لیلوی مؤرخین نے حضورﷺ کی ازواج کو بھی نہیں بخشا۔ اُن کے متعلق تہمتیں لگائی گئیں۔ جن کی پاکیزگی کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں گواہی دی۔ انہوں نے ان کے متعلق ایسی خراب احادیث بنا دیں کہ اس پر ایک ہندو نے ایک

Marfat.com

کتاب رنگیلا رسول کے نام سے شائع کر دی اور اس کتاب میں اُس نے اپنی طرف سے کوئی چیز نہیں لکھی تھی ۔ بلکہ صرف اور صرف احادیث لکھی تھیں ۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے بے انداز ایسی احادیث کو غلط اور بے بنیاد قرار دیا ہے۔

کہ رحمت للعالمین ﷺ نے تو بہ نعوذ باللہ:

1. ماں کے دودھ کی بجائے غیر عورتوں کا دودھ پیا۔

2. بچپن میں اُونٹ چراتے رہے اور اس مزدوری کے پیسے تو بہ نعوذ باللہ اپنے چچا کو دیتے رہے۔

3. بڑے ہوئے تو ایک بڑی عمر والی مالدار بیوہ عورت سے شادی کر لی وغیرہ وغیرہ۔

4. وہ بزرگ دوست (حضرت ابوبکر صدیقؓ جو حضور ﷺ کے نکاح کے گواہ تھے) تو بہ نعوذ باللہ اُن کو غاصب (مسلمان غاصب نہیں ہوتا) قرار دے دیا۔

5. حضرت عمر فاروقؓ جن کو کہ رحمت للعالمین ﷺ نے دعا مانگ کر اسلام قبول کروایا تھا اور جن کے اسلام قبول کرنے کے بعد پہلی مرتبہ کھلے میدان میں اذان دی گئی ۔ اُن کی رحمت للعالمین ﷺ کی دختر نیک اختر سے تکرار دکھلا دی ۔ ان کو بھی غاصب قرار دے دیا۔

6. حضرت عثمان غنیؓ جنھوں نے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بنوائی ہوئی مسجد نبوی کو اپنا مال و دولت خرچ کر کے دوگنا کیا جنھوں نے جنت البقیع کی زمین خرید کر دی جہاں نہ صرف رحمت للعالمین ﷺ کی ازواج بلکہ دختر نیک اختر فاطمۃ الزہراؓ حضرت امام حسنؓ اور اُن کی اُولاد اور بیشتر صحابہ کرام دفون ہیں جنھوں نے اپنے تمام مال و

دولت کی قربانی دے دی۔ اُن کو غاصب قرار دے دیا۔ گویا کہ تمام بزرگان اسلام جو جنت البقیع میں دفن ہوئے، تو بہ نعوذ باللہ غیر مسلم کی زمین کو جنت البقیع کا نام کیسے مل گیا۔ اگر وہ غیر مسلم تھے تو اُن کی مسجد نبوی کی ایکسٹینشن میں لوگ نماز کیوں پڑھ رہے ہیں۔ اگر وہ غیر مسلم تھے تو مسجد نبوی مسجد نہیں رہتی کیونکہ زمین کا مالک غیر مسلم ہے یہ وہی مومن ہیں جنھوں نے کہ اپنے تمام کاروبار جائدادیں ہر چیز چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت حبشہ کی اور دولت کی قربانی دی جو سب سے بڑی قربانی گنی جاتی ہے جو کہ حضرت عثمان غنیؓ نے کئی مرتبہ کی۔ ساری دولت کی قربانی دینے کے بعد آدمی کے پاس کچھ نہیں رہتا اور انہیں بھوک کا مقابلہ بھی کرنا پڑتا ہے۔ بابا بلھے شاہ فرماتے ہیں:

بلھیا موتوں بھُک ری
راتیں کھا کے ستوں
دنیں فیر کھڑی

جس کا مطلب ہے کہ موت ایک دفعہ آجاتی ہے اور معاملہ ختم ہو جاتا ہے، لیکن بھوک ایک ایسی چیز ہے جو آتی ہے کھانا کھا کر اس کو ختم کرتے ہیں اور صبح پھر آجاتی ہے۔

اب سوچنا یہ ہے کہ رحمت للعالمین ﷺ کو اتنا نادار اور بے یارومددگار ہونے کی جو جھوٹی داستانیں بنا کر دکھلایا جاتا ہے اس کی وجہ کیا ہے

اگر آپ تیس چالیس سال یورپ میں رہے ہوں، تعلیم حاصل کی ہو یورپ اور اپنے شہر کے معززین اور پڑھے لکھے لوگوں سے آپ کے رابطہ ہو (جو کہ شاذ و نادر ہی ہم کو میسر آتے ہیں) یونیورسٹی کی ڈیبیٹ میں شامل ہوتے ہوں مختلف مذاہب کے لوگوں

Marfat.com

سے گفت وشنید ہوتی رہی ہو۔ اُن کے وہ سوالات جو کہ عام طور پر ہم نے یہاں پر یعنی کہ اپنے ملک میں کبھی نہیں سنے ہوتے، وہ نہ صرف سننے پڑتے ہیں، بلکہ ان کا جواب بھی دینا ہوتا ہے اور جواب معقول ہونا چاہیے یہ نہیں کہ ہم اُن سے گھسن مکی (ہاتھا پائی) ہو جائیں یہ مہذب لوگوں کا شعار نہیں ہے کچھ سوال جواب میں نیچے لکھ رہا ہوں۔

الف Rabbies (ربی) جو کہ یہودیوں کے مولوی ہوتے ہیں، وہ اپنے مذہب کو ماں سے منسوب کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں فلاں یہودی کا بیٹا ہوں۔ اُس کو یہودی نہیں مانتے، بلکہ سوال کرتے ہیں کہ آیا تیری ماں یہودن تھی یا نہیں؟ اس کی وجہ ہزاروں سال پرانی ہے۔

ب یہودیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت اسحاقؑ کی والدہ ایک شہزادی تھیں اور حضرت اسماعیلؑ کی والدہ بقول اُن کے ایک کنیز تھیں۔

ج حضرت موسیٰؑ نے پوری دنیا کو قانون عطا فرمایا جو ہمارے رحمتہ للعالمین ﷺ نے قرآن میں نقل کر دیا۔

د قرآن حکیم میں ہمارے رسول یعنی حضرت موسیٰ کا Direct and Indirect حالتوں میں کوئی پانچ سو مرتبہ ذکر آیا ہے۔ آپ کے رسول اللہ ﷺ کا اتنا ذکر نہیں۔

ڈ ہمارے رسول یعنی کہ حضرت موسیٰ کو جب فرعون کی بیوی محل میں لے گئی اور بچے کے دودھ کے پلانے والی رضاعی ماں کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ مختلف عورتوں کو بلایا

Marfat.com

گیا، لیکن حضرت موسیٰؑ روتے رہے اور کسی بھی عورت کا دودھ پینے سے انکار کر دیا اور صرف اپنی ماں کا مقدس دودھ پیا۔ جبکہ تمھارے رسول اللہ ﷺ نے خریدا ہوا دودھ اور لونڈیا کا دودھ پیا۔

ذ حضرت اسحاقؑ کی اُولاد میں سے تمام نبی آئے حضرت اسماعیلؑ سے صرف ایک یعنی کہ حضور ﷺ۔

ر تمھارے رسول ﷺ کا قبلہ اول یروشلم (بیت المقدس) کی طرف تھا جو کہ ہمارے رسول حضرت موسیٰؑ کا قبلہ تھا۔

رضاعی مائیں

میں نے رحمت اللعالمین ﷺ کے متعلق مختلف مؤرخین کی بے بنیاد باتوں خاص طور پر وہ جس میں کہ حضور ﷺ کو نہایت غریب ظاہر کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں اور حضور ﷺ کی رضاعی ماؤں کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور جس کے متعلق میں نے مختلف مضامین میں بتایا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں اِس لیے میں اَب رضاعی ماؤں کا اَب چھوٹا سا مضمون لکھ رہا ہوں تا کہ کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہو اور اگر ہے تو اِس کا ازالہ ہو جائے۔

حضور ﷺ کی ازواج کی تعداد عموماً بارہ (۱۲) بتائی جاتی ہے۔ اِسکے علاوہ گھوڑے، اُونٹ، بھیڑیں مختلف قسم کے جنگی اوزار باغِ فدّک حضور ﷺ کے تمام مویشیوں اور اسلحہءِ نبوی کی لسٹ میری کتاب رحمت اللعالمین ایک نظر میں صفحہ ۳۲

تا ۳۴ میں دی گئی ہے۔ اِن تمام ازواج کا خرچہ اور دوسرے تمام اخراجات کو برداشت کرنے والا شخص کو غریب کہنا یا تو حماقت ہے یا کم عقلی یا پھر میرے حساب کے مطابق کردار کشی کی گئی ہے۔ حضورﷺ اپنے تمام اخراجات پورا کرنے کے بعد جو کچھ بچتا تھا وہ اللہ کے نام پہ نیک کاموں پر خرچ کرتے تھے۔

جہاں تک تعلق رضاعی ماؤں کا ہے اسکے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس بہانے امیر مستورات اپنے جسم کی خوبصورتی کو محفوظ کرنے کے لیے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی تھیں بلکہ بچوں کو کسی اور عورت کے دودھ پر ڈال دیتی تھیں جسکا معاوضہ ادا کر دیا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ امیروں کے نخرے ہوتے تھے جس سے کہ عوام کو متاثر کیا جاتا تھا کہ بچے کے والدین بہت رئیس ہیں۔ یہاں پر ایک بڑا (اختلاف)contradiction آجاتا ہے۔ ایک طرف تو یہ بات ہے اور دوسری طرف رضاعی ماؤں میں سب سے غریب بی بی حلیمہ ہیں کہ اُن کی اُونٹنی سب سے کمزور ہے اور آخر میں اُن کو وہ بچہ ملتا ہے جو کہ سب بچوں کے چلے جانے کے بعد اکیلا رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ماں اپنے بچے کو تقریباً دو سال تک اپنا دودھ پلائے۔ میرا ایمانِ کامل ہے کہ رحمت اللعالمینﷺ کی پیدائش سے لیکر اللہ کو پیارے ہونے تک آپﷺ سے کوئی ایسا عمل سرزد ہوا جس سے کہ اللہ کے اُس قرآن کی (جو لوح محفوظ میں ہے) حکم عدولی ہوئی ہو اور نہ ہی ایسی کوئی حکم عدولی آپﷺ کی والدہ ماجدہ سے ہو سکتی تھی۔ لہٰذا آپﷺ نے تقریباً دو سال تک اپنی والدہ محترمہ کا دودھ پیا۔ بعد میں آپﷺ کو بی بی حلیمہ اپنے ساتھ اپنے گاؤں لے گئیں تا کہ وہاں پر

آپ ﷺ خالص عربی سیکھ سکھیں ۔اِس کا دودھ پلانے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

رضاعی مائیں وہ ہوتی ہیں جو اپنے علاوہ دوسرے بچوں کو دودھ پلا کر اُسکا معاوضہ لیتی ہیں۔آجکل پاکستان میں بچے کی پیدائش کے وقت آٹھ سے دس فیصد عورتیں فوت ہو جاتی ہیں حاص طور پر پہلے بچے کی پیدائش پر۔بہت سی تحقیقات کرنے پر یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ آج سے چودہ پندرہ سال پہلے زچگی کے دوران ماؤں کی اموات ۲۵ فیصد سے بھی زیادہ ہوتی تھیں۔جب ہر چوتھا بچہ کہ پیدائش سے ہی ماں کا دودھ میسر نہ آئے تو اُس کو بزرگ لوگ دوسری عورت سے قیمت طے کر کے دودھ پلا کر لیتے ہیں۔بہت بڑے بڑے علمائے دین کا یہ فتویٰ ہے اور اِسکو سیدنا اِمام خمینیؒ نے بڑے تفصیل کے ساتھ فرمایا ہے چونکہ باپ **Natural Guardian** ہے اِس لیے باپ کو اپنی بیوی جو اُسکے بچے کی ماں بنتی ہے اُسکو دودھ کے پیسے دینے پڑیں گے۔جس طرح بیوی کا حق مہر نان نفقہ اور جیب خرچ ہوتا ہے۔امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ یہ جتنے بھی اخراجات ہیں جو خاوند بیوی کو دیتا ہے یہ پیسے حساب سے بالاتر ہیں۔گویا خاوند بیوی سے اِسکا حساب نہیں مانگ سکتا۔بیوی جس طرح چاہے اِسکو خرچ کر سکتی ہے یا جس کو چاہے دے سکتی ہے۔ماں کے دودھ کے متعلق سیدنا امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ماں اپنے دودھ کے پیسے جو وہ اپنے بچے کو پلائے گی زیادہ مانگے اُس صورت میں ماں کو مارکیٹ ریٹ کے مطابق پیسے دیئے جائیں لیکن ادائیگی ضروری ہے۔

رضاعی مائیں صرف اُن بچوں کو دودھ پلاتی ہیں جس بچے کی والدہ فوت ہو گئی ہو یا جس کی چھاتیوں میں دودھ ختم ہو گیا ہو (ایسا کبھی دیکھنے میں نہیں آیا) والدہ

Marfat.com

کی موجودگی میں رضاعی ماں کا کسی غیر بچے کو دودھ پلانا قرآن حکیم کے احکامات کے سراسر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ماں کم از کم دو سال تک بچے کو دودھ پلائے۔ اِس حکم کی خلاف ورزی قرآن حکیم کی خلاف ورزی سمجھی جائے گی جو کہ نہ ہی رحمۃ اللعالمینؐ کی والدہ سے ہوسکتی ہے اور توبہ نعوذ باللہ حضورؐ سے ہوسکتی ہے۔

یہودی کُتب میں بار بار اِس چیز کا ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ توبہ نعوذ باللہ ایک لونڈی کی اولاد تھے جبکہ حضرت اسحاقؑ کی والدہ شہزادی تھی یہودی مورخین نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق بے بنیاد قسم کی کہانیاں گھڑ دیں اور یہاں تک کہہ دیا کہ حضرت عیسیٰؑ ایک اصطبل میں پیدا ہوئے تھے جبکہ ایک درخت جس کو اللہ نے اتنا جھکا دیا تھا کہ وہ خیمہ بن گیا تھا وہاں پر حضرت عیسیٰؑ کی ولادت ہوئی اور یہودیوں نے اِسکو اصطبل بنا دیا۔ جس پہ کہ عیسائی بھی آج تک یقین رکھتے ہیں' اسی لیے اللہ تعالیٰ کے لیے یہ ضروری ہوگیا کہ اِسکی تردید قرآنِ حکیم میں کریں۔ ہم مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق ایک بڑے درخت کو اللہ تعالیٰ نے خیمے میں تبدیل کر دیا۔

اسی طرح سے یہودیوں اور عیسائیوں نے حضورؐ کی پیدائش اور دودھ کے معاملے کو حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کے مدِّ مقابل کر کے حضورؐ کے رُتبے کو حضرت موسیٰؑ سے کم ظاہر کیا ہے کہ حضورؐ نے مول کا اور لونڈی کے دودھ سے پرورش پاتے رہے جو کہ سراسر غلط ہے۔

جیسا کہ اوپر مفصل اور مکمل طور پر بیان کیا جا چکا ہے اس سے بغیر کسی شک و شُبہ کے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ دودھ والا قصہ حضورؐ کی کردار کشی کے لیے گھڑا

Marfat.com

گیا ہے۔

رضاعی مائیں اور کردار کشی

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ رضاعی ماؤں کی ضرورت اس وقت پڑتی تھی جب دوران پیدائش بچہ زندہ رہ جائے اور زچہ فوت ہو جائے یا بچے کو دودھ پلانے کے عرصہ میں اس کی ماں فوت ہو جائے تو رضاعی ماں کی ضرورت پڑتی تھی۔ میرے اپنے خاندان میں جب میری نانی صاحبہ کے ہاں میری والدہ کی پیدائش ہوئی، اسی زمانے میں نانی جی کی ہمشیرہ جس کی گود میں ایک ننھا سا بیٹا تھا، وہ فوت ہو گئیں۔ چنانچہ وہ بچہ اور میری والدہ دونوں میری نانی کا دودھ پیتے تھے۔ اس طریقے سے میری نانی جی میرے ماموں صادق کی نہ صرف خالہ رہئیں بلکہ رضاعی ماں بھی ہو گئیں۔ اس دودھ کا معاوضہ نہ دیا گیا، نہ لیا گیا۔ دوسری قسم کی رضاعی مائیں اپنے دودھ کا معاوضہ لیتی ہیں۔ آج تک نہ میں نے کبھی سنا ہے، نہ کہیں درج ہے کہ اصل ماں نے جسم کی خوبصورتی کو بحال رکھنے کیلئے اپنے بچے کو دوسری عورت کا دودھ پلایا ہو۔

جوں جوں پیٹ کے اندر بچے کی پرورش ہوتی رہتی ہے، اسی حساب سے ماں کی چھاتیوں میں آہستہ آہستہ دودھ پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس دودھ کے پیدا ہونے کی وجہ سے چھاتیاں دن بدن بڑھتی جاتی ہیں۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد اگر اس بچے کی والدہ دودھ نہ پلائے تو اکثر ان عورتوں کی چھاتیوں میں کئی قسم کی بیماریاں

Marfat.com

پیدا ہو جاتی ہیں۔ وقت کے گزر جانے کے ساتھ چھاتیوں میں دودھ تو خشک ہو جاتا ہے، لیکن سائز (Size) میں کمی نہیں آتی۔ اس وجہ سے چھاتیاں ڈھلک جاتی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بچوں کو دودھ نہ پلانے والی عورتوں کے جسم کی خوبصورتی کا تعلق دودھ پلانے یا نہ پلانے سے نہیں ہے۔

جس وقت عورت حاملہ ہوتی ہے تو دن بدن اسکا پیٹ بڑھتا جاتا ہے۔ بچے کی پیدائش کے بعد اس بڑھے ہوئے پیٹ پہ (Stretch Marks) جس کو ہماری عام زبان میں کھوگیاں بولتے ہیں پڑ جاتی ہیں۔ ڈھلکے ہوئے پیٹ کا کسی حد تک علاج ممکن ہے اور یورپ میں اکثر کیا جاتا ہے۔ بچوں کی پیدائش کے فوراً بعد چھوٹے سے بیگ جس میں گرم ریت پڑی ہوتی ہے وہ زچہ (جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہو) کے پیٹ پر رکھ دیتے ہیں۔ اور عورت سے کہا جاتا ہے کہ وہ بالکل نہ ہلے جلے نتیجتاً عورت کا پیٹ گرمائش اور وزن سے بہت حد تک سکڑ جاتا ہے۔ چونکہ یورپ میں شلوار اور ناڑے کا رواج نہیں، بلکہ عورتیں سکرٹ پہنتی ہیں اگر عورت کا پیٹ بڑھا رہے تو اس عورت کو اپنے لیے نئے سائز (Size) کے سارے کپڑے خریدنے پڑھتے ہیں۔ یہ مشکل کام ہے جبکہ ناڑا جہاں چاہیں Adjust کر لیں۔

ڈنیٹل میڈیسن میں ایک مثل مشہور ہے۔ "A child costs the mother one tooth" اس کا مطلب یہ ہے کہ دوران حمل بچہ اپنے جبڑوں کے لئے Nutrition ماں کے دانتوں سے لیتا ہے۔ عموماً ماں کی دھاڑ میں کے کوئی (Cavity) ہو جاتی ہے۔ جس کا پرانے وقتوں میں علاج میسر نہیں تھا، لہٰذا کچھ عرصے کے بعد اس داڑھ کو نکلوانا پڑتا تھا۔ یہ بہت تکلیف دہ ہوتا تھا۔ وہ قربانیاں

Marfat.com

جو ماں بچے کے ہوش سے قبل دیتی ہے۔اس کا معاوضہ عموماً بچے ادا نہیں کر سکتے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بچہ پیدا کرنے کے بعد عورت کے جسم کی خوبصورتی چاہے وہ بچے کو دودھ پلائے یا نہ پلائے پہلے کی طرح قائم نہیں رہتی۔ ہمارے ملک میں بہت سی ایسی نسلیں ہیں جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک بچہ پیدا کرنے کے بعد پھیل جاتی ہیں۔ پھیلنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان عورتوں کے ان اجزا پہ بہت سا گوشت اکٹھا ہو جاتا ہے، جہاں نہیں ہونا چاہئے، یہ ایک سرسری نگاہ میں نظر آجاتا ہے۔اس کے علاوہ تقریباً 35 سال کی عمر میں پہنچتے ہیں تو ان کیز (Muscls) میں نرمی آجاتی ہے۔اور یہ ڈھلک جانے کی وجہ سے موٹاپا پیدا ہو جاتا ہے۔جسکو کہ کسی بھی لحاظ سے خوبصورتی نہیں کہا جاسکتا۔

بقول شخص رضاعی ماؤں سے دودھ پلوانا امارت کی نشانی ہے اور بقول ان کے کہ امیر عورتیں اپنے جسم کی خوبصورتی کو بحال رکھنے کیلئے ایسا کرتی ہیں۔

بہت بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک طرف تو یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ حضور سرور کائنات ؐ بحیثیت شیر خوار بچے کے اتنے غریب (توبہ نعوذ باللہ) تھے کہ باقی سب بچوں کی رضاعی مائیں بچوں کو اونٹوں پہ سوار کروا کر اپنے گاؤں کو چلی گئیں۔جبکہ اماں حلیمہ نے حضورؐ کو گود میں لے کر گدھے پر سوار ہو کر اپنے گاؤں کا رخ کیا۔(Reference Urdu Encyclopedia)اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے ایسی من گھڑت جھوٹی داستان بنانے کا مقصد یہ تھا کہ رحمت للعالمینؐ کے بچپن کو اتنا غریب ظاہر کیا گیا ہے کہ باقی تو اونٹ کی سواریاں کریں اور حضورؐ کو گدھے پر چڑھا دیا ہے۔حضورؐ سے اور حضورؐ کی والدہ سے بچپن میں وہ کام کروایا

Marfat.com

جو کہ اللہ کے حکم کے خلاف تھا۔جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا اور اوپر بھی بیان کیا جاچکا ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو تقریباً دو سال کی عمر تک دودھ پلائیں ۔ پھر ایسا لکھنا جو ناممکن ہی نہیں بلکہ ظلم ہے۔ایسی چیزیں لکھنے والے سے بہت بڑا گناہ سر زدہوا ہے۔

میں بہت سالوں سے پاکستان یورپ کے مختلف ممالک اور امریکا میں علماء دین اور Orientlists سے دوسرے معاملات کے علاوہ اس پر بھی گفتگو کرتا رہا ہوں کہ کیا ایسا ممکن ہوسکتا ہے بجائے اس کے کہ وہ مجھے قائل کریں وہ خود یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ دودھ پلانے کا واقعہ شائد درست نہیں ۔اور اس فیشن کی تصدیق کرنے کیلئے کسی شخص کا یہ لکھ دینا کہ دودھ پلوانے کا رواج عام تھا،اور دوتین ناموں کا ذکر کر دیا گیا۔ یہ کہیں بھی نہیں لکھا ہوا پایا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ،حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ،حضرت علی مرتضیٰؓ،حضرت امام حسنؓ،حضرت امام حسینؓ یا ان میں سے کسی کی اولادوں نے یا کسی اور صحابہ کرام نے یہ مول کا دودھ پیا ہو۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ دودھ پلوانے کا رواج ایسے تیس فی صد بچوں کے لیے تھا،جن کی پیدائش کے دوران ان کی مائیں فوت ہو جاتی تھیں۔

جن صحابہ کرامؓ کا ذکر میں نے کیا ہے ان میں سے کسی کی بھی والدہ دوران زچگی فوت نہیں ہوتی ،لہٰذا مول کے دودھ کی کبھی ضرورت نہیں پڑی، ورنہ سینکڑوں کتابوں میں ایک بہت لمبی چوڑی لسٹ (List) بنی ہوتی جو کہیں بھی نظر نہیں آتی۔

چند ہفتوں کی بات ہے کہ میں نے ایک پڑھے لکھے صاحب سے درخواست کی کہ وہ رضاعی ماؤں کے سلسلے میں تحقیقات کریں کہ دوتین باعزت

Marfat.com

اصحاب کے علاوہ اور بھی اس زمانے کے لوگوں کی کسی رضاعی ماں کے متعلق کسی تحریر میں ان کا ذکر موجود ہے۔ اگر ہے تو کہاں ہے۔ انہوں نے چند کتب کا حوالہ دیا جن میں ایک کتاب رحمتہ للعالمین ؐ بھی شامل تھی جس کی تصنیف اس خادم نے کی ہوئی ہے۔ اس کتاب میں بھی رضاعی ماؤں کا ذکر موجود ہے، لیکن یہ Information حاجی نواز صاحب نے مختلف کتابوں میں سے اکٹھی کی تھی۔ جس کا ذکر میں نے پیش لفظ میں کر دیا ہے۔ میں نے حاجی نواز صاحب سے بھی اس معاملے پر گفتگو کی ہے جنہوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ رضاعی ماؤں کے متعلق میرے خیالات میں بڑا وزن ہے، اور اس پر دوبارہ غور سے مطالعہ کریں گے۔ ابھی تک ان کو اور دوسرے احباب کو کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی جس سے یہ ظاہر ہو کہ اہل قریش میں دو تین اصحاب کے علاوہ کہیں بھی کسی اور کا ذکر مول کے دودھ کے حوالے سے کیا گیا ہو۔ جس کا ذکر میری کتاب رحمتہ للعالمین ایک نظر میں کے صفحہ نمبر 4 پر یوں درج ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا واقع اور رضاعی ماں

جب فرعون کو یہ پتا چلا کہ بنو اسرائیل قوم میں ایک لڑکا ایسا پیدا ہو گا جو اُس کے اقتدار کو نہ صرف چیلنج کرے گا' بلکہ ختم بھی کر دے گا تو اُس نے تمام بنی اسرائیل کے نومولود لڑکوں کو قتل کروانا شروع کر دیا اور یہ ظلم وستم جاری تھا کہ ایک دن فرعون کے محل کے پاس جو کہ دریا کے کنارے پہ بنا ہوا تھا ایک نومولود بچہ جس کا کھٹولا لکڑی

Marfat.com

کے مچان پہ باندھا ہوا تھا کنارے سے لگ گیا۔ اس کو لونڈیاں اُٹھا کر محل میں ملکہ کے پاس لے گئیں۔ بچے کی معصومیت اور پیاری شکل کے باعث ملکہ نے بچہ گود لے لیا اور فرعون سے اس کی اجازت لے لی۔

اب ایک مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ بچے کو بھوک لگتی ہے اور وہ رونا شروع کر دیتا ہے۔ بہت سی عورتوں کو دودھ پلانے کے لیے محل میں بلایا جاتا ہے۔ لیکن بچہ رضائے الٰہی کی وجہ سے ہر عورت کا دودھ پینے سے انکار کر دیتا ہے۔ قصہ مختصر اُس بچے کی والدہ کو بحیثیت دودھ پلانے والی عورت کے لایا جاتا ہے اور وہ بچہ اُس عورت کا دودھ قبول کر لیتا ہے اور پی لیتا ہے اور کسی کو اس بات کا شک نہیں ہوتا کہ وہ محترمہ اُس بچے کی ماں ہے۔ اس واقعہ کو مختصراً عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بچے کو کسی اور عورت کے دودھ نہ پینے کے حکم کا کیا مقصد تھا؟ اس کی ایک خاص وجہ ہے، وہ یہ ہے کہ نبی اور رسول نہایت ہی برگزیدہ اور اہم ہستیاں ہوتی ہیں اور اُتنا ہی اہم اور مقدس دودھ اللہ تعالیٰ اُن کی ماؤں کو بخشتا ہے اور یہ نبی صرف وہی دودھ پی سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ خاص اُن کے لیے اُن کی ماؤں کو بخشتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آج ایک کا پی لیا کل دوسری رضاعی ماں کا پی لیا اور تیسرے دن تیسری ماں کا پی لیا اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ رضاعی ماں والی روایت صرف اور صرف حضور ﷺ کی شخصیت کو کم کرنے کے مترادف ہے بلکہ بے عزتی ہے۔

بات دراصل یوں ہے کہ اس گاؤں کے لوگوں کی عربی اور عربی کا تلفظ پورے عرب میں مشہور تھا۔ عرب کے رؤسا اپنے بچوں کی عربی زبان کی تربیت وغیرہ کے لیے اپنے بچوں کو اس گاؤں میں بھیجا کرتے تھے اور اُس کا معاوضہ اور ان بچوں کی

Marfat.com

خوراک کے پیسے ادا کرتے تھے، لہٰذا یہ ممکن ہے کہ حضرت بی بی حلیمہ رحمتہ للعالمینؐ سے اچھی اور اعلیٰ عربی میں بات چیت کرتی ہونگی اور یہ ہے بھی صحیح حضورﷺ کے متعلق یہ بھی لکھا گیا ہے کہ وہ بچپن سے ہی اونٹوں کو چرایا کرتے تھے اور اُس کی مزدوری اپنے کسی قریبی رشتے دار کو دے دیتے تھے یہ کہنا بھی سراسر غلط ہے کیونکہ حضورﷺ ہوش سنبھالنے کے بعد کاروبار کرنے اور کاروبار سنبھالنے کے طریقوں سے آگاہ ہوتے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ اُن کی ملاقات اُم لمومنین حضرت بی بی خدیجہ سے ایک نہایت کامیاب اور نہایت ہی ایماندار شریف النفس کامیاب کاروباری نوجوان کی حیثیت سے ہوئی تھی۔

رضاع کا بیان

آپﷺ کی پیدائش کی خوش خبری ثوبیہ نے ابولہب کو پہنچائی تو اس نے اس خوشی میں ان کہ آزاد کر دیا۔ ان ثوبیہ نے ہی آپﷺ کو پہلے پہل دودھ پلایا۔ کسی نے ابولہب کو اس نے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ بولا " جہنم میں ہوں، ہاں! پیر کے دن میرے عذاب میں کچھ کمی ہو جاتی ہے، اور دونو اُنگلیوں کے درمیان سے کچھ پانی چوستا ہوں " اور اس نے اپنی انگلی کے سرے کی طرف اشارہ کیا اور کہا: اس کا سبب نبی کریمﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنانے پر میرا ثوبیہ کو آزاد کرنا اور اس کا آپﷺ کو دودھ پلانا ہے۔

علامہ ابنِ جوزیؒ فرماتے ہیں: " جب ابولہب کافر کا جس کی قرآن نے

Marfat.com

مذمت بیان کی ہے آپ ﷺ کی ولادت پر خوش ہونے کی وجہ سے یہ حال ہے، تو آپ ﷺ کی امت کے اس موحد مسلمان کا کیا کہنا جو آپ ﷺ کی ولادت پر مسرور اور خوش ہے۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے بعد ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثوبیہ نے سب سے پہلے آپ ﷺ کو اپنے لڑکے مسروح کے ساتھ دودھ پلایا اور انھوں نے رسول ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ اور ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو بھی اپنے لڑکے مسروح کے ساتھ دودھ پلایا۔

مصنف نے اولاً تو ابن الجوزی کے اس قول کا حوالہ نقل نہیں کیا۔ ثانیاً اگر یہ ثابت بھی ہو تو ابن الجوزی کے اس استدلال کی بنیاد ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے خواب میں دیکھے جانے والے اس واقعہ پر ہے جس کا ذکر خود مصنف نے بھی سطورِ بالا میں کیا ہے۔ لیکن یہ بھی بلا حوالہ ہے۔ البتہ اختلافِ الفاظ کے ساتھ یہ واقعہ صحیح بخاری میں یوں مذکور ہے۔

"عروہ کہتے ہیں: ثوبیہ، ابولہب کی لونڈی تھیں، انہیں ابولہب نے آزاد کر دیا۔ پھر انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔ جب ابولہب مر گیا تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اسے خواب میں بری حالت مین دیکھا اور پوچھا" تجھ سے کیا معاملہ کیا گیا؟" اس نے جواب دیا:" جب سے تم سے جدا ہوا ہوں، سخت عذاب میں مبتلا ہوں۔ ہاں ثوبیہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے تھوڑا سا پانی پلایا جاتا ہوں!"

(بحوالہ: مختصر سیرۃ الرسول از الشیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوھاب، اردو ترجمہ: محمد مدنی حافظ عبدالغفور)

Marfat.com

تبصرہ:

1. ابولہب کی لونڈیا کا ایک بچہ جس کا نام مسروح تھا اُس کا باپ کون تھا؟

2. سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ابو لہب کی لونڈیا نے صرف مسلمان بچوں (حضرت امیر حمزہ، ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی) کو دودھ کیوں پلایا؟ اور اس کے پاس اتنا دودھ کہاں سے آیا؟

3. اندازہ کیجئے کہ ابولہب کے خاندان میں کسی شخص کو جس کا کہ نام نہیں دیا گیا خواب میں ابولہب آتا ہے اور ان کی گفتگو ہوتی ہے ایک دوسرے کا حال احوال پوچھتے ہیں، لیکن رشتے دار کا نام کہیں بھی درج نہیں ہے۔ کہ کون سے مواصلاتی سیارے کے ذریعے راوی کی جہنم میں ابولہب سے گفتگو ہوئی۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو آج تک اسلام میں حضرت آدم سے لے کر حضور ﷺ تک کبھی رونما نہیں ہوا۔

4. اس میں یہ لکھا گیا ہے کہ بی بی ثوبیہ نے سب سے پہلے حضور ﷺ کو دودھ پلایا جبکہ مولانا مودودی اپنی کتاب سیرۃ النبی جلد پانچ میں لکھتے ہیں:

بکثرت روایات میں بی بی آمنہ کا یہ بیان بھی نقل ہوا ہے کہ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے اندر سے نور نکلا ہے جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے ہیں۔ بیقی اور ابن عبدالبر نے عثمان بن ابی العاص الثقفی کی ماں کا بیان نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کے وقت وہ بی بی آمنہ کے پاس موجود تھی۔ اس وقت جدھر نظر جاتی تھی نور ہی نور نظر آتا تھا۔ ولادت کے وقت دایہ کی خدمت حضرت عبدالرحمن بن عوف کی والدہ شفاء بنت عوف بن عبدالحارث زہری نے انجام دی۔

پیدائش کے ساتویں روز جناب عبدالمطلب نے آپ ﷺ کا عقیقہ کیا اور

Marfat.com

قریش کے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی۔ کھانے کے بعد لوگوں نے پوچھا" اے عبدالمطلب، آپ نے اپنے جس بیٹے کے لیے ہماری یہ ضیافت کی ہے، اس کا نام کیا رکھا ہے؟" انھوں نے کہا میں نے اس کا نام محمد ﷺ رکھا ہے۔ لوگ کہنے لگے آپ نے اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں کے ناموں سے مختلف نام کیسے رکھ دیا،

جناب عبدالمطلب نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آسمان میں اللہ اور زمین میں خلق اس کی تعریف کرے۔

(بحوالہ: سیرۃ النبیؐ جلد دوم، مولانا مودودی)

اس سے اس بات کا مکمل ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ بوقت پیدائش رحمتہ العالمین ﷺ بی بی ثوبیہ وہاں پہ موجود نہیں تھیں۔

بچے کی پیدائش کے تقریباً پندرہ منٹ بعد ماں کا دودھ پلایا جاتا ہے، یہ وہ پندرہ منٹ ہوتے ہیں جس میں زچہ و بچہ کو صاف کیا جاتا ہے، لہٰذا وہاں والدہ کے دودھ کے علاوہ اور کوئی چیز میسر نہیں ہوسکتی۔

رحمۃ العالمین ﷺ کو جنم دینا اور پالنا (دودھ پلانا) ایک عظیم اعزاز کی بات ہے اور یہ اعزاز تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔

جناب عبداللہ شادی کے وقت نوجوان تھے۔ اور اپنے کاروبار کی انہوں نے ابھی ابتدا ہی کی تھی کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ اس لیے وہ اپنے یتیم بچے اور اپنی بیوہ کے لیے کوئی بڑی دولت چھوڑ کر نہ جاسکے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ انہوں نے پانچ اونٹ، بکریوں کا ایک ریوڑ، اور ایک لونڈی ترکہ میں چھوڑی تھی۔ لونڈی وہی اُمِ ایمن تھیں جنہوں نے بڑی محبت سے حضور ﷺ کو پالا۔ ان کا اصل نام برکہ تھا اور حبشی النسل

Marfat.com

تھیں۔ بعد میں حضورﷺ نے ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ سے کیا جن سے اُسامہؓ بن زید پیدا ہوئے۔

حیات طیبہ کی اسی غریبانہ زندگی کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے کہ:

ترجمہ: اور اللہ نے تم کو غریب پایا پھر غنی کر دیا۔

(بحوالہ: سیرۃ النبیؐ جلد دوم، مولانا مودودی)

اسی آیت کا ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم یوں فرماتے ہیں۔

ترجمہ: اور محتاج پایا تو کیا غنی نہیں کیا۔

اس میں خاص طور پر نوٹ کرنے والی چیز یہ ہے کہ مولانا مودودی صاحب ترجمے میں حضورﷺ کو غریب بتاتے ہیں اور لکھتے غریب پایا تو غنی نہیں کیا۔

جبکہ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں۔ اور محتاج پایا تو غنی نہ کیا۔

غریب اور محتاج میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے مولانا مودودی صاحب اسی تفسیر میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب نے ساتویں روز عقیقے پہ تمام اہل قریش کی دعوت کی جو شخص اپنے بیٹے کے عقیقے پہ اتنی بڑی دعوت کرتا ہے۔ اس کو مولانا مودودی صاحب کیسے غریب کہہ سکتے ہیں۔

غریب کا اُلٹ امیر ہوتا ہے۔

محتاج کا اُلٹ غنی ہوتا ہے۔

اگر کسی بچے کے بچپن میں والدین فوت ہو جائیں تو وہ یتیم نہیں محتاج بھی ہو جاتا ہے باوجود اس کے کہ اس بچے کے پاس خواہ کتنی ہی جائیداد کیوں نہ ہو اگر کوئی

Marfat.com

شخص زیادہ بیمار ہو جائے۔

اس کی بینائی جاتی رہے۔

فالج ہو جائے۔

یہی نہیں بلکہ اگر جسم کے ایک دو حصے بیکار ہو جائیں، وہ بھی محتاج ہو جاتا ہے۔محتاجی کا تعلق دولت سے نہیں ہے۔

ویسے کسی نہ کسی معاملے میں دنیا کا ہر شخص محتاج ہوتا ہے (Dependent) ہوتا ہے۔

سیدنا حضرت علی مرتضیٰؓ کی پیدائش

یہ بات عام طور پہ بتلائی جاتی اور پڑھی جاتی ہے، لیکن اس میں دو مختلف روایات آتی ہیں۔

(ا) سیدنا حضرت علی کی والدہ کعبہ کا طوائف کر رہی تھیں تو اس دوران بچے کی پیدائش ہو گئی۔

(ب) دورانِ طوائف جب ان کی والدہ کو بچے کی آمد کا احساس ہوا تو اس وقت کعبہ کی دیوار پھٹ گئی۔والدہ صاحبہ اندر تشریف لے گئیں، دیوار دوبارہ بند ہو گئی اور اس کے بعد یعنی بچے کی پیدائش کے بعد تمام اشیاء سے فارغ ہو کر بچے کو گود میں لیا۔دیوار پھر پھٹی اور سیدنا حضرت علیؓ کی والدہ بچے کو گود میں اٹھائے ہوئے باہر تشریف لے آئیں۔دیوار پھر بند ہو گئی۔

5۔جس وقت مسلمان طالب علم بیرونی ممالک میں حصول علم کے لیے جاتے ہیں۔ان میں سے کافی ایسے طالب علم ہوتے ہیں۔ جو سنت نبویؐ پہ عمل کرتے ہوئے اپنے ہمنوا طالب علموں کو تبلیغ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اکثر اوقات ان کو یہ جواب سننا پڑتا ہے۔Not Interesting۔وہ طالب علم سرمایہ پرستوں کی اولاد میں سے ہوتے ہیں۔جن کے لیے مادی اشیاء کے علاوہ دنیا میں کسی چیز کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ان کو یعنی مسلمان طالب علموں کو ایسے طالب علم مل جاتے ہیں جو ان کی بات سننے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔یہ وہ طالب علم ہوتے ہیں جو اپنے شعبہ کے علاوہ شعبہ مذہب میں بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ان طالب علموں نے کچھ کتابیں پڑھی ہو ہوتی ہیں جن میں اسلام کے مختلف فرقوں پر تنقید کی گئی ہوتی ہے،لہذا وہ ایسے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے طالب علم شش و پنج میں پڑ جاتے ہیں۔ مجھے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد مختلف کالجوں،اندرون ملک اور بیرون ملک یونیورسٹیوں میں تقریباً 42 سال پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مجھے وہ سب گفتگو سوالات وغیرہ یاد ہیں جو مشکلات مسلمان طالب علموں کو وہاں پیش آتی ہیں ان کا بھی بخوبی علم اور تجربہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مشکلات کے حل کے لیئے ، مستقبل کے طلباء جو باہر کی یونیورسٹیوں میں داخلہ لیں۔اور اس کے ساتھ یہ نیک کام کرنا چاہیں ،تو ان لوگوں کے سوالوں کی تیاری پہلے سے کر لیں۔اس سے اوپر بھی بہت سے وہ سوالات، جو ہمیں کیئے جاتے تھے اور ان کے جوابات، بیان کیے جا چکے ہیں۔

6۔سیدنا حضرت علیؓ کی پیدائش کے متعلق پہلی روایت تو انسان کی سمجھ میں آتی ہے۔اور عقل مانتی ہے کہ ہوا ہوگا، بلکہ ایسا ہی ہوا تھا۔کیونکہ آج کل بھی دوران

Marfat.com

جج ایسی پیدائش دیکھنے اور سننے کا موقع ملا ہے۔

روایت نمبر 2۔ کے مطابق کعبہ کی دیوار کا پھٹنا اندر جانا، بچے کو گود میں لیے ہوئے باہر آنا دیوار کا پھر مل جانا (اب جہاں سے دیوار پھٹی تھی اور دوبارہ جڑی تھی اس جگہ آج بھی لکیر موجود ہے) حضرت علیؑ کی ولادت کے موقع پر کعبہ کی جو Position تھی آج نہیں ہے۔ کیونکہ کعبہ کی وہ Position جو اللہ تعالیٰ نے عرش معلیٰ پہ بنائی ہوئی ہے، وہ رحمتہ للعالمین گو دیکھائی گئی۔ اس کے مطابق کعبہ کی تعمیر نو ہوئی۔ اس موقع پر اگر کوئی لکیر تھی تو وہ ختم ہوگئی ہوگی۔ اس میں جو زائد جگہ تھی وہ نکال دی گئی۔ اس جگہ کو سنگ مرمر کی چھوٹی سی جگہ بنا کر نمایاں کیا ہوا ہے۔ امام کعبہ جس وقت فرض پڑھاتے ہیں، تو یہ جگہ خالی ہوتی ہے۔ اس جگہ فرض پڑھنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ نوافل کی اجازت ہے۔

سانحہ کربلا کے بعد جب مکہ شریف پر حملہ کیا گیا تو یزید کی والدہ کے قبیلہ نے حملہ کیا تو منجنیقوں سے مکہ شریف پہ بے انداز پتھر گرائے گئے اور کعبہ کو شہید کر دیا گیا اسکی پھر تعمیر ہوئی۔ اس کے بعد یہی فوج مدینہ شریف گئی جہاں پہ کہ بے انداز لوٹ مار قتل و غارت گری کی گئی۔ صحابہ کرام کی بیٹیوں سے اور دوسری عورتوں سے جبر کیا گیا جس کے نتیجے میں نو مہینے کے بعد تقریباً دو ہزار حرامی بچے مدینہ شریف میں پیدا ہوئے۔ لعنت ہو اِن لوگوں پہ۔ اس کے بعد پھر ایک دفعہ سیلاب آجانے کی وجہ سے کعبہ شریف کی دیواریں گر گئیں، اور تیسری دفعہ تعمیر ہوئی۔ تین دفعہ تعمیر ہونے کے بعد بھی۔ آج بھی لوگوں سے نہ صرف کہا جاتا ہے، بلکہ Geo TV کے پروگرام میں بھی عوام کو یہ بتلایا جاتا ہے، کہ لکیر آج بھی موجود ہے۔ کیا عقل اس بات کو مانتی ہے؟

Marfat.com

اس کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ شریف کی تین دفعہ تعمیر ہوئی، اور تعمیر ہونے کے بعد پھر لکیر پڑ گئی۔ میں نے اللہ کی مہربانی سے دو حج کیے اور 35 دفعہ عمرہ ادا کرنے کی غرض سے وہاں گیا۔ عمرے ادا کیے، باوجود ڈھونڈنے کے اور لوگوں سے پوچھنے کے مجھے کوئی ایسی لکیر نظر نہیں آئی اور نہ ہی کوئی بتلا سکا۔ میں نے ڈاکٹر ابراہیم صاحب جو کہ حرم شریف کے سرکاری ڈاکٹر تھے۔ جن کو اس وقت تک مکہ شریف میں رہتے ہوئے 25 سال ہو گئے تھے، ان سے بھی یہ سوال کیا تھا کہ آیا انہوں نے کبھی کوئی ایسی لکیر دیکھی ہے۔ انہوں نے بھی نفی میں جواب دیا۔ اس روایت کو Alvits جو کہ ملک شام میں ہوتے ہیں، موجودہ حکمران بھی انہی میں سے ہیں، انڈونیشیا میں سوہارتو اور اس کے تمام لاکھوں ساتھی جو کہ ایسٹری کہلواتے ہیں، ان دونوں ممالک کے یہ لوگ حضرت علیؓ کو خُدا مانتے ہیں۔ خُدا ماننے کی وجہ وہ یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ (بقول ان کے خُدا کا بیٹا + مقدس روح + عیسیٰ Three in One theory) زندہ آسمانوں پہ چلے گئے تھے، وہ حضرت علیؓ کی شکل میں دوبارہ دنیا میں رونما ہوئے۔ ان کی روح حضرت علیؓ میں آ گئی، لہٰذا وہ خُدا ہیں۔ نمرودی طبقے کے لوگ جس طرح اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں وہ بیان کرنا تو ایک طرف رہا، میں اسکو سوچنا بھی بہت بڑا گناہ سمجھتا ہوں۔

7۔ جب میں بچپن سے نکل کر بلوغت کی طرف آ رہا تھا۔ میرے چہرے پر داڑھی نکلنی شروع ہو گئی تو میں بڑا پریشان ہوا کہ لڑکوں کی پہلے مونچھیں اگتی ہیں اور بعد میں داڑھی اور میرا حساب اُلٹ ہو گیا ہے۔ میری داڑھی مونچھوں کے مقابلے میں بہت جلد بڑھ رہی تھی۔ جسکی وجہ سے مجھے کچھ پریشانی ہوئی تو میں نے اپنے ایک

بزرگ سے پوچھا کہ میری مونچھیں کم اگ رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مبارک ہو داڑھی کو رحمتہ للعالمینؐ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ جبکہ مونچھوں کو حضرت علیؓ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ جب میں نے کچھ لوگوں سے پوچھا کہ مونچھوں کو جلدی بڑھانے کا کیا طریقہ ہے، تو ایک شخص نے مجھے بتایا کہ رات کو ملائی لگا کر سویا کرو۔ میں رات کو مونچھوں پر دودھ کی ملائی لگا کر سوتا تھا تا کہ مونچھیں جلدی بڑی ہو جائیں۔ ہمارے خاندان میں حضرت علیؓ کی بہت عزت کی جاتی تھی۔ اکثر حضرت علیؓ کے قول بیان کیے جاتے تھے۔ جس کے متعلق ہمیں یہ بتایا جاتا تھا، کہ یہ علم کا بہت بڑا حصہ ہے۔ جس طرح قرآن پاک اور دوسرے علوم پڑھتے ہو، بزرگ ہستیوں کے قول یاد کیا کرو۔ یہ وہی محبت ہے، جو مجھے مجبور کر رہی ہے کہ ان بزرگ ہستیوں کی جو کردار کشی کی گئی ہے، اس کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔

تقسیم ہند کے سے قبل کی بات ہے۔ ان دنوں میں مونچھوں اور داڑھی کی سوچ میں پڑا ہوا تھا۔ اور مونچھیں بڑھا رہا تھا اور یہ سوچتا تھا، کہ رحمتہ للعالمینؐ کی مونچھیں کیسی تھیں۔ میں نے دو تین بزرگ ہستیوں سے دریافت کیا، تو کوئی خاطر خواہ جواب نہ مل سکا۔ ان میں میرے ایک بزگ جو کہ والد صاحب کے تایا صاحب تھے۔ جن کا نام حافظ عبدالعزیز تھا۔ اس وقت ان کی عمر سو سال سے زیادہ تھی۔ ان کو جا کر سلام کیا۔ انہوں نے میری طرف دیکھا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ (تایا جان کا شائد اس زمانے میں تراویح کی امامت کا ریکارڈ تھا۔ یعنی وہ 80 سال سے زیادہ تراویح کی امامت کروا چکے تھے) میں نے تایا جان کو یہی مونچھوں اور داڑھی والا سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ بیٹے میری طرف دیکھ، اور مجھے بتلا کہ آیا میری مونچھیں بڑی

Marfat.com

ہیں۔کیا تمہارے دادا جان کی مونچھیں بڑی ہیں۔تمہارے تایا جان محمد طفیل کی داڑھی اور مونچھوں کا بھی یہی حال ہے۔تمہارا کیا خیال ہے، کہ ہمیں سیدنا حضرت علیؓ سے کوئی پیار یا محبت نہیں ہے۔ بیٹے بڑی مونچھیں، مونچھوں کا تاؤ غرور کی نشانی ہے اور غرور اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔لہذا ہر مومن اس سے پرہیز کرتا ہے۔ یہ سن کر مجھے کچھ تسلی تو ہوگئی، لیکن میں پریشانی میں پڑا رہا۔ایک رات ایسا ہوا کہ مجھے خواب میں حضور رحمتہ للعالمین ﷺ کی زیارت ہوئی ۔ان کے ساتھ کافی صحابہ کرامؓ بھی تھے۔ یہ اصحاب یا تو کسی جگہ سے آرہے تھے، یا کسی جگہ جا رہے تھے۔میرے پاس ایک بزرگ کھڑے تھے۔میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ سب سے آگے (جن کی آنکھیں بہت خوبصورت اور موٹی موٹی تھیں) کون صاحب ہیں۔انہوں نے سر جھکا کر دونوں انگلیوں کو بوسہ دے کر فرمایا کہ حضور رحمتہ للعالمینؐ،اس کے بعد یکے بعد دیگرے صحابہ کرامؓ کی زیارت ہوئی،اور جو بزرگ میرے پاس کھڑے تھے،وہ مجھے ہر ایک کا نام بتلاتے رہے۔ جب انہوں نے سیدنا حضرت علیؓ کا نام لیا تو میں نے بڑے غور سے دیکھا۔انکی کوئی بڑی مونچھیں نہیں تھیں، بلکہ حضور رحمتہ للعالمین ﷺ کی طرح تھیں۔ داڑھی کی رنگت میں صرف فرق تھا۔میں نے اس کے علاوہ کچھ اور بھی دیکھا تھا ان شاءاللہ زندگی رہی تو میں اگلی کتاب میں بیان کروں گا۔

Marfat.com

شیر خدا

مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ تخلص کس دشمن نے سیدنا حضرت علیؓ کے ساتھ منسلک کر دیا شیر یا خونخوار درندے کو Akkardian اخادین کہتے ہیں جو کہ نمرود کو بھی کہتے تھے جو کہ نمرود کے نام کے معنی تھے کہا جاتا تھا

نمرود نے ایک ایسا بت بنایا جس میں جسم اُس کا اپنا تھا اور چہرہ شیر کا اور اس کی اُس نے پوجا شروع کروائی اس بت کی پوجا (Mesopotamia) میسوپوٹیما سے لے کر ایران اور ہندوستان تک میں کی جاتی تھی۔ ان سب ممالک میں شیر کے بتوں کے بہت سے مجسمے آثار قدیمہ والے مختلف جگہوں سے نکالے ہیں اس پہلو کو میں نے اپنی کتاب جھرو کے حصہ چہارم میں بھی بیان کیا ہوا ہے۔

شیر کی خصوصیات

شیر کے اوپر بی بی سی BBC اور Discovery چینل نے کافی لمبی لمبی ڈاکومنٹری فلمیں بنائی ہوئی ہیں اور وہ پچھلے چند سالوں میں کئی مرتبہ دکھا چکے ہیں ان میں چند ایک خصوصیات ایسی ہیں جو کہ عام لوگ پہلے بھی جانتے تھے اور کچھ ایسی ہیں جو اُن کے کیمرہ مین نے موقع پر فلم کے ذریعے دکھائیں

۱ شیر ایک بزدل جانور ہے

۲ یہ ڈر اور خوف کی وجہ سے حملہ کرتا ہے

۳ خود شکار نہیں کرتا

Marfat.com

۴ شکار شیرنی کرتی ہے اور یہ پہلوان صاحب سب سے پہلے کھانا شروع کر تے ہیں شیرنی بچوں کو پکڑ کر اور سنبھال کر ایک طرف بیٹھ جاتی ہے کیونکہ یہ صاحب اتنی بھوکی طبیعت کا مالک ہے کہ جب تک اس کا پیٹ نہ بھر جائے یہ کسی اور کو کھانے نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ شیرنی اس کے بچوں کو ایک طرف سنبھال کر بیٹھ جاتی ہے۔

۵ اگر کوئی بچہ بھوک کی وجہ سے دوڑ کر باپ (شیر) کے ساتھ کھانے کی جرأت کرتا ہے تو شیر بہادر اپنے ہی بچے کو تھپڑ مار کر ہلاک کر دیتے ہیں

۶ ہر بزدل شئے نہ صرف ظالم ہوتی ہے بلکہ اس میں بہت زیادہ Sadism ہوتا ہے۔ یہی حال شیر صاحب کا ہے۔ بی بی سی کی فلم میں انہوں نے دکھایا کہ شیر کو آتے ہوئے دیکھ کر ایک مؤنث چیتا جلدی سے چھپ گئی، لیکن اُس کے دو معصوم بچے جلدی سے چھپ نہ سکے۔ شیر صاحب نے اُن چھوٹے چھوٹے پلوں کو مار دیا۔ کیمرہ مین نے اُس وقت چیتی پر کیمرہ ڈالا تو چیتی کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہ تھے۔

۷ اس کی بہادری کا یہ عالم ہے کہ اگر دو جنگلی بھینسے اس کے مقابلے میں آ جائیں اور سینگوں سے اس پر حملہ کریں تو یہ بھاگ جاتا ہے اور یہی حال لگڑ بگڑ (Hyena) کے ساتھ بھی ہے۔ جن سے بادشاہ سلامت کترا جاتے ہیں اور انکی پونچھ (دم) نیچے ہو جاتی ہے۔

۸ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ شیر کی پوجا نمرود نے شروع کروائی تھی اور ایران اور ہندوستان میں یہ پوجا انتہا کو پہنچ گئی۔ آجکل بھی ہندوستان میں درندوں کی پوجا کا بہت رواج ہے اور تقریباً ہر دوسری تیسری ہندوستانی فلم میں ماں شیراں والی

Marfat.com

کے گانے آتے ہیں۔

۹ انہی اسلام دشمن آگ پرست شیر پرست نمرود پرست لوگوں نے اپنی بہت سے غیر اسلامی رسومات اسلامی کہانیاں بنا کر ہمارے مذہب کو ایسا خراب کیا ہے کہ عام لوگ ان کہانیوں کو ایسے ہی سمجھتے ہیں جیسے یہ کوئی حدیث یا قرآن حکیم کا حصہ ہو۔ میں نے بہت کوشش کی۔ بہت سی کتابوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ بزرگ دوستوں سے دریافت کیا کہ آیا رحمت لعالمینؐ نے یا ان کے رفقاء میں سے کسی نے بھی حضرت علیؓ کو شیر کے نام سے پکارا ہو لیکن اس بات کا جواب مجھے کہیں سے نہیں ملا۔

۱۰ یہی نہیں (Mesopotamia) ایرن اور ہندوستان جہاں پر اس نمرودی شیر کی پوجا کی جاتی تھی۔فرق صرف اتنا تھا، کہ نمرودی شیر میں سر شیر کا ہوتا تھا اور جسم نمرود کا اور فرعون کے زمانے میں سر انسان کا اور جسم شیر کا کر دیا۔جن کا فرمانا ہے کہ "ار" ایک شہر کہاں ہے۔ان کے مطابق عراق کے شاہی خاندان کا بانی اول "ارنمو" کس؟ خاندان کا بادشاہ تھا۔اس نام سے پشتو کا لفظ "نمر" یعنی سورج نکلتا ہے ۔جس کا مطلب سورج کی پوجا کرنے والا ہے۔لفظ "اُر" ابھی تک پشتو زبان میں استعمال ہوتا ہے۔جس کا مطلب آگ ہے۔"اُر" (آگ) وہی آگ ہے جس میں حضرت ابراہیمؑ کو ڈالا گیا تھا۔یعنی کہ وہی مقام ہے۔جس کا ذکر میں نے جھروکے چہارم میں صفحہ نمبر 118 پر کیا ہے۔

(نمرود کی ماں کے نام ایسڑا یا ایستھرا یا اشطوریا) (کیوپڈ، بیٹا) (نمرود کی ماں اور اسکے بتوں کے نام مُڈورینہ یا مُڈورا جھروکے حصہ چہارم)

Marfat.com

صحابہ اکرام کی کردار کشی

حضرت علیؓ اور علم

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے بعد سب سے زیادہ علم فقہ اور فہم القران سے جناب سیدنا حضرت علیؓ کو نوازا تھا۔ اس کے علاوہ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ علم رمل کے بھی ماہر تھے حضرت علیؓ کو بیت المال سے اسی کے قریب بچوں کا وظیفہ ملتا تھا۔ ان میں سیدنا حضرت علیؓ کے بچے اور بہت سے وہ بچے تھے جن کے حضرت علیؓ سر پرست تھے شامل تھے۔ یہ طلبہ (بچے) اور دوسرے اہل مدینہ کے بچوں کے لیے حضرت علیؓ نے اسلامی دنیا کی پہلی چھوٹی سی یونیورسٹی بنائی۔ اس یونیورسٹی میں چھوٹے بڑے طالبان کو عربی، قرآن حکیم، اور ریاضی کی تعلیم دی جاتی تھی اور یہ یونیورسٹی اُن کے اللہ کو پیارے ہو جانے کے بعد کافی عرصہ تک چلتی رہی۔ یہ حضرت علیؓ کی زندگی کا اہم ترین منصوبہ تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک طرف تو ہم اُنہیں علی مولا علی مولا کہتے جاتے ہیں اور دوسری طرف حضرت علیؓ کے وہ کارنامے جن پر کہ ایک پڑھا لکھا انسان فخر کرسکتا ہے کہ اُن کی یونیورسٹی نے عرب دنیا میں ایک وسیع پیمانے پر نئے علوم کی بنیاد رکھی اور ہم علی علی کرنے والے عموماً علم سے بہرہ ور نہیں ہوتے اور نہ ہی یتیم مسکین بچوں کو مفت تعلیم و تربیت دلوانے کا کوئی انتظام کرتے ہیں عورتوں کی اور بچوں کی اس طرح کی ایک یونیورسٹی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے قائم کی تھی اور انہی بنیادوں پر حضرت بی بی زینب نے دمشق کے نزدیک ایک بہت بڑے ہاسٹل کے ساتھ عورتوں کی یونیورسٹی تعمیر کروائی تھی آج بھی بی بی زینب کی آرام گاہ کے پاس اس

Marfat.com

ہاسٹل کی عمارت موجود ہے۔ یہ انہی حضرات کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ عرب کئی سو سال تک پوری دنیا کو مختلف علوم کی تعلیم دیتے رہے اور بہت سے نئے علوم ایجاد کیے، لیکن یار لوگوں نے ان بزرگ ہستیوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی سعادتوں سے بخشا ہے کہ اگر میرے دس جنم اور ہوں اور ہر جنم میں میں اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کا شکر ادا کرتا رہوں تو بھی صحیح طور پر شکریہ ادا نہیں ہوگا۔

1958 میں جب میں دوسری مرتبہ حصول تعلیم کے لیے لندن گیا تو اُس زمانے میں چار انجنوں والا ایک تیز رفتار طیارہ ایجاد ہو چکا تھا اور BOAC کے پاس صرف چند ایک طیارے تھے۔ تیز رفتار ہونے کی وجہ سے اس پہ ریزرویشن بہت مشکل سے ہوتی تھی۔ میں اس پر کراچی سے سوار ہوا۔ یہ طیارہ راستے میں Dahran دہران ائرپورٹ پر اترا جہاز سے جب باہر نکلے تو میں نے قبلہ رخ ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ یا پاک پروردگار مجھ پر اتنا فضل کرنا کہ بار بار اس مقدس سرزمین پر آؤں اور حج اور عمرے ادا کروں۔ رحمت للعالمین ﷺ کی شان میں سلام پڑھوں اور درود بھیجوں۔ خداوند کریم نے میری اس دعا کی قبولیت فرمائی اور مجھے دو دفعہ حج اور تقریباً 35 دفعہ عمرے کی سعادت نصیب ہوئی یہ وہ زمانہ تھا جب صفا و مروہ میں دکانیں ہوتی تھیں اور مسجد نبوی میں ترکوں کی بنائی ہوئی مسجد کی عمارت کی تھوڑی سی ایکسٹینشن ہوئی تھی۔

چونکہ مجھے کئی ایک دوستوں نے نہ صرف بتلایا ہوا تھا، بلکہ میں نے پڑھا بھی تھا کہ توبہ نعوذ باللہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت میں ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ کے حجرے میں گئے اور حضرت فاطمہ زہرہؓ سے کہا کہ تمھارے گھر میں لوگ حکومت کے خلاف اکٹھے ہو کر سازشیں کرتے ہیں تھوڑی سی لے دے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ

Marfat.com

نے بی بی فاطمہؓ کی پٹائی کی جس سے اُن کا اسقاط ہوگیا بچے میرے ذہن نے ایسی ذلیل بات کو کبھی کوئی جگہ نہیں دی۔ جب مجھے مدینہ شریف میں بار بار جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہؓ والا حجرہ جس کی پچھلی طرف حضرت بی بی فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کا حجرہ تھا اکثر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے کئی دفعہ وہاں پہ لوگوں سے پوچھا کہ آیا ان دونوں حجرہ مبارک کے نیاز حاصل کرنے کا کوئی طریقہ ہے تو ایک دفعہ ایسا ہوا کہ قدرت نے میری یہ خواہش کافی حد تک پوری کردی میں حضرت علیؓ کے حجرے کے پاس نفل ادا کرنے کی غرض سے گیا تو میں حیران ہوگیا کہ سورج ایک ایسے مقام پہ تھا کہ روشنی جالی میں سے گزر کر حضرت بی بی فاطمہ کے حجرے پر ایسے طریقے سے پڑ رہی تھی کہ اُس کا دروازہ اور دیوار نظر آئی اب میں نے حسب عادت حساب لگانا شروع کردیا۔ حضرت بی بی فاطمہ کے حجرے کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ کا حجرہ تھا اور اُن کے حجرے سے آٹھ دس فٹ کے فاصلے پر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج کے حجرہ مبارک تھے۔ تقریباً تیس پینتیس فٹ کے فاصلے پہ [illegible] الد بن ولید کا گھر تھا (جو کہ بعد میں ملک غلام محمد گورنر جنرل پاکستان کو ملا اور بعد میں پاکستان ہاؤس بن گیا اور آج کل مسجد نبوی کا حصہ ہے) حجرہ کے دوسری طرف مسجد نبوی ہے جس کا کہ فاصلہ آٹھ دس فٹ سے زیادہ نہیں۔ جہاں ہر وقت کچھ نہ کچھ لوگ عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اگر خدانخواستہ کوئی ایسی تکرار ہوئی ہوتی تو بیسیوں لوگوں کو ایک سیکنڈ میں پتا چل جاتا اور وہیں پر جھگڑا فساد شروع ہوجاتا۔ اس سارے من گھڑت واقعہ سے نہ صرف حضرت عمر فاروقؓ کی کردار کشی کی گئی ہے، بلکہ اُس سے زیادہ سیدنا حضرت علیؓ کی کردار کشی ہوئی کیونکہ کوئی بھی باغیرت

Marfat.com

انسان اپنی بیوی کے ساتھ کسی کا ایسا بے رحمانہ سلوک برداشت نہیں کر سکتا۔ خدا کے لیے ایسی باتوں سے اور ایسی تحریروں سے نہ صرف پرہیز کریں، بلکہ سختی سے ممانعت کریں۔

حضرت علیؓ کا شہید ہونا

بچپن سے ہی ہم سنتے آئے ہیں اور بعد میں مختلف کتابوں میں بھی پڑھا ہے کہ جس وقت حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو فوت ہونے سے قبل انہوں نے اپنے بیٹوں سے ایک اہم بات کی کہ ان کا جنازہ پڑھانے کے بعد ان کی میت کو اونٹ پر رکھ کر فلاں جگہ لے جانا وہاں پر آپ لوگوں کو ایک نقاب پوش انسان ملے گا تو تم اونٹ کی نکیل اس کو پکڑا دینا اور کوئی سوال وغیرہ مت کرنا۔ چنانچہ ان کے حکم کے مطابق ان کی میت کو اونٹ پر رکھ کر صحرا میں پہنچ گئے۔ نقاب پوش تشریف لائے۔ انہوں نے لواحقین سے اونٹ کی نکیل لے لی اور چلنا شروع کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ امام حسنؓ نے اس نقاب پوش سے پوچھا کہ آپ ہمارے والد صاحب کی میت کو کہاں لے کر جا رہے ہیں۔ اسی دوران انہوں نے نقاب پوش کا نقاب نیچے کر دیا تو حیران رہ گئے کہ وہ نقاب پوش کوئی اور شخص نہیں تھا۔ بلکہ حضرت علیؓ بذات خود تھے۔ حضرت علیؓ اونٹ کو بمعہ میت لے کر چلے گئے۔ تاریخ کے طالبعلموں کو اس واقعہ پر کافی اعتراضات ہیں۔ سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے دونوں بیٹے موقع واردات پر نہیں تھے۔ میں ذاتی طور پہ اس واقعہ کو صحیح سمجھتا ہوں جس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱)حضرت علیؓ اپنے زیادہ تر حواریوں سے خوش نہیں تھے، اس لئے ان کے دورِ خلافت میں دو چیزیں بڑی مشہور ہوئیں۔

(الف) ان کے ایک **Adviser** نے حضرت علیؓ سے پوچھا یا امیر المومنین موجودہ حالات ایسے خوشگوار نہیں ہیں جیسے پہلے خلفائے راشدین کے دور میں تھے۔ اس پر امیر المومنین حضرت علیؓ نے فرمایا ان خلفائے راشدین کے **Adviser** ہم جیسے لوگ تھے۔ اور میرے **Advisor** تم جیسے لوگ ہیں۔

(ب) امیر المومنین حضرت علیؓ انہیں **Adviser** وغیرہ سے تنگ آئے ہوئے تھے کہ انہوں نے دعا مانگی کہ یا اللہ مجھے ان لوگوں سے نجات دلا اس دعا کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ امیر المومنین حضرت علیؓ خود خلیفہ بننا پسند نہیں کرتے تھے اور انہوں نے ان لوگوں کو فرمایا میں خلافت میں دلچسپی نہیں رکھتا اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو مجھ سے مشورہ کر لیا کرو۔

۲)حضرت علیؓ کو جوان کے خلاف سازش ہو رہی تھی اس کا علم ہو گیا تھا۔

۳)حضرت علیؓ کو شاید اس بات کا بھی ضرور علم ہو گا کہ ان کی موت کے بعد ان کے اور ان کے خاندان پر کس بے دردی اور بے حیائی سے ظلم وستم کئے جائیں گے۔

تبصرہ:۔

امیر المومنین حضرت علیؓ کے پاس خدا کے عطا کیے ہوئے اور رحمتہ للعالمین ﷺ کے پڑھائے ہوئے بہت سے علوم موجود تھے جن میں بہت سے ایسے ہیں جس کا لوگوں کو علم نہیں ہے۔ میں نے جو پڑھا اور سنا ہے وہ میں نیچے بیان کرتا ہوں۔

۱)علم فقہ۔

۲)علم ریاضی۔

۳)علم رمل۔

۴)ہزاروں میل دور تک دیکھنے کی صلاحیت۔

۵)Billow(اس کا مطلب ہوتا ہے کہ ایک انسان ایک وقت میں مختلف جگہوں پر نظر آتا ہے۔)

۶)Transformation کی طاقت (اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پلک جھپکنے سے پہلے اپنے آپ کو یا کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دینا۔)

۷)مختلف زبانوں پہ عبور جس میں عربی اور فارسی پہ بہت زیادہ عبور تھا۔

۸)مزاح یہ بھی ایک خداداد صلاحیت ہوتی ہے جو بہت کم اشخاص کے پاس ہوتی ہے خاص طور پر جملے کسنا یہ چیز بھی اللہ کہ بہت بڑی دین ہوتی ہے جو کہ حاصل نہیں کی جاتی بلکہ ملتی ہے۔

۱)علم فقہ۔

فقہ کے متعلق جتنے بھی پیچیدہ مسائل ہوتے تھے ان کو خلفائے راشدین حضرت علیؓ کو بھجوا دیتے تھے تا کہ وہ اس پہ اپنی ماہرانہ رائے دے سکیں۔حضرت علیؓ Adviser ہونے کی حیثیت میں نہ صرف رائے دیتے تھے, بلکہ اس رائے جس کو عام اصطلاح میں Legal Opinion کہتے ہیں کو قانونی حیثیت حاصل ہو جا تی تھی۔

۲)علم ریاضی۔

۳)علم رمل۔

Marfat.com

رمل کے علم کا تعلق بہت زیادہ حساب سے ہے جس وقت تک انسان کو ریاضی کے علم پر عبور نہ ہو وہ رمل کے علم کے موجدوں میں شامل نہیں ہوسکتا اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؓ کا ریاضی میں خاصا علم تھا۔

۴) ہزاروں میل دور تک دیکھنے کی صلاحیت۔

یہ ایسی صلاحیت ہے جو کہ صحابہ کرام' تابعین اور دوسرے سینکڑوں لوگوں میں اکثر پائی جاتی تھی۔ ایران سے جنگ کے دوران حضرت عمر خطابؓ نے خطبہ کے دوران مسلمان افواج کو پہاڑی کے پیچھے چھپے ہوئے دشمن کا خطرہ اسی طاقت کی بنا پر بتایا اور خطبہ کے دوران مسلمان فوج کو مدینہ سے ہی بتلایا کہ خیال کرو کہ پہاڑی کے پیچھے دشمن ہے۔ حضرت عمرؓ کی یہ آواز مسلمان مجاہدین نے میدان جنگ میں سنی ۔ یہ طاقت آج مختلف آلات کے ذریعے ممکن ہوگئی ہے اس کے باوجود بہت سے اہل نظر انسان آج بھی موجود ہیں جو ان آلات سے بھی بڑھ کر دیکھ لیتے ہیں ۔ عادت کی مجبوری کی وجہ سے میرے خیالات کبڈی کبڈی کرتے ہوئے ایک طرف سے دوسری طرف چلے جاتے ہیں۔

ماں نی ماں میں رہ نہ سکا۔

جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میرے والد صاحب ڈینٹل سرجن تھے بہت عرصے کی بات ہے انکے کلینک میں بیٹھا ہوا تھا کہ دو خوش لباس نوجوان کلینک میں آئے ۔ ایک نے کہا کہ اسے مسوڑوں کی تکلیف ہے۔ والد صاحب نے اسے ڈینٹل چیئر پر بٹھایا۔ دانتوں کا معائنہ کیا اور فرمایا ۳،۴ روز آنا پڑے گا۔ مکمل علاج کی ۱۰۰ روپیہ فیس ہوگی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کرنل الٰہی بخش مرحوم ۳۲ روپے مشورے کی

فیس لیتے تھے۔ والد صاحب کا کلینک سیدھا سادھا تھا اور کوئی خاص پوش ووش نہیں تھا جب مریض نے فیس سنی تو اس نے اپنا تعارف کروایا کہ وہ CSP Officer ہے اور جو فیس ڈاکٹر صاحب مانگ رہے ہیں، بہت زیادہ ہے اس پر والد صاحب نے فرمایا کہ یہ فیس مشورہ نہیں، بلکہ مکمل علاج کی فیس ہے جو کہ ۴، ۵ دن پر مبنی ہوتا ہے ۔میں نے آپ کو مشورہ دیا ہے کہ آپ کے مسوڑوں کو PARIODENTITAS کی بیماری ہے یہ مشورہ میں نے آپ کو مفت دے دیا ہے۔ اس پر CSP افسر نے والد صاحب سے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب آپ کی کوالیفیکیشن کیا ہے جس پر والد صاحب نے ان کو جواب دیا: چونکہ آپ کے والد کو آتشک Syphas کی بیماری ہے جس کے اثرات تمہارے مسوڑوں میں بھی ہیں ۔ وہ نوجوان پریشان ہو گیا اور شائد بولنے کے قابل نہ رہا۔ والد صاحب نے اس سے مزید پوچھا کہ اگر یہ کوالیفیکیشن کافی نہیں تو میں پھر اندر کے حالات بھی بتاؤں ۔ وہ جی نہیں جی نہیں کرتا ہوا بھاگ گیا۔ میرے قبلہ والد صاحب تو ایک معمولی سے اہل نظر تھے اس سے اب آپ خود اندازہ کر لیں جو اعلیٰ قسم کے اہل نظر ہوں گے ان کی نظر کہاں تک پہنچتی ہو گی۔

۵) Billow (اس کا مطلب ہوتا ہے کہ ایک انسان ایک وقت میں مختلف جگہوں پر نظر آتا ہے۔)

اس طاقت کے متعلق میں اپنی جھرو کے حصہ سوم میں شری کرشن جی مہاراج کا ایک واقعہ درج کیا ہوا ہے کہ کرشن جی مہاراج کی کئی سو گوپیاں تھیں ایک سوالی ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور کی اتنی گوپیاں ہیں، ایک آدھ مجھے بھی دے دیں۔ کرشن جی نے جواب دیا کہ جاؤ، ان سے جا کے ملو۔ جو فارغ ہے اسے

لے لو۔اس کے بعد وہ سوالی تمام گوپیوں کے پاس گیا۔ جہاں بھی گیا اس نے ہر گوپی کے پاس کرشن جی مہاراج کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ کرشن جی مہاراج نے اپنے آپ کو یا اپنے جیسے ہمزادوں کو بنا کر ۳۵۰ جگہ پہ بٹھایا ہوا تھا اور یہ ہمزاد بظاہر دیکھنے میں بالکل ہی ایسے تھے جیسے کرشن جی۔ یہاں پہ مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا ہے کہ ایک دفعہ ایک جادوگر کی ملک الموت سے ملاقات ہوگئی جادوگر نے ملک الموت سے عرض کی کہ جناب عالی! جس وقت آپ میری جان نکالیں گے،اس سے پانچ منٹ قبل مجھے اطلاع کر دیں۔ چنانچہ کافی سالوں کے بعد جادوگر کو اطلاع ہوگئی کہ اب تمہارے پاس صرف ۵ منٹ رہ گئے ہیں۔ جادوگر نے ان پانچ منٹوں میں اپنے جیسے ۴۰ ہمزاد ایک دائرے میں بیٹھا دیئے۔ جب ملک الموت تشریف لائے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک جادوگر کے بجائے اس سے ہو بہو ملتے جلتے ۴۰ جادوگر بیٹھے ہوئے ہیں۔ چند لمحوں کے لیئے موت کے فرشتے نے سوچا پھر اس کے بعد فرشتہ صاحب بولے! ''بنان والیا خوب بنائی لیکن ایک نقص رہ گیا اے''۔ایک شخص نے پوچھا کہ کیا نقص رہ گیا ہے۔ چنانچہ فرشتہ موت نے فوراً اسے دبوچ لیا۔ یہ واقعات بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ Billow کی جو طاقت ہے وہ بہت سے لوگوں کے پاس ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر۔

i) حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے پاس تھی جنہوں نے گرفتاری کے وقت تمام حواریوں کی شکل اپنے جیسی کر دی۔

ii) کرشن جی مہاراج نے اپنی لاش کو خود غائب کر دیا۔

iii) بھگت کبیر کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ ہوا۔

Marfat.com

iv) گرُونانک مہاراج کی لاش جس وقت ہندواور مسلمان لڑ رہے تھے غائب ہوگئی اور وہاں پہ پھولوں کا ڈھیر رہ گیا۔

۶)Transformation کی طاقت (اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ پلک جھپکنے سے پہلے اپنے آپ کو یا کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کردینا۔

اس کے دو مطلب ہوتے ہیں۔

i) اپنے آپ کو کہیں لے جانا۔(ایک جگہ سے غائب ہو کر کسی دوسری جگہ نمودار ہوجانا۔)

ii) کسی کو اس طاقت کے ذریعے پلک جھپکنے سے پہلے اپنے پاس لے آنا۔

اس سلسلے میں قرآن حکیم میں سورہ نمل کی آیت نمبر۔۔۔۔۔۔ قابل غور ہے کہ جس کا ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی نے یوں کیا ہے۔

ترجمہ:۔

اس آیت میں جو سب سے زیادہ قابل غور بات ہے وہ یہ کہ ایک اہل علم نے پلک جھپکنے سے پہلے تخت کو حضرت سلیمان علیہ اسلام کے دربار میں حاضر کردیا۔ بات یہ ہے کہ جو کام جن نہیں کرسکتے وہ اہل علم کر لیتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ کے سارے بڑے بڑے اصحاب میں مندرجہ بالا طاقتیں پائی جاتی تھیں۔

Marfat.com

علم کا دروازہ

سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کے متعلق ایک بڑی مشہور حدیث ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں علم کا دروازہ ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہے۔

میں نے جب بھی یہ حدیث پڑھی ہے یا سنی ہے تو مجھے ایک خیال ضرور آیا ہے کہ علم حاصل کرنے کے لیے یا ویسے حضور ﷺ تک رسائی سیدنا حضرت علی سے گذر کر جانا پڑے گا لیکن جب سے میں نے مسلمان بزرگان دین کی کردار کشی کو لکھنا شروع کیا ہے بہت سی باتیں جن کو کہ میں پہلے تعریف سمجھتا تھا اِب اُلٹ نظر آنا شروع ہوگئی ہیں یہ وہ حدیث ہے جس کو کہ ہمیشہ سن کر میں سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہتا تھا لیکن اِب سوچنے پر محسوس ہوا کہ یہ دونوں حضرات کی کردار کشی ہے۔

سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کو ایک اُس شہر کا دروازہ بنا دیا جہاں کوئی دروازہ نہ تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شہر میں تین ضرب ساڑھے پانچ فٹ کا ایک دروازہ ہے اور اُس کے اندر ایک بہت بڑا شہر پیمائش کے لحاظ سے دروازہ شہر کا ایک معمولی سا حصہ بن جاتا ہے۔ دوسری طرف ہم سب جانتے ہیں کہ مختلف نبیوں نے اپنے زمانے میں مختلف دعائیں مانگیں لیکن حضور ﷺ نے سب سے زیادہ جو دعا مانگی وہ یہ ہے یا پاک پروردگار میرے علم میں مزید اضافہ فرما۔

حضور ﷺ کا علم ایک شہر یہ نہیں بلکہ زمینوں آسمانوں اور مختلف دنیاؤں اور جہانوں پر پھیلا ہوا تھا حضور ﷺ سے سب سے زیادہ تعلیم حضرت علی نے تعلیم پائی یعنی کہ ساری زندگی حضور ﷺ سے تعلیم حاصل کرتے رہے اِس لیے تمام خلفاءِ

Marfat.com

راشدین کے زمانے میں سیدنا علی کے فتوے کو یا کسی قسم کی تشریح کو ہمیشہ لفظ آخر سمجھا جاتا تھا۔ اِس حدیث نے دونوں قائدین کو ایک شہر میں بند کر کے رکھ دیا جس میں بڑھنے کی گنجائش نہ رکھی گئی۔

شہر کے دروازہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شہر کے اردگرد میں فصیل ہو اور اِس کا ایک دروازہ ہو۔ سیدنا حضرت علی کے علوم کے فن کو ہر شخص باخوبی جانتا تھا اور اُن کی عزت کی جاتی تھی اُن کو دروازہ بنانے کی ضرورت کیسے پیش آئی میری عقل سے باہر ہے میرے نظریے میں یہ دونوں اصحاب کی کردار کشی کی گئی ہے۔

سیدنا حضرت علیؓ کی قبر کا معاملہ

اکثر اوقات پڑھنے اور سننے میں آیا ہے، کہ جس وقت حضرت علیؓ کو شہید کیا گیا۔ لکھا اور پڑھا گیا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو شہید کیا گیا، تو اس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جس وقت میری نماز جنازہ ہو جائے تو میری لاش کو اونٹ پہ رکھ دینا اور شہر سے باہر لے جانا۔ جہاں ایک نقاب پوش انسان آئے گا۔ اس کو اونٹ کی مہار دے دینا اور کوئی سوال نہ کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ایک نقاب پوش تشریف لائے۔ ان کو اونٹ، جس پر کہ لاش رکھی ہوئی تھی، کی مہار دے دی گئی۔ اس پر انہوں نے سوچا کہ ہم نے اس آدمی کو اپنے باپ کی لاش دے دی ہے۔ پتا تو کریں کہ یہ لاش کو کہاں لے کر جا رہا ہے۔ جب وہ آدمی جانے لگا تو امام حسنؓ نے اس سے پوچھا کہ آپ ہمارے باپ کی لاش کو کہاں لے کر جا رہے ہیں۔ کوئی جواب نہ ملنے پر آپ نے

اس شخص کی نقاب اتاری تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ آدمی بذات خود حضرت علی تھے۔

سیدنا حضرت علیؓ کی قبر کے متعلق بہت سی روایات ملتی ہیں۔ پہلی روایت کے مطابق سیدنا حضرت علیؓ کی قبر انکے بھانجے اور داماد جعد بن ہبیرہ بن ابی وہب کے مکان میں ہے۔ دوسری روایت کے مطابق کوفہ میں مقام کناسہ میں توبیہ میں ہے۔ تیسری روایت کے مطابق مدینہ منورہ میں ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق سیدنا حضرت علیؓ کی قبر ترکی میں ہے۔ اس کے علاوہ سیدنا حضرت علیؓ کی قبر نجف میں ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق سیدنا حضرت علیؓ کی قبر بلخ (افغانستان) میں ہے۔ اس قبر کے متعلق کہا جاتا ہے، کہ اس جگہ کے چار پانچ سو لوگوں بشارت ہوئی۔ اس میں ان سے کہا گیا کہ حضرت علیؓ کی قبر فلاں جگہ ہے۔ جب اس جگہ کے حاکم کو اس خواب سے آگاہ کیا گیا تو اس نے اس قبر سے ایک صندوق نکالا جس میں کہ لاش پانچ سو سال گزر جانے کے باوجود بالکل ویسی ہی تھی۔ ایک تختی لاش کے پاس پڑی تھی، جس پر کہ حضرت علیؓ کا نام لکھا ہوا تھا۔ اس جگہ ان کی شان کے مطابق مزار تعمیر کر دیا گیا۔ ایک روایت کے مطابق یہ جگہ وہ نہیں ہے؛ بلکہ مزار شریف میں ہے۔

مجھے بابا عثمان (جن کو شہباز قلندر کہا جاتا ہے) سے بڑی عقیدت ہے۔ ان کی سوانح حیات میں بھی لکھا ہوا ہے۔ کہ وہ حضرت علیؓ کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے نجف تشریف لے گئے تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی بزرگان دین کی سوانح حیاتو ں میں نجف شریف کا ذکر آتا ہے، لیکن اس بحث کو ختم کرنے کے لیے میری تجویز یہ ہے، کہ ایران، سعودی عرب، پاکستان، ہندوستان، انڈونیسیا کے پڑے لکھے علماء کرام

Marfat.com

کا ایک وفد بنایا جائے۔ جو کہ نجف شریف میں جا کر DNA ٹیسٹ کر کے ایک واضح علان کر دے تا کہ یہ تفرقہ ختم ہو جائے۔

دوسری طرف جب یہ سوچا جاتا ہے، کہ سیدنا حضرت علیؓ کی قبر کے متعلق اتنی اتنی متضاد رائے کیوں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ جو اونٹنی والا واقعہ اور لاش کو نقاب پوش کے حوالے کرنے کا کیا مقصد ہے؟۔

9۔ میرے ذہن میں ایک جواب آتا ہے، کہ سیدنا حضرت علیؓ کو مندرجہ ذیل علوم پر عبور حاصل تھا۔

(ا) علم فقہ اور فہم القرآن۔

(ب) فارسی زبان میں مہارت۔

(ج) سنسکرت زبان پہ عبور۔

نوٹ:۔ یہ بات ہماری تاریخ کا ایک حصہ ہے کہ جتنے بھی ایرانی قیدی آئے تھے۔ ان کی دیکھ بھال حضرت علیؓ کے زمہ تھی۔ ایرانیوں کا وہ لشکر جو حملہ کے لیے بھیجا گیا تھا۔ بصرہ جا کر مسلمان ہو گیا، اور وہیں پہ Settle ہو گیا تھا۔ ان کی نہ صرف دیکھ بھال، بلکہ ان کو علاقوں میں Settle کرنا، ذریعہ معاش وغیرہ کا نظم و نسق حضرت علیؓ کے پاس تھا۔ جس کی کہ تین وجوہات ہیں:

(ا) ان کی ایمانداری۔

(ب) ان کا فارسی زبان کا علم۔

(ج) ان کا تبلیغ اسلام کا تجربہ جس کی وجہ سے ہزاروں ایرانی مسلمان ہو گئے۔

Marfat.com

i۔عرب اور ہندوستان کی تجارت حضرت عیسیٰؑ کے زمانے سے پہلے کی موجود تھی۔اس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ مہابھارت کی لڑائی میں جب کوروا اور پانڈوا ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ارجن اپنے بھائیوں کے خلاف جنگ کرنے سے گریز کر رہا تھا۔اس پر کرشن جی مہاراج نے جو اُپدیش دیا،اس کو گیتا کہا جاتا ہے۔اس مہابھارت کی History میں یہ بھی لکھا ہوا ہے،کہ ارجن اپنے بھائی سے ایک راز کی بات کہنا چاہتا تھا،لیکن اس خیال سے کہ پانڈوا اس کی بات سن کر سمجھ نہ جائیں ،اس نے اپنے بھائی سے عربی زبان میں بات کی۔

ii۔پرانے زمانے کے پتلے جو جنوبی ہندوستان میں ملے،ان پہ بھی عربی زبان لکھی ہوئی ہے۔

iii۔پرانے وقتوں کے عربی شاعروں کی شاعری میں ہندوستان اور چین کے ریشم کا اکثر ذکر آتا ہے۔

iv۔بابا تھامس جو کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں میں سے تھے۔حضرت عیسیٰؑ کا حکم بجالاتے ہوئے وہ بھی مدراس تشریف لائے جن کی لکھی ہوئی بائبل کو تھامس کی بائبل کہا جاتا ہے۔جس میں انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی مدراس میں آمد کا ذکر کیا ہوا ہے۔

10۔صفر کے استعمال کے متعلق دو روایات ایک یہ کہ عرب سے ہندوستان آیا ہے۔لیکن زیادہ تر لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان سے عرب گیا ہے۔جو شخص ریاضی کا ماہر ہوگا۔اس کو تمام ہندسوں کو جاننا ضروری ہے۔چونکہ سیاروں کا علم اس زمانے میں ہندوستان میں عروج پہ تھا۔تو یہی ممکنات میں سے ہے،کہ اس کو سیکھنے کے

لیے اس زمانے کی زبان یعنی سنسکرت آنی چاہیئے۔

11۔ حضور رحمتہ للعالمین ؐ کی ولادت کے بعد بہت سے لوگوں کو جب پتا چلا کہ، " کلکی اوتار" کا اس دنیا پہ ظہور ہو چکا ہے تو بہت سے لوگ نہ صرف ہندوستان سے, بلکہ Middle East سے بھی مکہ تشریف لائے تھے۔اس کا ذکر اشفاق احمد خان کی کتاب ------------ بابا کا مدینہ شریف کا سفر وہاں پہ کافی عرصہ تک قیام۔ چونکہ سیدنا حضرت علیؓ رحمتہ للعالمین ؐ کے سکیریٹری تھے، لہٰذا یہ تمام لوگ جو دنیا کے مختلف ممالک سے آتے تھے۔ رحمتہ للعالمین ؐ اور ان کے صحابہ کرامؓ سے ملاقات ہوتی تھی۔ ان ہستیوں کی دیکھ بھال اور مختلف ضروریات کا خیال حضرت علیؓ کے ذمہ ہوتا تھا۔ اسی تجربہ کی وجہ سے ان کو ایرانی قیدیوں کی دیکھ بھال اور ان کو اسلام کی تبلیغ دینے پر بھی مامور کیا گیا۔

جن علوم پہ سیدنا حضرت علیؓ کو مہارت حاصل تھی ،وہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ ان میں رمل، ریاضی، سنسکرت، شامل ہیں۔ یہ وہ علوم ہیں جن کے ذریعے انسان کسی حد تک آنے والے معاملات کو دیکھ سکتا ہے۔اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے بزرگ ہستیوں کو مختلف قسم کی طاقتوں سے نوازا ہوتا ہے۔

سیدنا امام خمینیؒ کا پیرس میں انٹرویو

جب سیدنا امام خمینی بغداد سے فرانس چلے گئے تو شہنشاہ ایران کا تختہ اُلٹنے تک وہیں قیام کیا۔اس دوران میں ایک اطالوی خاتون نے اُن کا مسجد نور میں انٹرویو

Marfat.com

لیا جس میں کہ اُس محترمہ نے سیدنا امام خمینیؒ سے سوال کیا کہ

سوال کیا آپ تہران اس لیے جائیں گے کہ وہاں اسلامی حکومت قائم کر سکیں؟

جواب جی ہاں۔

سوال لیکن آپ کے عقیدہ میں رحمت للعالمین ﷺ کے دور کے بعد تو کبھی اسلامی حکومت قائم ہی نہیں ہوئی۔ آپ کیسے اسلامی حکومت قائم کر لیں گے؟

جواب یہ غلط ہے خلفاء راشدین کا زمانہ عین اسلامی دور تھا اور وہ سب کے سب راسخ عقیدے کے مومن تھے

سوال اگر وہ مومن تھے اور پکے مسلمان تھے تو اُن پر تبریٰ کیوں بھیجا جاتا ہے۔

جواب میں ایران پہنچنے کے بعد نہ صرف اس گناہ کو ختم کروا دوں گا، بلکہ صحابہ اکرام پہ درود بھی بھیجواؤں گا۔

سوال سیدنا آپ یہ بات پیرس میں کہہ رہے ہیں یا تہران میں بھی جا کر کہیں گے۔

جواب آپ کو اس کا اِن شاءاللہ جلد ہی پتا چل جائے گا۔

سیدنا امام خمینیؒ نے ایران میں تبریٰ بند کروا دیا اور درود شروع کروا دیا اور اتنی عظیم خبر سُنی ممالک میں (جس میں پاکستان بھی شامل ہے) بلیک آؤٹ کر دی گئی۔ DPA (ایک جرمن نیوز ایجنسی) نے اس خبر کو Creat کیا اور اخبارات کو بھیجا جنہوں نے اسے ایک چھوٹی سی خبر کے طور پر شائع کر دیا، لیکن افسوس کہ ہمارے عوام کو کئی سو سال کی سب سے عظیم خبر سے محروم رکھا گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام دشمن عناصر کے اتنے لمبے ہاتھ ہیں کہ جب چاہیں جہاں چاہیں نہ صرف اتنی عظیم

Marfat.com

خبروں کا بلیک آؤٹ کر دیں، بلکہ من مانی بے بنیاد جھوٹی خبروں کو ہمارے ذہن میں ڈال دیں۔ یہ سلسلہ آج کا نہیں، بلکہ پچھلے ہزار سال سے بھی زیادہ عرصے سے چل رہا ہے بجائے اس کو ختم کرنے کے دن بدن بڑھایا جا رہا ہے اور مختلف انٹرنیشنل ادارے ان بے حیا اداروں کو فنڈز مہیا کرتے ہیں۔

غزوہ خیبر ۷ ہجری

اس غزوہ کو کئی کتابوں میں اس طریقے سے لکھا گیا ہے کہ اس غزوہ میں ایک قلعہ کو فتح کرنے کے لیے رحمتہ للعالمین ﷺ نے سب سے پہلے حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو علم دے کر حملہ کے لیے بھیجا، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ دوسرے روز رحمتہ للعالمین ﷺ نے حضرت عمر خطابؓ کو علم دے کر مجاہدین کے ساتھ حملہ کے لیے روانہ کیا، لیکن کامیابی نہیں ہوئی، اس طریقے سے تیسرے دن بھی حضرت عثمان غنیؓ کی قیادت میں حملہ کیا گیا اور کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ ہر روز ہر حملے میں مسلمان شہید ہوتے رہے، لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ ان کتابوں میں مزید لکھا گیا ہے کہ رحمتہ للعالمین ﷺ نے تیسرے روز شام کو یہ اعلان کیا کہ کل صبح میں اس شخص کو علم دوں گا جو کہ فتح اور کامرانی سے ہمکنار ہوگا۔ چوتھے روز ان مؤرخین (جو کہ کوئی مؤرخ نہیں تھے بلکہ الف لیلوی داستانیں لکھنے والے تھے) کے مطابق جھنڈا حضرت علیؓ کو سونپا گیا۔ اور اُنہوں نے قلعے کا دروازہ اُکھاڑ کر پھینک دیا۔ کسی صحابیؓ نے حضور ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے پہلے روز ہی حضرت علیؓ کو علم کیوں نہیں سونپ دیا

Marfat.com

توتوبہ نعوذ باللہ من ذالک حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں پہلے تینوں صحابہ اکرامؓ کو یہ بات باور کروانا چاہتا تھا کہ جو کام تم سے نہیں ہوسکا وہ حضرت علیؓ سرانجام دیں گے۔ یہ غزوہ سات ہجری میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ اُس وقت حضرت علیؓ کی عمر چھبیس یا ستائیس سال ہوگی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے توبہ نعوذ باللہ خاکم بدہن کہ رحمت للعالمین ﷺ نے حضرت علیؓ کی برتری دکھانے کے لیے کئی لوگ مروا دیئے۔ کیا کوئی ذی ہوش انسان ایسی گری ہوئی حرکت حضور ﷺ سے وابستہ کرسکتا ہے؟

یہی الف لیلوی مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں، بلکہ بعد میں ان کی احادیث بھی بنادی گئیں۔

مجھے تو آج تک یہ سمجھ نہیں آئی کہ مولا کا مطلب کیا ہوتا ہے ہر فرقے کے لوگ اس کو مختلف انداز میں اوراس کے مختلف معنی بیان کردیتے ہیں۔

(کیا یہ جو باتیں حضور ﷺ کے نام لگائی جاتی ہیں۔ کیا ان کے متعلق کوئی وحی آئی تھی؟ اتنی بڑی باتوں کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہونا تھا یہ وہ چیزیں ہیں جس سے کہ اسلام کا [illegible] نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔)

کیا وجہ ہے کہ نبوت کے اعلان کے بعد اتنی بڑی باتوں کو بیس سال تک بتایا ہی نہیں گیا۔ حتیٰ کہ حج الوداع کے خطبہ میں حضور ﷺ نے اس کے برعکس باتیں کیں۔

عربی کو عجمی پہ فوقیت نہیں
عجمی کو عربی پہ فوقیت نہیں
اللہ کے نزدیک وہ شخص بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتا ہے

سوال اگر توبہ نعوذ باللہ حضور ﷺ ایسی باتیں اعلان نبوت سے پہلے کرتے کہ

Marfat.com

حضرت علیؓ اس وقت کے تمام لوگوں سے اعلیٰ ہونگے اور ان کی اُولاد باقی سب کی اُولاد سے بہتر ہوگی تو وہ سوسائٹی جو سرمایا دارانہ نظام پہ مبنی تھی اس میں سے کوئی شخص مسلمان نہ ہوتا۔ یہ حضورﷺ کی بڑی کردار کشی ہے کہ ان کے بارے میں یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو ایمان لانے کی دعوت دیتے ... بغض سے کام لیا اور بہت کچھ چھپائے رکھا تو یہ نعوذباللہ ایسی باتیں حضرت علیؓ کی عظمت کو بھی بہت بُری طرح نقصان پہنچاتی ہیں۔ اسلام ایک مساوات کا مذہب ہے اور اس مساوات پہ اسلامی انقلاب دنیا میں برپا ہوا اور جب سے ہم نے اس مساوات کے نظام کو چھوڑا تو اسلام کی اشاعت اُسی وقت رُک گئی۔

حضرت بی بی مریمؑ

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ بی بی مریمؑ کی پاکیزگی کی خود شہادت مہیا کرے گا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بی بی مریمؑ کے نام کی پوری سورت قرآن مجید میں اتا ردی۔ اس کے علاوہ قرآن مجید میں حضرت مریمؑ کے متعلق یہ بھی فرمادیا کہ ہم نے کر دیا پاک ہم نے اسکو تمام غلاظتوں سے اور بنا دیا سردار ہم نے اسکو تمام عالمین کی عورتوں کا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بی بی مریمؑ کو کسی قسم کی کوئی حاجت نہیں آتی تھی۔ کیو نکہ اسی طریقے سے تمام غلاظتوں سے پاک کیا جاتا ہے۔ میری ملاقات لندن یونیو رسٹی کے ایک پروفیسر سے ہوئی جسکو کہ سال سوا سال بعد حاجت ہوتی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ کچھ اور بھی ایسے لوگوں کو جانتا ہے جو حضرت یعقوبؑ کی اولاد میں

Marfat.com

سے ہیں اور وہ خود بھی انہی کی اولاد میں سے ہے۔ فرمان الٰہی ہے کہ حضرت مریمؑ ہر لحا ظ سے پاک تھیں، لیکن افسوس ہے کہ جب ہم پاک لوگوں کی فہرست بناتے ہیں تو ان کا نام اس فہرست سے خارج کر دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جتنی بھی کچی آبادیاں گورنمنٹ کی یا پر ائیویٹ زمینوں پر بنائی جاتی ہیں جن کو کہ عام اصطلاح میں ''دھکا آبادی'' کہا جاتا ہے۔ ان کا نام مکہ یا مدینہ کالونی رکھا جاتا ہے

دیکھنے والی بات یہ ہوتی ہے کہ وہاں زبردستی تعمیر کے ساتھ ساتھ ایک مسجد اور ایک گرجا بھی تعمیر کیا جاتا ہے۔ سائیکل پنکچر والے، تیل بدلی کرنے والے، سائن بو رڈوں پر مختلف صحابہ کرامؓ کے نام لکھ کر اس کی نمائش کرتے ہیں۔ جن کو سارے فرقے مانتے ہیں۔ گندے نالے کی سڑکوں کے نام ازواج مطہراتؓ کے نام پر رکھے جاتے ہیں۔ دیکھنے والوں اور پڑھنے والوں کو شرم نہیں آتی...... حیران کن بات ہے۔ یہ سب کردار کشی ہم روزانہ برداشت کرتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ پاکستان بننے کے چند سال بعد اسی طریقے سے لوگوں نے قائداعظم'' کا نام مختلف گھٹیا قسم کے اداروں پر لکھنا شروع کر دیا تھا۔ جس پر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے سخت ترین احتجاج اور مظاہرے کئے۔ پنجاب گورنمنٹ اور بعد میں سینٹرل گورنمنٹ نے ایک قانون کے ذریعے اس قسم کی کردار کشی بند کروادی، لیکن ان سرروں نے دوسرے طریقوں سے شروع کر دی۔ حکومت کو چاہیے کہ سارے پاکستان میں وہ تمام سائن بورڈ جن سے عوام کی دل آزاری ہوتی ہو وہ آویزاں کرنے پر نہ صرف پابندی عائد کروائے، بلکہ اس کو فوجداری دفعہ کے تحت

Marfat.com

بند کر دیا جائے۔

حضرت ابراھیمؑ

انہوں نے حضرت ابراھیمؑ کو جن کے بارے میں آج بھی ان کے ویدوں میں لکھا ہوا ہے۔ براہما پہلی زندگی دینے والا بنا دیا۔ یہ الفاظ وہ ہیں جب نمرود نے حضرت ابراھیمؑ سے پوچھا کہ تمہارا رب کیا ہے تو انہوں نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندگی عطا کرتا ہے۔نمرود نے کہا زندگی تو میں بھی عطا کرتا ہوں۔اس پر حضرت ابراھیمؑ نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو پہلی زندگی دیتا ہے۔جب حضرت ابراھیمؑ ہندوستان میں اللہ کے مذہب کا پرچار کرنے کے لیے آئے تو براہمنوں نے پہلی بات ان سے رب کے متعلق پوچھی۔ جواب وہی آیا کہ میرا رب زندگی دینے والا ہے۔چنانچہ انہوں نے ابراھیمؑ سے براہما بنایا اور یہ کہا کہ یہ زندگی دینے والا دیوتا ہے۔ براہمنوں نے ان کو بھی بہت تنگ کیا۔ چونکہ ان کے پیروکار بہت زیادہ بن گئے تھے اس لیے انہیں بھی دیوتا بنا کر ہندو مذہب میں گھول دیا۔

حضرت موسیٰؑ

جب حضرت موسیٰؑ ہجرت کر کے (تورات کے مطابق) جب سینائی (صحرا) پہنچے، اور وہاں پہ ان کو اچھی زمین پانی وغیرہ میسر آ گئی۔ان کی قوم اس سے

Marfat.com

خوش ہوئی اور وہیں ڈیرے ڈالنے کی اجازت چاہی ،لیکن حضرت موسیٰؑ نے ان کو اجازت دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اس جگہ جاؤں گا جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ سے وعدہ ہے۔ چنانچہ وہ کشمیر پہنچے اور وہاں سے ہندوستان گئے۔ انہوں نے اللہ کا وہ قانون جو کہ اللہ نے انہیں عطا کیا تھا، پنڈتوں کو پڑھایا۔ پنڈتوں نے ان کو بھی دیوتا بنالیا۔ اور ان کے ان پیروکاروں کو جو کہ ایک خُدا کی عبادت کرنے

والے تھے بھی ختم کرنے کی کوشش کی۔ حضرت موسیٰؑ کو دیوتا بنا کر ان کو منو کا نام دیا اور یہ لکھ دیا کہ منو قانون دینے والا ہے۔ ان کو بھی اپنے مذہب میں نہ صرف شامل کر لیا، بلکہ انکے ماننے والوں کا قتل عام کیا جو کہ اللہ کی وحدانیت پہ یقین رکھتے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ

بدھ مہذب کی کتابوں میں یہ درج ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ایک دفعہ بچپن اور ایک دفعہ جوانی میں نہ صرف ہندوستان تشریف لائے، بلکہ کشمیر بھی گئے۔ یہ کتابیں آج بھی ۔۔۔ میں موجود ہیں۔ Hurmer بھکشوؤں کے پاس یہ کتابیں آج بھی موجود ہیں۔ ایک روسی سیاح نے آج سے تقریباً سوا سو سال پہلے ان کتابوں کا معائنہ بھی کیا تھا۔ جس پہ انہوں نے فرنچ زبان میں ایک کتاب لکھی اس کا عنوان تھا "حضرت عیسیٰؑ کشمیر میں "اس موضوع پہ بعد میں لاطینی، انگریزی اور اردو زبانوں میں بھی کتابیں لکھی گئیں۔ مرزا غلام احمد صاحب نے بھی اس موضوع پہ 1906ء

میں ایک کتاب لکھی۔ براہمنوں کی کوششوں سے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے پیروکاروں پہ کشمیر اور مدراس میں بے انداز ظلم ڈھائے گئے۔ آپ اس بات سے اندازہ کرلیں کہ اشوک اعظم کے زمانے میں بدھ مت ہندوستان، چین، تبت، اوراس کے ملحقہ علاقوں میں مکمل طور پہ پھیل گیا تھا۔ جس کی وجہ سے ہندومت عوام میں ختم ہوگیا۔ براہمن بھکشو بن گئے۔ لیکن ایک عرصہ کے بعد انہی براہمن بھکشوؤں نے اندر سے بدھ مت کو ختم کرنا شروع کر دیا۔ مختلف لوگوں کو اکسا کر نہ صرف ہندومت دوبارہ قائم کر دیا، بلکہ بدھوں کا ہندوستان سے نام نشان مٹا دیا۔ راجپوتوں سے ان کی حکومتیں بنوائیں۔ براہمن بہادر ان سب کا پھر سے سربراہ بن گیا جو آج بھی قائم ہے۔

روح اللہ

جانوروں میں درندوں میں پرندوں میں سمندروں ہر قسم کی مخلوقات ان تمام لاکھوں نہیں کروڑوں نہیں اربوں کی تعداد میں مختلف روحیں کس نے ڈالی ہیں؟ کہاں سے آئی ہیں، اور کیا ان کی روحیں ان میں نہیں ڈالی گئیں؟

اللہ تعالیٰ نے کل کائناتوں، زمینوں اور آسمانوں کو اور جو اس کے نیچے درمیان اور اوپر ہے ان سب کی ایک حکم کے تحت تخلیق کر دی ہے۔ اس نے ہر چیز میں اپنی روح میں سے ڈال دیا۔ روح جو کہ بذات خود اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ہر شے کو جان دینے کے لیے روح روح میں سے ڈال دی جاتی ہے۔

اس روح کے بغیر دنیا کی کوئی شے جاندار نہیں ہوسکتی۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بذات خود کوئی روح نہیں ہے۔ وہ روح سے بالاتر ہے۔ روح اس کی بنائی ہوئی اشیاء میں سے ایک ہے جو ہر جگہ موجود ہے، لہٰذا ایک انسان کو روح اللہ کہنا مناسب نہیں ہے۔

اگر خُدانخواستہ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود روح ہوتا تو کائنات نو مہینے کے لیے جب تک کہ حضرت عیسیٰؑ پیدا نہ ہو جاتے بغیر روح کے چلتی یہ سوچنا بیوقوفی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق بھی یہ فرمایا گیا ہے کہ

ترجمہ: میں مٹی سے ایک بشر بنا رہا ہوں، پس (اے فرشتو) جب میں اسے پورا بنالوں اور اس میں اپنی روح سے پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔

اور یہی بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مختلف مقامات پر فرمائی گئی ہے۔ سورۂ نساء میں فرمایا:

اللہ کا رسول اور اس کا فرمان جو مریم کی طرف القا کیا گیا اور اس کی طرف سے ایک روح۔

اور سورۂ تحریم میں ارشاد ہوا:

اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی پس پھونک دیا ہم نے اس میں اپنی روح سے۔

اس کے ساتھ یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش اور حضرت آدمؑ کی پیدائش کو ایک دوسرے سے مشابہ قرار دیتا ہے،

Marfat.com

چنانچہ سورآلِ عمران میں فرمایا

:''عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ کی سی ہے جس کو اللہ نے مٹی سے بنایا'' پھر فرمایا:

"ہوجا" اور وہ ہوجاتا ہے۔"

ان آیات پر غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ معمول کے طریقہ تخلیق کے بجائے جب اللہ تعالیٰ کسی کو براہِ راست اپنے حکم سے وجود میں لاکر زندگی بخشتا ہے تو اس کو "اپنی روح سے پھونکنے" کے الفاظ سے تعبیر فرماتا ہے۔ اس روح کی نسبت اللہ کی طرف غالباً اس وجہ سے کی گئی ہے کہ اس کا پھونکا جانا معجزے کی غیر معمولی شان رکھتا ہے۔

میں نے رضاعی ماؤں کے متعلق بڑی تحقیقات کی ہیں اور کروائی بھی ہیں، خاص طور پہ پڑھے لکھے لوگوں سے میں نے جب اپنا موقف پیش کیا تو سب نے میری رائے پر سوچا سمجھا اور میری طرف غور سے دیکھتے رہے اور اکثر اوقات کہا یار ملک صاحب! آپ کی بات نہ صرف صحیح لگتی ہے، بلکہ اس میں Logic بھی ہے۔ یہ ساری باتیں حضورﷺ سرور کائنات کی کردارکشی کرتی ہیں اس دوران میں نے جو مواد اکٹھا کیا ہے وہ اوپر لکھ دیا ہے۔

Marfat.com

رحمۃ العالمین ﷺ کی شان میں دنیا کے مختلف مشہور لوگوں کے خیالات ان کے اصل الفاظ میں درج کر رہا ہوں۔

What They Say (I)

The Prophet of Islam

During the centuries of the crusades, all sorts of slanders were invented against Prophet Muhammad (pbuh). But with the birth of the modern age, marked with religious tolerance and freedom of thought, there has been a great change in the approach of Western authors in their delineation of his life and character. The views of some non-Muslim scholars regarding Prophet Muhammad, given at the end, justify this opinion.

But the West has still to go a step forward to discover the greatest reality about Muhammad (pbuh)and that is his being the true and the last Prophet of God for the whole humanity. In spite of all its objectivity and enlightenment there has been no sincere and objective attempt by the West to understand the Prophethood of Muhammad (pbuh). It is so strange that very glowing tributes are paid to him for his

Marfat.com

integrity and achievement but his claim of being the Prophet of God has been rejected explicitly or implicitly. It is here that a searching of the heart is required, and a review of the so-called objectivity is needed. The following glaring facts from the life of Muhammad (pbuh) have been furnished to facilitate an unbiased, logical and objective decision regarding his Prophethood.

Up to the age of forty, Muhammad (pbuh)was not known as a statesman, a preacher or an orator. He was never seen discussing the principles of metaphysics, ethics, law, politics, economics or sociology. No doubt he possessed an excellent character, charming manners and was highly cultured. Yet there was nothing so deeply striking and so radically extraordinary in him that would make men expect something great and revolutionary from him in the future. But when he came out of the Cave (HIRA) with a new message, he was completely transformed. Is it possible for such a person of the above qualities to turn all of a sudden

Marfat.com

into 'an impostor' and claim to be the Prophet of Allah and invite all the rage of his people? One might ask: for what reason did he suffer all those hardships? His people offered to accept him as their King and he would leave the preaching of his religion. But he chose to refuse their tempting offers and go on preaching his religion single-handedly in face of all kinds of insults, social boycott and even physical assault by his own people. Was it not only God's support and his firm will to disseminate the message of Allah and his deep-rooted belief that ultimately Islam would emerge as the only way of life for humanity, that he stood like a mountain in the face of all opposition and conspiracies to eliminate him? Furthermore, had he come with a design of rivalry with the Christians and the Jews, why should he have made belief in Jesus Christ and Moses and other Prophets of God (peace be upon them), a basic requirement of faith without which no one could be a Muslim?

Is it not an incontrovertible proof of his Prophethood that in spite of being unlettered and having led a very normal and quiet life for forty

years, when he began preaching his message, all of Arabia stood in awe and wonder and was bewitched by his wonderful eloquence and oratory? It was so matchless that the whole legion of Arab poets, preachers and orators of the highest calibre failed to bring forth its equivalent. And above all, how could he then pronounce truths of a scientific nature contained in the Qur'an that no other human being could possible have developed at that time?

Last but not least, why did he lead a hard life even after gaining power and authority? Just ponder over the words he uttered while dying: "We the community of the Prophets are not inherited. Whatever we leave is for charity."

As a matter of fact, Muhammad (pbuh) is the last link of the chain of Prophets sent in different lands and times since the very beginning of the human life on this planet. Read the following writings of the Western authors:

"If greatness of purpose, smallness of means, and

Marfat.com

astounding results are the three criteria of human genius, who could dare to compare any great man in modern history with Muhammad? The most famous men created arms, laws and empires only. They founded, if anything at all, no more than material powers which often crumbled away before their eyes. This man moved not only armies, legislations, empires, peoples and dynasties, but millions of men in one-third of the then inhabited world; and more than that, he moved the altars, the gods, the religions, the ideas, the beliefs and souls. . . his forbearance in victory, his ambition, which was entirely devoted to one idea and in no manner striving for an empire; his endless prayers, his mystic conversations with God, his death and his triumph after death; all these attest not to an imposture but to a firm conviction which gave him the power to restore a dogma. This dogma was twofold, the unity of God and the immateriality of God; the former telling what God is, the latter telling what God is not; the one overthrowing false gods with the sword, the other starting an idea with words."

"Philosopher, orator, apostle, legislator, warrior,

conqueror of ideas, restorer of rational dogmas, of a cult without images; the founder of twenty terrestrial empires and of one spiritual empire, that is Muhammad. As regards all standards by which human greatness may be measured, we may well ask, is there any man greater than he?"

Lamartine, HISTOIRE DE LA TURQUIE, Paris, 1854, Vol. II, pp. 276-277.

"It is not the propagation but the permanency of his religion that deserves our wonder, the same pure and perfect impression which he engraved at Mecca and Medina is preserved, after the revolutions of twelve centuries by the Indian, the African and the Turkish proselytes of the Koran. . . The Mahometans have uniformly withstood the temptation of reducing the object of their faith an devotion to a level with the senses and imagination of man. 'I believe in One God and Mahomet the Apostle of God' is the simple and invariable profession of Islam. The intellectual image of the Deity has never been degraded by any visible idol; the honours of the prophet have never

Marfat.com

transgressed the measure of human virtue, and his living precepts have restrained the gratitude of his disciples within the bounds of reason and religion."

Edward Gibbon and Simon Ocklay, HISTORY OF THE SARACEN EMPIRE, London, 1870, p. 54.

"He was Caesar and Pope in one; but he was Pope without Pope's pretensions, Caesar without the legions of Caesar: without a standing army, without a bodyguard, without a palace, without a fixed revenue; if ever any man had the right to say that he ruled by the right divine, it was Mohammed, for he had all the power without its instruments and without its supports."

Bosworth Smith, MOHAMMAD AND MOHAMMADANISM, London,1874, p. 92.

"It is impossible for anyone who studies the life and character of the great Prophet of Arabia, who knows how he taught and how he lived, to feel anything

Marfat.com

but reverence for that mighty Prophet, one of the great messengers of the Supreme. And although in what I put to you I shall say many things which may be familiar to many, yet I myself feel whenever I re-read them, a new way of admiration, a new sense of reverence for that mighty Arabian teacher."

Annie Besant, THE LIFE AND TEACHINGS OF MUHAMMAD,

(PBUH)Madras,1932, p. 4.

"His readiness to undergo persecutions for his beliefs, the high moral character of the men who believed in him and looked up to him as leader, and the greatness of his ultimate achievement - all argue his fundamental integrity. To suppose Muhammad (pbuh)an impostor raises more problems than it solves. Moreover, none of the great figures of history is so poorly appreciated in the West as Muhammad."

W. Montgomery Watt, MOHAMMAD AT MECCA, Oxford, 1953,p. 52.

"Muhammad, the inspired man who founded Islam, was born about A.D. 570 into an Arabian tribe that worshipped idols. Orphaned at birth, he was always

Marfat.com

particularly solicitous of the poor and needy, the widow and the orphan, the slave and the downtrodden. At twenty, he was already a successful businessman, and soon became director of camel caravans for a wealthy widow. When he reached twenty-five, his employer, recognizing his merit, proposed marriage. Even though she was fifteen years older, he married her, and as long as she lived, remained a devoted husband.

"Like almost every major prophet before him, Muhammad fought shy of serving as the transmitter of God's word, sensing his own inadequacy. But the angel commanded "Read." So far as we know, Muhammad (pbuh)was unable to read or write, but he began to dictate those inspired words which would soon revolutionize a large segment of the earth: "There is one God."

"In all things Muhammad (pbuh)was profoundly practical. When his beloved son Ibrahim died, an eclipse occurred, and

Marfat.com

rumours of God's personal condolence quickly arose. Whereupon Muhammad (pbuh)is said to have announced, "An eclipse is a phenomenon of nature. It is foolish to attribute such things to the death or birth of a human being." "At Muhammad's own death an attempt was made to deify him, but the man who was to become his administrative successor killed the hysteria with one of the noblest speeches in religious history: "If there are any among you who worshipped Muhammad(PBUH),he is dead. But if it is God you worshipped, He lives forever."

James A. Michener, "ISLAM: THE MISUNDERSTOOD RELIGION," in READER'S DIGEST (American edition), May1955, pp. 68-70.

AS NON-MUSLIMS SEE THE HOLY PROPHET

Do You Know This Man ?

History has recorded the appearance and deeds of many religious leaders: Moses, Jesus Christ, Zoroaster, and Abraham, to name just a few. There have also been many

Marfat.com

self-proclaimed prophets and messengers, each of whom has claimed to bring a divine revelation for mankind. Some have proven to be false, and others have been forgotten. But there is one religious leader who stands alone, an unlettered man who transmitted a revelation from God that literally changed the course of history and the destinies of a major portion of mankind: Muhammad, the Prophet and Messenger of God.

ENCYCLOPEDIA BRITANNICA confirms:

"...a mass of detail in the early sources shows that he was an honest and upright man who had gained the respect and loyalty of others who were likewise honest and upright men." (Vol. 12)

BERNARD SHAW said about him:

"He must be called the Savior of humanity I believe that if a man like him were to assume the dictatorship of the modern world, he would succeed in solving its problems in a way that would bring it much-needed peace and happiness."

(The Genuine Islam, Singapore, Vol. 1, No. X 1936)

Marfat.com

He was by far the most remarkable man that ever set foot on this earth. He preached a religion, founded a state, built a nation, laid down a moral code, initiated numerous social and political reforms, established a powerful and dynamic society to practice and represent his teachings, and completely revolutionized the worlds of human thought and behavior for all time to come.

"HIS NAME IS MOHAMMED"

May the Peace of God Be upon Him (PBUH)

Born in Arabia in the year 570 CE, Muhammad (pbuh)started his mission of preaching Islam, the religion of truth and the submission of man to one God, at the age of forty and died at the age of sixty-three.

During the short twenty-three year period of his prophet hood, Muhammad (pbuh)changed the entire Arabian peninsula forever. Within the space of one generation, the vast majority of people went from paganism and idolatry to devout and strict monotheism, from tribal quarrels and wars to national solidarity and cohesion, from drunkenness and debauchery to sobriety and piety,

Marfat.com

from lawlessness and anarchy to a lifestyle characterized by discipline, from moral bankruptcy to the highest standards of moral excellence.

Human history has never seen such a complete transformation of a people or a place before or since-and just IMAGINE that all of these unbelievable wonders took place in JUST OVER TWO DECADES and because of the efforts of one man.

The world has had its share of great personalities. But these were one-sided figures who distinguished themselves in only one or two fields, such as religious thought or military leadership.

The lives and teachings of these great personalities are shrouded in the mists of time. There is so much speculation about the time and place of their birth, the mode and style of their life, the nature and detail of their teachings, and the degree and measure of their success or failure that it is impossible for humanity to reconstruct accurately the lives and teachings of these men.

Not so this man The Prophet Muhammad (pbuh)accomplished so

Marfat.com

much in so many fields of human thought and behavior in the fullest blaze of human history. Every detail of his private life and public utterances has been accurately documented and faithfully preserved to our day The authenticity of the records so preserved are vouched for not only by the faithful followers but even by his prejudiced critics.

Muhammad (pbuh)was a religious teacher, a social reformer, a

moral guide, an administrative colossus, a faithful friend, a wonderful companion, a devoted husband, a loving father-all in one. No other man in history ever excelled or equaled him in any of these different aspects of life- but it was only for the selfless personality of Muhammad (pbuh)to achieve such incredible perfection.

Mahatma Gandhi, speaking on the character of Muhammad(PBUH),says in Young India:

"I wanted to know the best of one who holds today undisputed sway over the hearts of millions of mankind. I became more than convinced that it was not the sword that won a place for Islam in those days in the scheme of life. It was the rigid simplicity, the

Marfat.com

utter self-effacement of the Prophet, the scrupulous regard for his pledges, his intense devotion to his friends and followers, his intrepidness, his fearlessness, his absolute trust in God and in his own mission. These and not the sword carried everything before them and surmounted every obstacle. When I closed the 2nd volume (of the Prophet's biography) I was sorry there was not more for me to read of the great life."

Thomas Carlyle, in his Heroes and Hero-worship, was simply amazed as to "how one man single-handedly could weld warring tribes and wandering bedouins into a most powerful and civilized nation in less than two decades."

Diwan Chand Sharma wrote: "Muhammad (pbuh)was the soul of kindness and his influence was felt and never forgotten by those around him. " (D. C. Sharma, The Prophets of the East, Calcutta 1935, pp. 12)

Edward Gibbon and Simon Ockley, speaking on the profession of Islam write: " It is not the propagation but the permanency of his religion that deserves our

Marfat.com

wonder, the same pure and perfect impression which he engraved at Mecca and Medina is preserved, after the revolutions of twelve centuries by the Indian, the African and the Turkish proselytes of the Koran. . . The Mahometans have uniformly withstood the temptation of reducing the object of their faith an devotion to a level with the senses and imagination of man. _I believe in one God, and Mahomet, a Apostle of God_ is the simple and invariable profession of Islam. The intellectual image of the Diety has never been degraded by any visible idol; the honor of the Prophet has never transgressed the measure of human virtues; and his living precepts have restrained the gratitude of his disciples within the bounds or reason and religion." (History of the Saracen Empires, London, 1870, p. 54).

Muhammad (pbuh)was nothing more or less than a human being

But he was a man with a noble mission, one which was to unite all human beings on the worship of the one and only God and to teach them the way to honest and upright living based on the commands of God. He

Marfat.com

always described himself as "a servant and messenger of God," and every single one of his actions proclaimed loudly the truth of this phrase.

Speaking on the aspect of equality before God in Islam, the famous Indian poetess Sarojini Naidu says: "It was the first religion that preached and practiced democracy for, in the mosque when the call for prayer is sounded and worshippers are gathered together, the democracy of Islam is embodied five times a day when the peasant and king kneel side by side and proclaim: "God Alone is Great." I have been struck over and over again by this indivisible unity of Islam that makes man instinctively a brother. (S. Naidu, "Ideals of Islam," vide Speaches ~ Writings, Madras, 1918, p. 169).

In the words of Prof. Hurgronje: "The League of Nations founded by the prophet of Islam put the principle of international unity and human brotherhood on such universal foundations as to show candle to other nations ... the fact is that no nation of the world can show a parallel to what Islam has done towards the realization of the idea of the League of

Marfat.com

Nations."

The world has not hesitated to raise to divinity individuals whose lives and missions have been lost in legend. Historically speaking, none of these legends achieved even a fraction of what Muhammad accomplished. And all of his striving was for the sole purpose of uniting mankind for the worship of the one God on the codes of moral excellence. Muhammad (pbuh)or his followers never at any time claimed that he was a son of God, a God-incarnate, or a man having a divine nature-he always was and is even today considered as only a human messenger chosen by God.

Michael H. Hart, in his recently published book on the rating of individuals who have contributed towards the benefit and upliftment of mankind writes: "My choice of Muhammad (pbuh)to lead the list of the world's most influential persons may surprise some readers and may be questioned by others, but he was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels. (M H. Hart, The 100: A Ranking of the Most Influential Persons in History, New York, 1978, pp. 33)

Marfat.com

As a matter of fact, Muhammad (pbuh) is the last link of the chain of Prophets sent in different lands and times since the very beginning of the human life on this planet. Read the following writings of the Western authors :

K. S. RAMAKRISHNA RAO, an Indian Professor of Philosophy in his booklet, ("Muhammad, The Prophet of Islam,") calls him the

"Perfect model for human life."

Prof. Ramakrishna Rao explains his point by saying: "The personality of Muhammad, it is most difficult to get into the whole truth of it. Only a glimpse of it I can catch. What a dramatic succession of picturesque scenes! There is Muhammad, the Prophet. There is Muhammad, the Warrior; Muhammad, the Businessman; Muhammad, the Statesman; Muhammad, the Orator; Muhammad, the Reformer; Muhammad, the Refuge of Orphans; Muhammad, the Protector of Slaves; Muhammad, the Emancipator of Women; Muhammad, the Judge; Muhammad, the Saint. All in all these magnificent roles, in all these departments of human activities,

Marfat.com

he is alike a hero."

Today even after a lapse of fourteen century, the life and teachings of Muhammad (pbuh)have survived without the slightest loss, alteration, or interpolation. They offer the same undying hope for treating mankind's many ills that they did when he was alive. This is not a claim of Muhammad's followers but also the inescapable conclusion reached by a critical and unbiased study of human history.

Maybe it is time for you to get to know this outstanding person who has influenced the life of billions of people over the last fourteen hundred years. He could also change your life.

Source : http://www.muhammad.net/intro/

Check following links to know more about :

Muhammad (Peace be upon him) The Prophet Of Mankind

1- The Sealed Nectar : A biography of the Prophet Mohammad

2-Biography of the final messenger - MUHAMMED -

3-Love of the Prophet Dr. Bilal Philips Side A Side B

4-Twelve Proofs that Muhammad (pbuh)is a true Prophet

5-Did Jesus and Isaiah PROPHESY the coming of Muhammad (pbuh)?

6- The Status Of Sunnah In Islam By Shaikh Al-Albany

7- Muhammad (pbuh)In The Bible by Dr. Jamal Badawi .Book

8- Muhammad (pbuh)In The Bible Dr. Jamal Badawi Audio

9- Finality of Prophethood

11-The story of Muhammad (PBUH) read by Yusuf Islam

12-You Must Know This Man

My fellow christian friends, how can you like one prophet more than another? You should love them all. And did you ever wonder why you know nothing of this man Mohamed may the peace and blessings of God be upon him

You see it says in the Qur'an, "Then woe to those who write the Book with their own hands, and then say:"This is from God," to traffic with it for miserable price!- Woe to them for what their hands do write, and for the gain they make thereby." 2:79 and

Marfat.com

also, "We gave Moses the Book and followed him up with a succession of messengers; We gave Jesus the son of Mary Clear (Signs) and strengthened him with the holy spirit. Is it that whenever there comes to you a messenger with what ye yourselves desire not, ye are puffed up with pride?- Some ye called impostors, and others ye slay! 2:87 this was talking to the children of Israel and in another place it says,"They say: "Allah hath begotten a son" :Glory be to Him.-Nay, to Him belongs all that is in the heavens and on earth: everything renders worship to Him. The Originator of the heavens and the earth! When He decreeth a thing, He saith unto it only: Be! and it is." 2:116-117

The Qur'an also says,"Never will the Jews or the Christians be satisfied with thee unless thou follow their form of religion." 2-120. And also,"(Our religion is) the Baptism of God: And who can baptize better than God? And it is He Whom we worship" 2:138 "When My servants ask thee concerning Me, I am indeed close (to them): I listen to the prayer of every suppliant when he calleth on Me: Let them also, with a

Marfat.com

will, Listen to My call, and believe in Me: That they may walk in the right way." 2:168

"Behold (people of the book-christians and jews) the scribes write lies with their pens, you would think it is from the book but it is not and well aware they are of what they do" ch. 2 reguarding the new testament where it talked about Mohamed may the peace and blessings be upon him and in the old testament.

They changed the words Holy Spirit when Jesus may the
peace and blessings of God be upon him talked about a warner coming which was Mohamed with the like of Moses. Jesus was not like Moses.

My friends we believe in Jesus may the peace and blessings of God be upon him, we believe he was the christ, the messiah, we believe in his miraculous birth which many christians today do not. We believe he was born the virgin Mary, may God accept her, and he will come again at the end of days. In the Qur'an it says,"Relate in the Book (the story of) Mary, when

Marfat.com

she withdrew from her family to a place in the East,She placed a screen (to screen herself) from them; then We sent her our angel, and he appeared before her as a man in all respects." 19:16-17 And it says, "He said: "Nay, I am only a messenger from thy Lord, (to announce) to thee the gift of a holy son, ..She said: "How shall I have a son, seeing that no man has touched me, and I am not unchaste?"He said: "So (it will be): Thy Lord saith, 'that is easy for Me: and (We wish) to appoint him as a Sign unto men and a Mercy from Us':It is a matter (so) decreed." 19:19-21

"Such was Jesus, son of Mary: (this is) a statement of the truth concerning which they doubt.It is not befitting to (the majesty of) God that He should beget a son. Glory be to Him! when He determines a matter, He only says to it, "Be", and it is." 19:34-35 begotten meaning to produce sexually, an animal act of intercourse

This is why the trinity is so confusing because it wasn't on the lips of Jesus and God never said it to be so.

Marfat.com

check out how priests and pastors and even rabis are rapidly embracing ISLAM at www.islamtoday.com or www.islamtomorrow.com

Mr. Ahmed Deedat an eminent scholar.
See him as he debates some of the most knowledgable men of christianity.

[url]http://www.aswatalislam.net/deedatvcds.asp

[/url]http://forums.gawaher.com/index.php?showtopic=7954&

[url]http://jamaat.net/deedat.htm

Marfat.com

ملک غلام محمد کی پیدائش

ملک غلام محمد مرحوم 1895ء میں محلہ ککے زئیاں اندرون لاہور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے بچپن اسی جگہ گزارا اور ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ ان کے ایک تایا اس زمانے میں ریاست کپورتھلا میں فنانس منسٹر تھے۔ ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ ملک صاحب کے والد نے ملک غلام محمد صاحب کو ان کے تایا کے پاس ریاست کپورتھلا بھجوا دیا۔ جہاں پر رہ کر انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان بہترین نمبروں سے پاس کیا (اس زمانے میں میٹرک کا امتحان پنجاب یونیورسٹی لیتی تھی جس میں نہ صرف پورا پنجاب، بلکہ پشاور بھی شامل ہوتا تھا یعنی دہلی سے لیکر پشاور تک میٹرک کا امتحانات لینے کیلئے صرف ایک ہی ادارہ تھا۔) اس کے بعد ملک صاحب مرحوم علی گڑھ یونیورسٹی چلے گئے جہاں انہوں نے اکنامکس میں M.A کیا اور L.L.B کا امتحان بھی پاس کیا۔

اس کے بعد انہوں نے IAS(Indian Account Service) کا امتحان پاس کیا۔ جس طرح انڈین ایڈمنسٹریشن سروس (Inciai Admministration Service) کے امتحان کو ICS کہا جاتا تھا۔ اسی طرح فائنس، اکاؤنٹس وغیرہ کو IAS کہا جاتا تھا۔ ان کی ٹریننگ بھی ICS کی طرح انگلینڈ میں ہوتی تھی۔

ملک صاحب مرحوم شروع میں ریلوے بورڈ میں ممبر کی حیثیت سے نامزد ہوئے جہاں انہوں نے بے انداز مسلمانوں کو اور لاہور کے ککے زئی برادری کے لوگوں کو ملازمتیں

Marfat.com

دلوائیں۔

دوران جنگ ملک صاحب ہندوستان گورنمنٹ کے کنٹرولر آف جنرل سپلائیز اینڈ پرچیز (Controller of General Supplies and Purchase) مقرر ہوئے۔

ملک غلام محمد

ایک زمانے میں احمد غزنوی صاحب دہلی میں سول جج تھے۔ میں ایک دن ڈاکٹر خالد غزنوی سے ملنے کے لیے گیا تو لالہ احمد غزنوی صاحب بھی وہیں موجود تھے۔ وہاں باتوں باتوں میں احمد غزنوی صاحب نے بتایا کہ وہ دہلی ایئر پورٹ پر کسی Assignment میں مصروف تھے کہ انہیں دیر ہوگئی اور ان کی فلائٹ چلی گئی اور وہ وہاں انتظار کررہے تھے۔ انہوں نے ایک شخص کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ احمد غزنوی صاحب نے اندازاً

جان لیا کہ وہ شخص مسلمان ہے۔ جب بات ہوئی تو پتا چلا کہ وہ ملک غلام محمد ہے۔ احمد غزنوی صاحب نے بڑے ٹوہر سے اسے بتایا کہ: ''میں دہلی میں سول جج ہوں، آپ کیا کرتے ہیں؟ ملک غلام محمد صاحب نے بتایا کہ وہ ٹاٹا کمپنی میں ملازم ہیں۔ پھر امرتسر، لاہور اور ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر احمد غزنوی صاحب نے کہا کہ ''جناب میری فلائٹ تو دیر سے ہے، آپ کی کون سی فلائٹ ہے۔'' اس پر ملک غلام محمد صاحب نے بتایا کہ: ''میری کوئی فلائٹ نہیں ہے۔ میری کمپنی نے مجھے ایک جہاز

Marfat.com

دیا ہوا ہے، جو یہاں کھڑا ہے۔ میں جب چاہوں گا چلا جاؤں گا، کوئی بات نہیں مجھے دیر نہیں ہوتی۔''

احمد غزنوی صاحب نے بتایا کہ ''یہ سن کر میں پریشان ہو گیا اور میں نے پوچھا؟ ''جناب اگر آپ کو جہاز دیا ہوا ہے تو آپ کی تنخواہ بھی کافی ہوگی۔ کمپنی آپ کو کتنی تنخواہ دیتی ہے؟''

اس پر ملک غلام محمد بڑا ہنسا اور کہا یار بس مل جاتی ہے، چھوڑو۔ دوبارہ اصرار کرنے پر انہوں نے بتایا کہ میں کمپنی سے دس ہزار روپے ماہانہ تنخواہ لیتا ہوں۔''

مزید پوچھنے پر ملک صاحب نے بتایا کہ وہ ٹاٹا کمپنی کے Finance Adviserr ہیں۔ اب تڑک کر کے میرے ذہن میں ایک بات آئی کہ وہ شخص کتنی قابلیت کا مالک ہوگا جس کو مسلمان ہونے کے باوجود غیر مسلموں نے اپنا ایڈوائزر رکھا ہوا تھا۔

ملک غلام محمد اور حضرت خالد بن ولید کا مکان

شاہ سعود نے ملک غلام محمد کے اس احسان کا بدلہ خوبصورت ترین انداز میں چکایا۔ حکومت سعودیہ نے حضرت خالد بن ولید کی اولاد سے ان کا وہ مکان، جو مسجد نبوی کی بغل میں تھا خرید لیا۔ اسی زمین پر ایک شاندار محل نما قسم کی عمارت بہت ہی کم عرصے میں تیار کروادی۔ جب ملک غلام محمد مرحوم سعودی عرب کے دورے پر گئے تو شاہ سعود نے مدینہ شریف میں ملک غلام محمد مرحوم صاحب کو اس محل نما گھر کی چابی

Marfat.com

دی۔اس مقام پر سنگ مرمر کا ایک کتبہ نصب تھا جس پر لکھا تھا کہ شاہ سعود نے اپنے بڑے بھائی ملک غلام محمد کو ان کی خدمات، جوانہوں نے مملکت سعودی عریبیہ کی کیں، کے صلے میں یہ گھر تحفے میں دیا ہے، تا کہ آنے والی نسلیں ہمیشہ ہمیشہ اس کو یاد رکھیں۔

ملک غلام محمد مرحوم نے اس گھر کے متعلق کوئی وصیت نہیں کی، نہ یہ کسی کو دیا۔ یہ مکان پاکستانی زائرین کیلئے وقف کر دیا۔اور یہ پاکستان ہاؤس کہلانا شروع ہو گیا۔

جب شاہ فہد نے دوسری دفعہ مسجد نبویؐ کی توسیع شروع کی تو انہوں نے حکومت پاکستان کو یہاں سے دور ایک جگہ پاکستان ہاؤس کے معاوضے میں دے دی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کا وہ گھر، جس کے آخری مالک ملک غلام محمد مرحوم تھے، مسجد نبوی کا ایک حصہ بن گیا اور مسجد نبوی میں شمولیت کے ساتھ یہاں ہمیشہ ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر ہوتا رہے گا۔اس ثواب میں ملک غلام محمد مرحوم بھی شامل رہیں گے۔

جب ککے زئی برادری میں لاہوریوں اور امرتسریوں کی شادیاں ہوتی تھیں تو میں کچھ باتوں پر بڑا حیران ہوتا تھا۔ایک یہ تھی کہ تمام ملک صاحبان نے کالی شیروانیاں پہنی ہوتی تھیں، لٹھے کی شلواریں، پاؤں میں تلے کے کھسے اور ہاتھ میں قینچی سگریٹ کی ڈبی اور اس کے اوپر ایک ماچس ہاتھ میں پکڑی ہوتی تھی۔لاہور کے ککے زئیوں کی گفتگو کا انداز ہی ایک تو منفرد حیثیت رکھتا تھا، دوسرا تلفظ۔ یہ تلفظ پورے اندرون شہر لاہور سے تعلق رکھتا تھا جو کچھ یوں ہوتا تھا

(پاجی! چاتی تے چڑی بیٹھی ۔۔۔ میں روڑا ماریا تے اوپھر کر کے ارگئی۔)

(پاجی! قرآن دی تسمے! تاڈے پتڑ ہیگے آں جتے کہولہو بہادئے) وغیرہ

وغیرہ

میرے کئی دفعہ پوچھنے پر مجھے اس بات کا پتا چل گیا کہ ان حضرات میں سے اسی فیصد (80%) ریلوے کے مختلف اداروں اور ورکشاپوں میں کام کرتے تھے۔ میں کچھ عرصہ حیران رہا کہ اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے، لیکن بظاہر کوئی وجہ نظر نہ آئی۔ قیام پاکستان کے بعد میں نے 1948 میں اور پھر 1958 میں ہجرت کی اور ایک عرصہ دراز بیرون ملک میں گزرا۔ جب میں واپس آیا تو میرے علم اور مشاہدات میں کافی اضافہ ہو چکا تھا۔ مجھے بہت سے دوستوں نے اپنی یادداشتوں، تجربات اور واقعات لکھنے پر مجبور کیا۔ اسی دوران میں برادری کے معززین اور ان کی ایسوسی ایشن سے رابطے بھی قائم ہو گئے۔

مجھے بہت لمبے عرصے سے اس بات کا مکمل یقین تھا کہ پچھلے چودہ سو سال میں ہر اچھے، قابل، دیانتدار اور محبِّ وطن مسلمانوں کی ہمیشہ سے کردار کشی کی گئی اور کروائی گئی، لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ ان کی کردار کشی کے خلاف جہاد کرنا ہمارا فرض ہے۔ جن سینکڑوں انسانوں کی کردار کشیاں کی گئیں ان میں موجودہ دور میں قائداعظم محمد علی جناح اور ملک غلام محمد سرفہرست ہیں۔ قائداعظم کی کردار کشی کرنے والوں کو میں نے اپنی کتاب جھروکے کے حصہ چہارم میں ایکسپوز کیا ہے۔ اب میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ملک غلام محمد مرحوم کی اصل شخصیت کو اجاگر کروں۔

پچھلے دنوں ملک ہادی اقبال حسین صاحب نے چند ایک ککے زئی حاجیوں کی صحیح سلامت واپسی پر رات کا کھانا دیا۔ جس میں ککے زئی ایسوسی ایشن کے بہت سے حضرات بھی جمع تھے۔ وہاں پر بھی ملک غلام محمد کا ذکر ہوگیا۔ تو وہاں پر موجود ایک

Marfat.com

ریٹائرڈ بینکر نے فرمایا کہ ملک غلام محمد نے تکے زئیوں کے لئے کیا کیا ہے؟ یہ بینکر صاحب میرے بہت پرانے دوست ہیں۔ان کی اس بات پر مجھے ایک رانگھڑ صاحب کا واقعہ یاد آ گیا۔انہوں نے مسجد کے مولوی صاحب سے ایک دفعہ پوچھا تھا: مولوی صاحب یہ جو آپ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کی ذکر کرتے ہیں، یہ رانگھڑ ہوتے ہیں کیا؟ مولوی صاحب نے کہا نہیں۔رانگھڑ صاحب نے فرمایا اگر رانگھڑ نہیں ہوتے تو پھر کیا ہیں۔اس پر اقبال ہادی صاحب نے فرمایا؟ کہ جب ملک صاحب ریلوے بورڈ کے ممبر تھے تو لاہور شہر کے تمام تکے زئی گڈھوں، ریڑھوں اور یکوں پر بیٹھ کر ریلوے ہیڈ کوارٹر گئے تھے اور ملک صاحب مرحوم نے ایک پل میں سب کو روزگار دلوا دیا تھا۔میرا پاکستان بننے سے پہلے کا وہ مسلہ حل ہو گیا کہ اتنے تکے زئی ریلوے اور ورکشاپوں میں کیسے چلے گئے۔

ملک غلام محمد اور واپڈا

میرے ایک دیرینہ دوست ملک قیوم صاحب تھے جو پاکستان بننے سے قبل سول سیکریٹریٹ میں فنانس ڈیپارٹمنٹ کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تھے۔ یہ وہی صاحب تھے، جنہوں نے 1947ء میں کچھ فائلیں روزنامہ نوائے وقت کو دی تھیں جس کے ذریعے اس وقت کے گورنر کا ایک فنانشل سیکنڈل میں ملوث ہونا پایا جاتا تھا۔ ملک قیوم صاحب Rehabilitation کمشنر جنرل کے دفتر میں سپرنٹنڈنٹ ہو گئے۔انہوں نے سیٹلمنٹ کی پوری سکیم بنانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ بعدازاں خود ڈپٹی سیٹلمینٹ

Marfat.com

کمشنر سول لائنز مقرر ہوئے۔ (لاہور کا اس زمانے میں جتنا بھی پوش اور مہنگا علاقہ تھا، یہ اس کی سیٹلمنٹ کے ڈپٹی کمشنر تھے) ایک دن میں ان کے دفتر میں گیا تو پتا چلا کہ، کوئی نئی اتھارٹی بنی ہے ملک صاحب اس میں، ڈپٹی ڈائرکٹر بجٹ اینڈ آرڈیننیشن مقرر ہوگئے ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ دفتر سول سیکریٹریٹ کے عقب میں واقع ہے۔ میں نے وہیں سے سائیکل کی کلی دبائی اور سول سیکریٹریٹ کی پچھلی سڑک پر پہنچ کر ان کا دفتر ڈھونڈ لیا۔ میں نے ملک صاحب سے کہا کہ آپ کا دماغ درست ہے۔ یہ آپ نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا: "نہیں نہیں مجھے اس ڈپارٹمنٹ میں تقریباً پندرہ، بیس فیصد تنخواہ زیادہ ملے گی"۔ میں نے ان سے کہا کہ سٹلمنٹ میں لاکھوں روپے مہینے کی آمدنی ہو سکتی تھی۔ اس پر انہوں نے مسکرا کر کہا کہ "یار فرخ! حلال اور حرام میں یہی فرق ہوتا ہے۔ حلال کے پندرہ، بیس فیصد مجھے کافی ہیں"۔ ملک صاحب نے بتایا کہ اس اتھارٹی کا نام واٹر اینڈ پاور ڈویلپمنٹ اتھارٹی ہے۔ اس کو بعد میں **WAPDA** کا نام دیا گیا۔ چائے پینے کے دوران انہوں نے بتلایا کہ ان کی غلام فاروق خان سے، جو کہ واپڈا کے چیئرمین ہیں، تھوڑی سی واقفیت ہے۔ جب میں نے ان کا نام سنا تو میں نے قیوم صاحب سے پوچھا کہ یہ وہی ہیں جو ایسٹ انڈیا ریلوے کے ڈپٹی چیئرمین تھے۔ اگر یہ وہی ہیں تو ممکن ہے کہ میں ان کو سلام کر لوں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب واپڈا کے دفتر میں چند ایک لوگ ہوتے تھے اور چیئرمین سے ملنا کوئی اتنا مشکل کام نہیں تھا۔ تھوڑی دیر میں ملاقات ہوگئی۔ چیئرمین صاحب کو دیکھا کہ دیکھنے میں بہت لائق انسان نظر آتے تھے اور ان سے انسان بغیر متاثر ہوئے نہیں رہ سکتا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اگر آپ برا نہ مانیں تو مجھے ایک بات بتلائیں، آپ بہت لائق انسان

ہیں، لیکن یہ بتائیں کہ آپ نے زندگی میں سب سے بڑی کونسی غلطی کی ہے۔ انہوں نے چند ایک سیکنڈ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے دیکھا، کچھ سوچا اور اس کے بعد کہا کہ میں نے زندگی کی اس وقت تک بڑی غلطی یہ کی ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے تمام گورنمنٹ اور سیمی گورنمنٹ اداروں میں لوگوں سے یہ سوال پوچھا گیا تھا کہ تم نے پاکستان Opt کرنا ہے یا ہندوستان میں رہنا ہے۔ میں نے غلطی سے ہندوستان Opt کرلیا۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ یہ چھوٹی غلطی ہے۔ بڑی غلطی آپ نے جو کی وہ یہ تھی کہ آپ نے ہندو پر اعتبار کرلیا۔ انہوں نے آپ جیسے لائق اور سینئر آفیسر کو Supercede کر دیا۔ میری یہ بات ان کے دل کو ایسے لگی کہ فوری طور پر P.S سے کہا کہ عمدہ قسم کی چائے اور پیسٹری منگواؤ۔ اس کے بعد ملک قیوم صاحب تو گفتگو سے نکل گئے اور ہم ڈائریکٹ ہو گئے۔

میں نے ان سے پوچھا کہ آپ اب پاکستان کیوں آئے ہیں۔ انہوں نے کہا بلوایا گیا ہوں! پھر انہوں نے سٹوری کا یوں آغاز کیا۔ تقسیم ہند سے پیشتر جب ہم لوگ ہندوستان کے دور دراز علاقوں میں ملازمتیں کرتے تھے تو تقسیم ہند سے بہت پیشتر یہ بات واضح ہوگئی کہ ہندوستان میں تمام مسلمان ملازمین سے یہ بات دریافت کی گئی ہے کہ آیا تم ہندوستان میں رہنا پسند کرو گے یا پاکستان میں ملازمت کرو گے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلایا گیا کہ اگر تم نے پاکستان Opt کرلیا، اور جیسا کہ امید ہے حکومت پاکستان نہ چل سکی، تو تم دوبارہ ہندوستان گورنمنٹ میں ملازمت نہیں کرسکو گے۔ یہ وقت تھا جب انسان ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ بس ایک خوف کے عالم میں میں نے ہندوستان Opt کرلیا اس وقت مجھے یقین تھا کہ میں ایسٹرن ریلوے کا

Marfat.com

چیئرمین بن جاؤں گا۔

اس پر میں نے غلام فاروق صاحب سے کہا کہ آپ نے ایک ہی وقت میں دو غلطیاں کر دیں۔کیا آپ کو اس وقت یہ خیال نہیں آیا کہ حکومت ہند چاہتی ہے کہ صرف آپ کو ہی نہیں، ہر اس انسان کو، جو پاکستان کیلئے کسی بھی صورت میں ملک کو چلانے میں مدد دے سکتا ہے یا اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد دے سکتا ہے۔اس کو ہندوستان میں روک لو۔غلام فاروق صاحب نے کہا کہ دوسری بات کا خیال مجھے نہیں آیا،لیکن فرخ صاحب اب مجھے یقین ہے کہ آپ جو بتا رہے ہیں دراصل معاملہ واقعی یہی تھا۔

میں نے ان سے پوچھا کہ آپ پھر پاکستان کیسے آئے۔انہوں نے جواب دیا کہ یہ سارا معاملہ ملک غلام محمد صاحب نے کیا ہے۔ملک صاحب سے میرے پرانے مراسم ہیں۔انہوں نے مزید کہا! میں ان کا مرہون منت ہوں۔مداح تو پہلے سے ہی تھا۔

میں نے ان سے پوچھا کہ آپ واپڈا میں کیسے آئے اور یہ کیسے معرض وجود میں آیا تو انہوں نے بتلایا کہ ایک دفعہ وہ ملک غلام محمد کے طیارے میں ان کے ساتھ کراچی سے لاہور آرہے تھے تو ملک صاحب طیارے کو مختلف اونچائیوں اور دریاؤں کی طرف گھومتے گھماتے کوئی تین گھنٹے میں لاہور پہنچے۔گورنر ہاؤس میں نقشے وغیرہ منگوائے تھے۔ملک صاحب نے نہ صرف دریاؤں ڈیموں کی بات کی، بلکہ یہ بھی بتلایا کہ سارے مغربی پاکستان کے بجلی کے رسورسز اور مستقبل کے رسورسز ایک چینل میں اکٹھے کر کے ایک درست اور بہترین نظام کے تحت آئندہ آنے والے پاکستان کیلئے

Marfat.com

ایک مضبوط بنیاد پر کام کرسکیں گے۔ یہ ایک اتھارٹی ہو جو جلد سے جلد فیصلہ کر کے کام کو پایا تکمیل تک پہنچائے ملک صاحب نے اس ادارے کا نام واٹر اینڈ پاور ڈویلپمنٹ اتھارٹی رکھا۔ بعد میں 1958 میں گورنمنٹ کے ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے **WAPDA** کا قیام عمل میں آیا۔ واپڈا کے متعلق ہزار باتیں کی جاسکتی ہیں، لیکن ایک بات جو سب سے اہم ہے، وہ یہ کہ باوجود ہماری خامیوں، کمزوریوں اور بد دیانتیوں کے واپڈا نے بہت بڑے بڑے کام کیئے۔ میرے خیال میں ہمارے قرب وجوار کے ممالک میں شائد ہی کسی کا اتنا کامیاب اور مکمل نظام ہو۔

غلام محمد بیراج

یہ بیراج آج بھی نہایت شان وشوکت سے ملک کی خدمت کر رہا ہے ۔ملک غلام محمد کے دور میں ہی اس کو تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ غلام محمد کا آئیڈیا تھا کہ اس بیراج کے علاقے میں پاک فوج کے جوانوں کے لئے ایک خاص علاقہ ریزرو کردیا جائے اس علاقے کی ان کو سینکڑوں ایکڑوں میں الاٹمنٹیں ہوتی رہیں۔ اگر الاٹمنٹوں کے معاملے میں کچھ افسران آپس میں لڑتے جھگڑتے رہے تو یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ ملک صاحب نے اس قوم کے ہر طبقے کے افراد کی خدمت کی، مگر لوگوں نے ان کے ان خیالات، ان کی **Reforms**، ان کی پاکستان بننے سے پہلے اور بعد کی خدمات پر کبھی سوچ سمجھ کر تبصرہ نہیں کیا، بلکہ **World Supreme Council** جن کا پہلا اصول ہے کہ دنیا میں کرپٹ ڈیموکریسیاں قائم کی جائیں ان کرپٹ

Marfat.com

ڈیموکریسیوں کے ذریعے کرپٹ لوگوں کو اقتدار میں لائیں اور ان کے ذریعے دنیا پر حکمرانی کریں۔اس سپریم کونسل کو کبھی بھی ہضم نہ ہوگا کہ کوئی ایماندار، خدا کے بتائے اصولوں پر چلنے والے لوگ، انسانیت کے بے لوث خدمتگار، ملک اور مذہب کو نہ بیچنے والے انسان کوئی کام کریں۔یہ سپریم کونسل ہمیشہ سے بڑھ چڑھ کر ان کی مخالفت میں مصروف ہے۔ان لوگوں کے اور ان کے ممالک کے خلاف سازشیں کی جاتی ہیں اور بدتمیزی کی حد تک ان عظیم انسانوں کی کردار کشی کی جاتی رہی ہے اور کی جاتی ہے۔یہی حال بدقسمتی سے ہمارے ہاں اکثر اوقات ہوتا رہتا ہے۔

میں نے رحمتہ للعالمین ﷺ کی کردار کشی پہ کچھ باتیں اپنی ایک کتاب رحمتہ للعالمین ﷺ ایک نظر میں کے چند صفحات پر درج کی ہیں۔اسی طرح چوہدری رحمت علی کے قائداعظم پر وہ نازیبا اور گھٹیا قسم کے تبصرے ہیں، جن کو کہ صوبہ سرحد کے ولی خان صاحب نے اپنی کتاب میں بڑا اچھالا تھا۔اس کا میں نے اپنی کتاب جھروکے (حصہ چہارم) میں تمام رفرنسز کے ساتھ جواب دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اس نیک کام کو آگے بڑھانے کی توفیق عطاء فرمائے۔

Marfat.com

First Round Table Conference

1930ء میں پہلی گول میز کانفرنس بلائی گئی جس کا اجلاس لندن میں ہوا اس کانفرنس میں کچھ سیاسی پارٹیوں کے لیڈر اور ہندوستان کی بڑی ریاستوں کے حکمرانوں کو مدعو کیا گیا تھا۔علامہ اقبال مرحوم کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت نہیں دی گئی تھی۔اس کانفرنس میں قائداعظم نے بھی شرکت فرمائی تھی۔مسلمانوں کی نمائندگی کرنے کے لئے کوئی زیادہ پڑھے لکھے لوگ اس میں شامل نہیں تھے،لہٰذا یہی فیصلہ ہوا کہ نواب بہاولپور نے، جو کہ بیچارے سڑک و سڑک تھے، ملک غلام محمد صاحب کو اپنا نمائندہ بنا کر گول میز کانفرنس میں بھیجوا دیں۔جہاں انہوں نے اپنے مفید مشوروں سے قائداعظم کو بہت اسسٹ (Assist) کیا اور قائداعظم ملک غلام محمد سے بہت متاثر ہوئے۔ملک غلام محمد صاحب 1930ء سے قائداعظم کے معتمد لوگوں میں شامل ہو گئے اور قائداعظم کے آخری ایام تک ان کے ساتھ رہے۔بعد میں وہ قائداعظم کے نظریات پر ملک کو چلانے کے لئے کوشاں رہے۔

قائداعظم،ملک صاحب سے اور ان کے مالیاتی فنون سے مکمل واقفیت رکھتے تھے کیونکہ قائداعظم بذات خود اس شعبہ میں بے انداز قابلیت کے مالک تھے۔اسی لئے ہندوستان میں جب عبوری حکومت (Interim Government) بنی تو ہندوؤں نے مسلم لیگ کو ڈرانے کے لئے اور یہ جانتے ہوئے کہ مسلمان فنانس میں بہت کمزور ہیں فائنس منسٹری کی تجویز پیش کر دی۔ان کا خیال تھا کہ قائداعظم اس تجویز کو نہیں مانیں گے۔ہندوؤں نے Poker کھیلتے

ہوئے ایک بلف مارا، لیکن قائداعظم نے اسے قبول کرلیا، ہندو اس پر مسکرائے۔ جب قائداعظم نے نوابزادہ لیاقت علی خان کو فنانس منسٹر منتخب کیا تو ہندوؤں نے قہقہے لگائے ۔نوابزادہ صاحب کو بقول ان کے آٹھ کا پہاڑہ بھی نہیں آتا تھا۔ یہ فنانس منسٹری کیا چلائیں گے لیکن ان کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ قائداعظم اس وزارت کے ذریعے کیا کام دکھانے والے ہیں۔ قائداعظم نے اپنے اس پرانے معتمد جن کے ساتھ ان کے 1930ء سے مراسم چل رہے تھے کو ہندوستان کا بجٹ بنانے کے لئے کہا۔ ملک صاحب نے وہ مشہور زمانہ بجٹ جس کو کہ **Poor Man's** بجٹ کا خطاب ملا اسمبلی میں بذریعہ نوابزادہ صاحب پیش کروایا۔

یہ وہ بجٹ تھا جس نے ہندو سرمایہ دار کی پھٹیاں ادھیڑ دیں (توازن بگاڑ دیا) اور ہندو صنعتکار (انڈسٹریلسٹ) کی جڑوں میں کھرپا لے کر بیٹھ گئے (جڑیں ہلا دیں) اور کروڑ پتی کو مروڑ (پیچش) لگا دیئے۔ ہندوؤں کے پاس کوئی اور چارہ نہیں تھا، سوائے اس کے کہ ہتھیار ڈال کر قبل از وقت پاکستان تسلیم کر کے بنا دیں۔

پاہ گامے! نئیں ریساں تیریاں

NCR(Jin Technologies)

1947ء میں قائداعظم نے ان کو پاکستان کی فائننس منسٹری کیلئے آمادہ کرلیا۔ اس میں اُن کو خاصا مالی نقصان بھی ہوا اور اسی حیثیت سے وہ پاکستان گورنمنٹ کی ہنڈی کے عوض نظام دکن سے پورے پاکستان کی گورنمنٹ اور سیمی گورنمنٹ ملازمین کی تنخواہیں لائے۔ کیونکہ خزانہ خالی تھا۔ جب ملک غلام محمد صاحب نے حکومت پاکستان کا پہلا بیلنسڈ بجٹ پیش کیا تھا، اس وقت اس بہترین بجٹ پر

Marfat.com

قائداعظم نے ان کو گلے لگایا اور مبارکباد دی تھی۔

(International Islamic Economic Conference1948)

ملک غلام محمد صاحب کے عظیم کاموں میں ایک یہ بھی تھا کہ انہوں نے 1948ء میں انٹرنیشنل اسلامک اکنامک کانفرنس بنانے پر کام شروع کر دیا۔ تمام مسلمان ممالک سے نہ صرف رابطہ کیا گیا بلکہ ان سب کو اس پر آمادہ کیا گیا۔ ان سب ممالک کو اس کانفرنس کے بننے اور اس کے کام کرنے کے فوائد بتائے اور آہستہ آہستہ تمام مسلمان ممالک رضامند ہو گئے۔ چنانچہ 6 دسمبر 1949ء کو مسلمان ممالک کے فنانس منسٹروں کی کانفرنس کراچی میں منعقد ہوئی۔ ملک صاحب نے اپنی تقریر میں مسلمان ممالک کے ایک اکنامک بلاک بنانے پر بے حد زور ڈالا۔ کوئی ایسا ملک نہیں تھا جس نے اس تجویز کی مخالفت کی ہو۔ چنانچہ ان کی تجویز متفقہ رائے سے منظور ہو گئی اور سب مسلمان ممالک پہ یہ بات واضح ہو گئی کہ صرف پاکستان میں اس کام کو انجام دینے اور پایہ تکمیل تک پہنچانے کی صلاحیت ہے۔ بعد میں اس نظریے کے تحت سعودی عرب، شرق اردن (Jordan)، عراق اور ان کے علاوہ اور دوسرے ممالک میں پاکستان کے فنانس ایکسپرٹ بھیجے گئے جن میں ماجد علی اور انور علی مرحوم خاصے مشہور ہوئے۔ ملک صاحب کے بعد آنے والے لوگوں کے پاس ماسوائے چوہدری

Marfat.com

محمد علی مرحوم کے کسی شخص میں نہ تو وہ استطاعت تھی اور نہ ہی قابلیت اسلام کی محبت بھی بہت کم نظر آئی پھر کسی نے دلچسپی بھی نہ لی اور ادھر ادھر کی باتیں کر کے معاملے ختم کر دیئے۔ ان دنوں صدر پرویز مشرف صاحب نے اسی پرانے آئیڈیا کو موجودہ حالات کے تحت اسلامک کانفرنس میں بھر پور انداز میں پیش کیا۔ گویا ۵۴ سال امت مسلمہ اسلام دشمنوں سے مار کھا کر اس پہ واپس آ رہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس دفعہ انشاءاللہ کامیابی ہوگی اور صحیح اسلام ابھرے گا۔

لیاقت علی خان کی فضول خرچیوں کی مثالوں میں سے ایک مثال میں یہ دیتا ہوں کہ جب لیاقت علی صاحب (لیاقت نہرو معاہدہ کیلئے) دہلی گئے اور راشٹر پتی بھون میں ٹھہرے۔ دو تین دن قیام کے بعد جب وہ پاکستان لوٹ رہے تھے تو انہوں نے پنڈت نہرو کی موجودگی میں مبلغ پانچ لاکھ روپیہ راشٹر پتی بھون کے ملازمین کے لئے دیا۔ اس پر پنڈت نہرو خود پریشان ہو گئے اور لیاقت علی سے پوچھا کہ آیا پاکستان بہت امیر ملک بن گیا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مہاجرین ابھی کیمپوں میں بیٹھے تھے اور پاکستان پر سخت تنگ دستی کا عالم تھا۔ ایسے ہی اور واقعات کی وجہ سے لیاقت علی صاحب اور ملک غلام محمد صاحب کے تعلقات خراب ہوتے گئے۔ کیونکہ فنانس ڈپارٹمنٹ نے لیاقت علی صاحب کے نوابانہ اخراجات، جو بجٹ میں شامل نہیں ہوتے تھے دینے سے انکار کر دیئے تھے۔ جس کی وجہ سے ان دونوں کے تعلقات میں تناؤ اس حد تک بڑھ گیا کہ 1951ء میں لیاقت علی خان ملک صاحب کو کیبنٹ سے ریڑھنا (نکالنا) چاہتے تھے لیکن خود رڑھ گئے۔

خواجہ ناظم الدین اس زمانے میں گورنر جنرل تھے۔ انہوں نے اپنے آپ

Marfat.com

کو وزیراعظم نامزد کردیا۔اس لئے گورنر جنرل کی جگہ خالی ہوگئی۔ملک صاحب اس زمانے میں راولپنڈی میں CMH میں بیماری کی وجہ سے اڈمٹ (داخل) تھے۔کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس زمانے کے حکومتی ایجنٹوں کو جو لیاقت علی خان کے قتل کے کیس میں ملوث تھے بے اندازاور بے نقط سنائیں۔انہوں نے فوری طور پر ملک صاحب کو گورنر جنرل نامزد کردیا۔مجھے یاد ہے کہ جب ملک صاحب بذریعہ ٹرین راولپنڈی سے کراچی جارہے تھے تو ہم لوگوں نے ایک وفد بنایا جس میں سید علمدار حسین گیلانی ،سید علی حسین گردیزی ،ڈاکٹر عبدالستار اور خواجہ عبدالحکیم سدوزئی بھی شامل تھے۔ملتان چھاؤنی ریلوے سٹیشن پر گاڑی کھڑی ہوئی،تو ہم نے سیلون کے اندر جاکران سے ملاقات کی ملک صاحب خاصے بیمار تھے۔جب ہم لوگ سیلون سے باہر نکلے تو میں نے باقی حضرات سے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کراچی پہنچنے تک ملک صاحب ایک آدھ روز میں ایک دودن کی چھٹی کروائیں گے (اللہ کو پیارے ہوجائیں گے) لیکن وہ نہ صرف کراچی پہنچ گئے ،بلکہ کئی سال زندہ رہے اور کڑکاتے رہے([illegible] دں سے حکومت کرتے رہے)۔اسی زمانے کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ملک صاحب کو ایک دفعہ خواجہ ناظم الدین نے کہا کہ جس وقت میں (خواجہ ناظم الدین) گورنر جنرل تھا میں تو نہیں بولا کرتا تھا۔اس پر ملک صاحب نے انہیں جواب دیا کہ تم تو بے وقوف تھے، میں نہیں ہوں۔تمہیں اپنی پاورز کا پتا نہیں تھا،لیکن میں تو پڑھا لکھا ہوں اور مجھے اپنی آئینی (Constitutional) پاورز کا پتا ہے۔

دستور ساز اسمبلی کے ساتھ مارچ 1949ء میں لیاقت علی خان نے دستور ساز اسمبلی میں ایک قرارداد پیش کی جس کو کہ اسمبلی نے منظور کرلیا۔اس قرارداد کو پیش

Marfat.com

کرنے سے پہلے تین حضرات نے اپنے اپنے طور پر اس قرارداد کی حمائت کا اعلان کیا یہ لوگ تھے۔۔

۱۔ مولانہ مودودی صاحب

۲۔ خلیفہ بشیرالدین محمود صاحب

۳۔ لیاقت علی خان صاحب

اس حمایت کے بعد یہ قرارداد اسمبلی میں پیش کر دی گئی جس کا متن مندرجہ ذیل ہے:

1 . Sovereignty belongs to Allah alone but He has delegated it to the state of Pakistan Through its people for being exercised with limits prescribed by him as a sacred trust.

2. The state shall exercise its powers and authority through the chosen representatives of the peoples.

3. The principles of democracy, freedom, equality, tolerance and social justice, as enunciated by Islam, shall be fully observed.

4. Muslims shall be enabled to order their lives

Marfat.com

in the individual and collective spheres in accordance with the teaching of Islam as set out in Holy Quran and Sunnah.

5. Adequate provision shall be made for the minorities to freely profess and practice their religions and develop their culture.

6. Pakistan shall be a federation.on.

7. Fundamental rights shall be guaranteed.

8. Judiciary shall be independent.

دستور ساز اسمبلی

1945 میں تمام ہندوستان کے صوبوں میں الیکشن ہوئے جس میں کہ مسلم لیگ بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی۔ اس میں مزیدار بات یہ ہے کہ سنٹرل اسمبلی میں مسلم لیگ کو سو فیصد کامیابی ہوئی۔

وائسرائے کی کونسل کے لئے ہر شخص ووٹ نہیں دے سکتا تھا اس کی مندرجہ ذیل شرائط ہوتی تھیں۔

ا۔ بی۔ اے پاس ہو

یا

۲۔انکم ٹیکس ادا کرتا ہو

یا

۳۔زمیندار ہو اور مالیہ ادا کرتا ہو

یا

۴۔نمائندہ خود بھی بی۔اے پاس ہو (یونیورسٹی کا بی۔اے پاس)

اس اسمبلی یا کونسل کے الیکشن میں صوبائی اسمبلی کی طرح ہر شخص کو ووٹ دینے کا اختیار نہیں ہوتا تھا۔یہ ایک اچھا اصول تھا جس کو پاکستان میں اپنانے سے نیشنل اسمبلی میں اچھے، پڑھے لکھے اور قابل لوگوں نے آنا تھا۔اس کی وجہ سے بہت سے جاگیردار، زمیندار وغیرہ اس اسمبلی میں نہیں آسکتے تھے۔کھچڑ کھیڑا (دھینگا مشتی) نیشنل اسمبلی میں ہوتی رہی ہے اور جو خویش پروری اور کرپشن ہوتی رہی ہے، انھی جاگیرداروں کی وجہ سے ہوتی ہے، جو کم ہو جاتی۔اسی فارمولے پر عمل کرتے ہوئے ملک غلام محمد صاحب نے دستور ساز اسمبلی سے کہا تھا کہ دستور میں یہ شرط ضرور رکھی جائے، لیکن اس پر کسی نے کوئی دھیان نہیں دیا۔

1946ء میں ہندوستان کے تمام صوبوں نے الیکشن کے بعد ایک دستور ساز اسمبلی (پورے ہندوستان کیلئے) چنی۔چونکہ اس وقت سرحد میں ہندو کانگرس کی حکومت تھی اس لئے سرحد کے نمائندگان برائے دستور ساز اسمبلی کانگریسی آگئے۔

پنجاب میں یونینسٹ پارٹی، زمیندار لیگ اور کانگرس کی وزارت تھی۔یہاں سے بھی مسلم لیگی نمائندگان سو فیصد کامیاب نہ ہو سکے۔چنانچہ کچھ لیگی رہنما جو اپنے صوبوں سے کامیاب نہ ہو سکے۔ان کو بنگال کے کوٹا میں سے چنا گیا۔ان میں کچھ

Marfat.com

اصحاب کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔لیاقت علی خان

۲۔خاں عبدالقیوم خان

۳۔آئی۔ایچ۔قریشی

مغربی پاکستان کے پانچ دوسرے لوگ جو اپنے صوبوں کی اسمبلیوں کے ممبر بھی نہ ہو سکے تھے، مرکزی اسمبلی کے ممبر بن گئے۔

یہ لوگ بنگال (مشرقی پاکستان) سے نامزد ہوئے۔

1947ء میں جب پاکستان بن گیا۔ بنگال، پنجاب اور آسام بٹ گئے۔

سرحد کی کانگرس حکومت ڈسمس ہوگئی۔

پنجاب میں ممدوٹ کی وزارت ختم ہوگئی۔

سندھ میں کھوڑو صاحب چلے گئے۔

اسمبلیاں ٹوٹ گئیں دستور ساز اسمبلی کی بنیادیں ختم ہوگئیں صوبوں میں نئی اسمبلیاں بن گئیں ان نئی صوبائی اسمبلیوں نے کوئی نئی دستور ساز اسمبلی نہیں چنی اور پرانی دستور ساز اسمبلی مکمل غیر قانونی اور غیر اخلاقی طور پر کرلے کی طرح چمٹی رہی۔

سات سال تک اس لئے دستور نہ بنایا گیا کہ دستور ساز اسمبلی ختم ہو جائے گی حلوے مانڈے ختم ہو جائیں گے، ٹی۔اے، ڈی۔اے ختم ہو جائیں گے، تنخواہیں ختم ہو جائیں گی۔ جبکہ ہندوستان کے ڈاکٹر امبیدکر نے صرف دو سال میں ہندوستان کا دستور بنا دیا یعنی 1949ء میں۔ یہ غیر نمائندہ اسمبلی سازشوں میں پڑ گئی۔ انہوں نے گورنر جنرل کے اختیارات کو کم کرنے کی کوشش کی مگر گورنر جنرل صاحب

Marfat.com

نے اس سے پیشتر انہیں Dissolve کر دیا۔ یہ تھا غلام محمد کا گناہ میرے خیال میں 1951ء میں ان نااہلوں کو ڈسمس کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا، لیکن 1954ء میں یہ اسمبلی برخاست کی گئی جس کو پاور سٹرگل Power Strugle میں شمار کیا جاتا ہے اور لوگوں نے اس کی بھرپور مخالفت کی، لیکن اس کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلانے کی کسی کو توفیق نہ ہوئی اور کسی بھی نام نہاد جمہوریت کے علمبردار نے کوئی آواز نہ اٹھائی۔

اردو اور مشرقی پاکستان

مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ایک وفد (میں اس لئے ان اصحاب کا نام نہیں لکھ رہا کہ اس وفد کے ناموں پر ایک نئی کونٹریورسی (Controversy) نہ چل جائے کیونکہ لاہور سیکریٹریٹ کی چھت کیا اوپر مسلم لیگ کا جھنڈا ایک لڑکی نے لہرایا تھا۔ مگر بعد میں تین چار نے دعویٰ کر دیا) نے مولوی تمیزالدین صاحب کو ساتھ لے کر لیاقت علی خان سے ملاقات کی اور درخواست کی کہ پاکستان کی دو (۲) زبانیں ہونی چاہئیں۔

(۱) اردو (۲) بنگالی

بنگالی کو لکھنے کیلئے عربی کے الفابٹس (حروف تہجی) استعمال کئے جائیں اس طریقے سے دونوں اطراف کے لوگ کم از کم ایک دوسرے کی زبان پڑھ توسکیں گے اور آہستہ آہستہ سمجھ بھی جائیں گے۔

Marfat.com

دوسری تجویز جو خان صاحب کو پیش کی گئی تھی، وہ یہ تھی کہ مشرقی پاکستان میں اسی (۸۰) فیصد ٹیچر ہندو ہیں۔ ان کا تناسب فوری طور پر کم کر دیا جائے اور ان کی جگہ مسلمان اساتذہ کو لگایا جائے۔ کیونکہ یہ ہندو ٹیچرز نہ صرف ہندو کلچر کا پرچار کرتے ہیں بلکہ مغربی پاکستان کے خلاف بچوں کو بہکاتے بھی رہتے ہیں۔ بڑی کوشش کی گئی کہ خان صاحب آئندہ آنے والے ان خطرات سے آگاہ ہو جائیں۔ اس پر وہ تو ایک رٹ لگائے بیٹھے تھے کہ میں نہ مانوں (زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد)

شاید اسی وقت انہوں نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا فیصلہ کر لیا تھا۔

چنانچہ جب مشرقی پاکستان میں الیکشن ہوئے تو مسلم لیگ پارٹی کے وزیر اعلیٰ نور الامین وغیرہ بری طرح پٹ گئے اور بھاشانی اور جگتو فرنٹ کامیاب ہو گیا۔ انہوں نے وہ مطالبات شروع کر دیئے جو بعد میں شیخ مجیب الرحمٰن مرحوم کے منہ میں ڈالے گئے تھے۔ علیحدگی کے زبردست نعرے بلند ہو رہے تھے۔ ملک کی سالمیت کو بچانے کے لئے ملک غلام محمد صاحب نے مجبوراً مشرقی پاکستان کی اسمبلی کو برخاست کر دیا اور یہ 92A کے اختیارات ملک صاحب کے پاس موجود تھے۔ یہ وہ اختیارات ہیں جس کا استعمال پہلے بھی ہوتا رہا ہے اور قائد اعظم نے بھی کئی بار کیا تھا۔

ملک غلام محمد صاحب کے والد نور محمد نہایت شریف، صوم و صلوٰۃ کے پابند اور نیک انسان تھے۔ ایک دعاء جو وہ اکثر مانگا کرتے تھے۔۔۔۔۔۔۔ یہ تھی:

یا اللہ! ہندوستان کا بادشاہ مسلمان ہو۔

Marfat.com

ملک غلام محمد

1۔ 1930 میں پہلی گول میز کانفرنس میں شرکت کی۔

2۔ 1932 سے 1934 تک ریاست بھوپال کے مالیات کے مشیر رہے۔

3۔ مشیر مالیات Communication (ریلوے) ہندوستان گورنمنٹ میں رہے۔

4۔ Additional سیکرٹری Supply Department گورنمنٹ آف انڈیا میں دوسری جنگ عظیم کے دوران رہے۔

5۔ 1942 میں فنانس منسٹر حیدر آباد دکن رہے۔

6۔ C.I.E کا خطاب ملا، یہ ایسے مسلمان تھے جنہوں نے کہ مسلم لیگ اور قائداعظم کے کہنے پر اپنا خطاب نہ صرف زبانی واپس کیا، بلکہ لکھ کر بھی واپس دیا۔

7۔ مالیاتی مشیر، M/S Tata Ltd. رہے۔ یہ وہ سٹیل مل کا گروپ ہے، جو کہ Common Wealth میں سب سے بڑا گروپ مانا جاتا تھا۔ میں نے شائد پہلی کسی کتاب میں Tata کے بجائے برلا کا نام لکھ دیا ہے۔

8۔ Sterling کانفرنس میں 47-46 میں شرکت کی اور برطانیہ کے ساتھ ایک نہایت اعلیٰ معاہدہ طے کیا۔

9۔ پاکستان بننے کے بعد پہلے وزیر خزانہ بنے۔

10۔ آپ نے پاکستان کے چھ (6) سالہ ترقیاتی منصوبے کو Sponsor کیا

Marfat.com

۔یہ ملک کی معاشی اور سماجی ترقی کا پہلا مرحلہ تھا۔

11۔ Industrial Finance Corporation کی بنیاد رکھی۔

12۔ سٹیٹ بینک آف پاکستان اور نیشنل بینک آف پاکستان کی بنیاد رکھی۔

13۔ Agricultural Finance Corporation کی بنیاد رکھی۔

14۔ Industrial Development Corporation کی بنیاد رکھی۔

15۔ کپاس اور پٹ سن کے بورڈ بنائے۔

16۔ Islamic Economic Conference کی صدارت کی جو کہ تہران میں منعقد ہوئی۔

17۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کی بنیاد رکھی۔

ملک غلام محمد اور Devaluation

اس سے قبل بھی بیان کیا جو چکا ہے کہ کلکتہ میں Sterling کمیٹی میں پاکستان بننے سے پہلے ملک صاحب نے پاکستان کی نمائندگی کی تھی۔اس میں حیران کن کامیابی یہ تھی جس کی کہ بعد میں نہ صرف انگریز اخبارات نے بلکہ ہندو اخبارات نے بھی تعریف کی اور انکے مدمقابل جو ہندو ماہر مالیات تھے انکا تیا پنچا کیا اسی زمانے میں ملک صاحب نے بجٹ میں یہ نئے ٹیکس لگائے۔

Marfat.com

وصولی کے قوانین۔

مختلف گورنمنٹ اداروں اور کاروباری اداروں پہ چھاپے مار کرایک نمبر اور دو نمبر اکاؤنٹس پکڑے۔

اس صورت میں قید اور جرمانہ کی وجہ سے کڑوڑ پتی مڑوڑ پتی ہوئے۔ یہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور دوبارہ اس لیے لکھ رہا ہوں کہ یہ ذہن میں رہے اس کی وجہ سے پاکستان جلدی بن گیا۔

تقسیم ہند کے بعد جتنے بھی قانون ملک کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کرنے کے لیے بنائے گئے آج بھی ملک انہی بنیادوں پر قائم ہے۔

تقسیم ہند سے پہلے گورنمنٹ برطانیہ کا مسلم لیگ اور کانگرس سے ایک معاہدہ ہوا تھا۔ جس کی رو سے اربوں **Pound Sterling** جو کہ انگریزوں نے برصغیر کی ترقی میں خرچ کیے تھے ان کی واپسی۔

انگریزوں کی خواہش تھی کہ ہندوستان پاکستان اور دوسرے نو آبادیاتی ممالک اپنی کرنسی کی قیمت کم کریں۔ باوجود اس کے کہ تمام ممالک نے اس خواہش کو حکم سمجھتے ہوئے مان کر اپنی اپنی کرنسیوں کو **Devalue** کر دیا اس میں ہندوستان سرفہرست شامل تھا کیونکہ وہاں انگریزوں کے برخودار جواھر لعل نہرو کی حکومت تھی۔ پاکستان میں باوجود حکومت کی کوشش کے کرنسی کو **Devalue** نہیں کیا گیا۔ کیونکہ مرد مجاہد ملک غلام محمد نہ صرف مخالفت کر رہا تھا، بلکہ مجاہد کی طرح ڈٹا ہو تھا۔ مثال کے طور پہ:

Pound Starling 100=Rupees 1100

اس میں سے 15 سڑلنگ واپس کیے

بقایا85 رہ گئے۔

13 روپے کے ریٹ پہ 1105 بن گئے۔

اس کا مطلب یہ ہوا جو پچھلے سالوں میں ادائیگی ہوئی تھی خرچ اس سے بھی بڑھ گیا۔ گویا کہ 100 جوتیوں کی سزا ہوئی جوتیاں مارنے والا 20 جوتیاں مار کے بھول گیا اور دوبارہ ایک نمبر سے مارنا شروع کر دیا۔ پاکستان اس وقت تباہ ہو جاتا اگر کرنسی Devalue کر دی جاتی۔ پٹ سن اور کپاس کی قیمت زرمبادلہ میں کم ہو جاتی اور جو مشنری ہم Import کرتے تھے اس کی قیمت پندرہ (15) فی صد تک بڑھ جاتی۔ جس سے پاکستان اسی زمانے میں دیوالیہ ہو جاتا۔ یہ ملک غلام محمد کی دوراندیشی، عقلمندی اور مجاہدانہ رویہ تھا جو نہ صرف پاکستان کو بچا گیا بلکہ قائداعظم کے ارشاد کے مطابق کہ پاکستان کو کھڑا کرنے کا سہرا غلام محمد کے سر ہے۔ اس موقع پر ملک صاحب نے جو پاکستان کو سہارا دیا اس قدم کی وجہ سے ان کے Cabinet میں بہت سارے لوگ دشمن بھی ہو گئے، لیکن انہوں نے اس کی پروا نہیں کی۔

اب مجھے یاد نہیں ہے کہ کون سے اخبار میں یہ خبریں چھپی تھیں۔ میرے ایک دوست کو ایک فقرہ یاد رہ گیا۔ اس نے بتایا کہ Devaluation کے بعد جو حشر ہندوستان کا ہوا، اس کا نقشہ کچھ یوں بنایا گیا:

کہاں گئے تیرے برلا، کہاں گئے تیرے ٹاٹا
بتا اب ان کو پڑا ہے کتنا گھاٹا

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پاکستان میں اس پہ خوشیاں منائی گئیں تھیں۔

پہلی گول میز کانفرنس اور ملک غلام محمد

یہ کانفرنس لندن میں 12 نومبر 1930 کو شروع ہوئی AIC کے علاوہ تمام فریقین نے اس میں حصہ لیا۔ کیونکہ کانگرس نے پاکستان کو اکیلے ہی کھا جانے کا پروگرام بنایا ہوا تھا۔ اس لیے انہوں نے ایک نام نہاد Civil-Disobedience کی تحریک چلائی دی اور جس کی وجہ سے کانگرس کے تمام بڑے لیڈر جیلوں میں جا کر A-Class میں عیش کرتے رہے۔ کانگرس کا مطالبہ تھا کہ نہرو رپورٹ (جو کہ عام اصطلاع میں براہمنوں کی حکومت کی پہلی کڑی تھی) مسلمانوں، اچھوتوں، عیسائیوں، اور اینگلو انڈین وغیرہ کو کسی قسم کے حقوق یا نمائندگی اس رپورٹ میں نہیں دی گئی تھی۔ لڈو سارے براہمن کے لیے ہی رکھے گئے تھے۔ اس رپورٹ کو ہندوستان کے تمام لوگوں نے ماسوائے کانگرس کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی سخت مخالفت کی۔

اس کانفرنس میں مختلف معاشروں اور ہندوستان کی مختلف ریاستوں سے 58 ارکان کو مدعو کیا گیا تھا۔ حکومت برطانیہ نے مندرجہ ذیل مسلمانوں کو مدعو کیا۔

1۔ سر آغا خان

2۔ مولانا محمد علی جوہر

3۔ مولانا شوکت علی

4۔ قائداعظم محمد علی جناح

5۔ مولوی فضلِ حق

Marfat.com

6۔ سر محمد شفیع

7۔ ملک غلام محمد

نوٹ: مسلمانو کی نمائندگی میں تین ککے زئی شامل تھے یعنی مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، غلام محمد۔

ہندوؤں میں سے مندرجہ ذیل لوگ شامل تھے۔

1۔ سر تیج بہادر سپرو

2۔ مسٹر جھکر

3۔ ڈاکٹر موہن جی

(Ref:<www.storyofpakistan.com>)

شروع میں ہی مسلمانوں اور ہندوؤں کی مڈبھیڑ شروع ہوگئی۔ ہندو ایک طاقتور Central حکومت چاہتے تھے، جبکہ مسلمان علیحدہ حق رائے اور ہلکی پھلکی Central حکومت ۔Centre کی طاقت صوبوں کی خودمختاری اس کے علاوہ مسلمانوں کا مقصد پنجاب اور بنگال کی اکثریت کومنظور کروانا تھا۔ اس مسئلے کے حل کے لیے آٹھ کمیٹیاں بنادی گئیں جس میں کہ اقلیتوں کے حقوق، صوبائی دستور، سندھ اور، سرحد کا معاملہ اور Defence شامل تھے۔ ان کمیٹیوں کا قیام ہی خاص طور پر مسلمانوں کو برہمن مگرمچھوں کے منہ سے نکالنا تھا، جس کی بنیاد جن بزرگان کے نام اوپر دیئے گئے ہیں انہوں نے رکھی۔

جس میں ملک غلام محمد مرحوم ایک پورے ممبر کی حثیت سے شامل تھے۔ آپ نے ہندوستان کے تمام لیڈروں کے ساتھ بیٹھ کر مسلمانوں کے الگ حقوق صوبائی

Marfat.com

مختاریوں وغیرہ کے لیے کوششیں کیں۔ یہ پہلی گول میز کانفرنس ہی تھی جس میں پاکستان بننے کی طرف پہلا قدم رکھ دیا گیا۔ ملک غلام محمد کتنے بڑے انسان ہوں گے جن کو کہ ہندوستان کے مستقبل کے بارے میں دوسرے لوگوں کے ساتھ مشورہ کرنے کے لیے بلایا گیا۔

ملک غلام محمد اور چودھری محمد علی مرحوم

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ملک غلام محمد، چودھری محمد علی ان دونوں صاحبان کی عمروں میں پندرہ 15 سال کا فرق ہے۔ بنیادی تعلیم ملک غلام محمد MALLD تھے جبکہ چودھری صاحب MSc تھے۔ 1928 میں چودھری صاحب نے ملک غلام محمد کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے انڈین Audit سروس میں شمولیت اختیار کی۔ تقریباً اس زمانے میں ملک غلام محمد مرحوم مسلمان سٹیٹ کی نمائندگی کرتے ہوئے گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے۔ جس زمانے میں ملک صاحب گول میز کانفرنس وغیرہ Attend کر رہے تھے۔ تقریباً اسی زمانے میں چودھری صاحب ریاست بھاول پور کے Accountant General تھے۔ جب کہ 1932 میں چودھری صاحب انڈین گورنمنٹ میں پھر آ گئے، اور منسٹر کے پرائیویٹ سیکٹری یعنی PS ہوئے۔ اسی زمانے میں جب لیاقت علی عبوری حکومت میں فنانس منسٹر تھے۔ تو ان کو ساری Technical امداد ملک غلام محمد مہیا کرتے تھے۔ اس سے بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ لیاقت علی کا بجٹ نہ صرف ملک صاحب کے مشورے سے بنا بلکہ یہ انہی

Marfat.com

کے دماغ کی اختراع تھی۔ 1945 - 1946 میں چودھری محمد علی صاحب مرحوم فنانس ڈیپارٹمنٹ سے Deputation پہ War and Supply Deportment میں Finance Adviser ہوئے۔ جب بجٹ بنا تو چودھری صاحب مرحوم فنانس ڈیپارٹمنٹ میں تھے ہی نہیں۔ (Ref) وہاں سے پھر وہ Partition Council میں Deputation پہ چلے گئے۔ جب چودھر صاحب فنانس ڈیپارٹمنٹ میں تھے ہی نہیں تو تو وہ بجٹ کس طرح بنا سکتے ہیں۔ چونکہ ملک غلام محمد ان دنوں ٹاٹا کے Finance Adviser تھے۔ اس لیے لوگوں نے چودھری صاحب کا نام مشہور کر دیا جو حقیقت پہ مبنی نہیں تھا۔

اس میں کسی قسم کی کوئی شک کی بات نہیں ہے کہ چودھری صاحب مرحوم:

نہایت نیک

نہایت دین دار

نہایت عقلمند

نہایت صوم وصلوۃ کے پابند تھے

انہوں نے ملک غلام محمد کی زندگی میں اوران کی زندگی کے بعد پاکستان کی بہت خدمت کی۔ لیکن دو باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں وہ یہ کہ:

(ا) قدرت اللہ شہاب نے جو اپنے شہاب نامے میں تحریر کیا ہے کہ جس وقت قائداعظم سخت بیمار تھے۔ تو ان کو زیارت لے گئے۔ لیاقت علی اوران کے چند ساتھی بظاہر قائداعظم کی خبر لینے زیارت گئے تھے، لیکن شہاب صاحب کے ان الفاظ میں جب یہ لوگ ہال میں کھڑے قہقے لگا رہے تھے تو قائداعظم نے فرمایا، یہ اس

لیے یہاں آئے ہیں کہ دیکھیں میں ابھی زندہ ہوں یا کہ مر گیا ہوں۔ میری سمجھ سے بالاتر بات یہ ہے کہ اس وفد میں چودھری محمد علی بھی شامل تھے۔ جو اس وقت Secretary General کے عہدے پہ فائز تھے۔ دشمنان قائداعظم کا وفد جو باپ کی بیماری کے دوران قہقہے لگا رہا تھا اس میں چودھری صاحب کی شمولیت کیسے ہو گئی۔ اس کا مجھے صرف ایک ہی جواب ملتا ہے کہ لیاقت علی کے حکم پہ ان کو ساتھ جانا پڑا ہوگا۔

(ب) Secretary General کا عہدہ کیوں بنوایا گیا اس کا مقصد کیا تھا۔ بظاہر تو یہی نظر آتا ہے کہ جتنے بھی گورنمنٹ آف پاکستان کے سیکرٹری اور اڈیشنل سیکرٹری وغیرہ تھے سے سیکرٹری جنرل کے Under آ گئے۔ یہ بیوروکریسی کی دو دھاری تلوار تھی۔ بظاہر تو یہ نظر آتا تھا کہ ایک آدمی جو کہ لائق ہے اور Senior ہے ساری حکومت اور سیکرٹریٹ کی کارکردگی اس کے Under کر دی گئی۔ گویا کہ یہ پہلا قدم تھا بیوروکریسی کی حکومت نے تقریباً حکومت پہ قبضہ کر لیا۔

میں یہ بات بھی سمجھنے سے قاصر ہوں کہ 1947-1948 میں چودھری صاحب نے اپنے نام کی منظوری بحیثیت سیکرٹری جنرل کیسے کروالی۔ کیونکہ وہ اس سے حکومت کے مختلف محکموں کے سیکرٹری بجائے اپنے منسٹروں کے Under ہونے کے جنرل سیکرٹری کے Under آ گئے۔ تمام منسٹروں کی ---------- ؟ رپورٹ ان کے سیکرٹری لکھتے تھے۔ اس کے نتیجہ میں حکومت نے ایک پارلیمنٹ (Parliament) کا ہیڈ جسے وزیراعظم کہتے تھے بنایا۔ دوسرا تمام ملک کی بیوروکریسی CSPs وغیرہ ان کے وزیراعظم سیکرٹری جنرل ہو گئے۔

Marfat.com

یہ واقعہ پاکستان کے چند ایک واقعات میں سے ایک اہم ترین واقعہ ہے۔

1951 میں جب ملک غلام محمد نے چودھری محمد علی کو Finance Minister بنوایا تو انہوں نے ساتھ ہی سیکرٹری جنرل کی پوسٹ کو ہمشہ کے لیے ختم کر دیا۔ قوم پہ دو احسانات کیے ایک تو نہایت ہی قابل ذکر ہے کہ بیوروکریسی کا حکومت پہ قبضہ ختم کر دیا۔ اگر غلام محمد صاحب یہ نہ کرتے تو بیوروکریسی کی حکومت 1951 میں ہی شروع ہو جاتی۔ ملک غلام محمد صاحب پہلے شخص تھے جنہوں نے ملک میں سیاسی حکومت کو سیکرٹری جنرل کی پوسٹ کو اڑا کر بہت بڑا سہارا دیا۔

آج یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ قائداعظم اپنی زندگی میں ہی لیاقت علی کو شہید (Dismiss) ڈسمس کر دینا چاہتے تھے۔ اور ان کی جگہ ملک غلام محمد کو Prime Minister بنانے کا خیال رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں قائداعظم کی ملک غلام محمد سے گورنر جنرل ہاؤس میں ملاقاتیں بھی ہوئیں تھیں، لیکن بیماری کی وجہ سے زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا۔

KRUPP سٹیل مل اور ملک غلام محمد

1948ء یا شروع 1949ء کی بات ہے کہ جرمنی کی ایک مشہور زمانہ فرم جس کا نام کروپ (KRUPP) تھا۔ اس کی نمائندگان نے پاکستان کا سروے کیا اور کالا باغ سے ORE (خام لوہا) اور کوئٹہ سے کوئلے کے سیمپل جرمنی لے گئے۔

میں یہاں KRUPP کا تعارف کروانا بہت ضروری سمجھتا ہوں یہ وہی

Marfat.com

کروپ ہے جس نے دوسری جنگ عظیم میں تقریباً ہر قسم کا جنگی سامان جس میں توپیں، ٹینک، آبدوز کشتیاں اور ہوائی جہاز شامل تھے مینوفیکچر کئے اور یہ کہا جاتا تھا کہ دوسری جنگ عظیم کروپ نے لڑی ہے۔ایک دفعہ Adolf Hitler ایڈولف ہٹلر نے فوجیوں میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ تم لوگ ایسے مضبوط ہو جاؤ جیسے کروپ کا لوہا۔

نیورمبرگ (Newremberg) میں نازیوں کے خلاف اتحادیوں نے بہت سے مقدمات چلائے جس کی علیحدہ ہسٹری ہے۔اسی دوران انہوں نے کروپ سٹیل ملز پر پابندی لگا دی اور سزا کے طور پہ یہ حکم صادر کیا گیا کہ وہ آئندہ لوہے کی صنعت میں کام نہیں کرے گی۔

قیام پاکستان کے بعد ملک غلام محمد جن کو کہ ٹاٹا گروپ آف انڈسٹریز کے فنانشل ایڈوائیزر کی حیثیت سے خاصہ تجربہ ہو گیا تھا انہوں نے کروپ والوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ پاکستان میں سٹیل مل لگائیں جس کا کہ تمام خام مال پاکستانی ہوگا یہی وجہ تھی کہ انہوں نے کالا باغ کے نزدیک سے خام لوہا اور کوئٹہ کے کوئلے سے پروگرام شروع کرنے کا منصوبہ بنایا۔

معاہدہ کی رو سے پاکستان نے سٹیل مل کی جگہ عمارت ریلوے کی پٹری کا بچھانا یعنی کوئٹہ اور کالا باغ سے سٹیل مل (جو کہ ملتان کے قریب لگائی جا رہی تھی) تک ٹرانسپورٹ کا بندوبست کرنا تھا۔جب کروپ کے تجربات کامیاب ہو گئے تو انہوں نے حکومت پاکستان سے کہا کہ معاہدے کے مطابق جو کام آپ کے سپرد ہیں وہ کام شروع کروائیں۔ہم سٹیل مل کی پوری مشینری لا رہے ہیں۔اس زمانے میں سید امجد علی شاہ وزیر کامرس تھے انہوں نے ایک Evaluation Committe بنا دی اور

Marfat.com

معاملہ کافی لمبا کروانا شروع کر دیا۔سید صاحب نے یہ اعتراض لگایا کہ فی الحال پاکستان کے پاس ان تمام اخراجات برداشت کرنے کے وسائل نہیں ہیں ۔اس پر فنانس ڈپارٹمنٹ نے ایک اور **Proposal** بنا کر دی کہ جو مال گاڑیاں کوئٹہ سے کوئلہ لے کر آئیں گی ان کی واپسی پر لودھراں پر ایک جنکشن بنا کر جو سامان پنجاب یا سندھ سے کوئٹہ جانا ہوگا اس کے لئے خالی مال گاڑیاں استعمال ہو جائیں گی۔اس پر میسرز کروپ نے ایک اور تجویز دی کہ آپ ہمیں زمین دیں اور بلڈنگ بنوا دیں۔باقی ہر چیز کا اہتمام ہم خود کر لیں گے۔جو پاکستانی خام لوہا انہوں نے تیار کیا ہوا تھا وزیر کامرس کو دکھلایا گیا۔کروپ کے اس پروسس کے متعلق سید امجد علی شاہ نے امریکہ کے کسی کنسلٹنٹ فرم سے استغفار کیا۔بقول اس کنسلٹنٹ فرم کے یہ پروسس مہنگی نوعیت کا ہوگا۔جس پر کروپ والوں سے پھر بات ہوئی۔کروپ والوں نے کہا مہنگے سستے کو چھوڑو آپ مجھے بین الاقوامی مارکیٹ کے مطابق اس لوہے کی قیمت ادا کر دیں۔

معاملہ یہیں نہیں ختم ہوتا، بلکہ میسرز کروپ سے یہ کہا گیا کہ لوہا معیاری نہیں ہوگا یعنی اس کا سٹینڈرڈ دوسرے لوہوں کے مقابلے میں کم ہوگا۔اب کروپ والے اس طرح بھاگنے والے نہیں تھے۔انہوں نے کہا کہ ہم گارنٹی دیتے ہیں کہ پورے کا پورا لوہا ہم ایکسپورٹ کر دیں گے۔اس پر کامرس منسٹری والوں نے وہ بات کی جس کو پنجابی اصطلاح میں کہا جاتا ہے کہ۔

آٹا گندی دا

سر کیوں ہلدا

کہ ہماری **ORE** اور کوئلہ ضائع ہو جائیں گے جو کہ ضائع تو نہیں ہوئے

Marfat.com

ابھی تک وہیں پڑے ہوئے منہ کھول کھول کر اسلام آباد کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

جب یہ کام تمام ہو گیا تو سید صاحب سفیر بن کر ملک سے باہر چلے گئے۔ سفارت کے ختم ہونے پر ان کو شائد UNESCO یا کسی اور عالمی ادارے کا مشیر مقرر کر دیا گیا۔ جہاں پہ کہ وہ شائد آخری دم تک اس ادارے کو اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید کرتے رہے۔

جب ملک غلام محمد مرحوم گورنر جنرل بنے تو انہوں نے کروپ کے اس پرانے پروجیکٹ میں جان ڈالنے کے لئے بات چیت شروع کی، لیکن انہوں نے معذرت کر لی اور کہا کہ ہم ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں بہت سی ملیں لگا چکے ہیں اب ہم مجبور ہیں۔

ملک غلام محمد اور سٹیل مل

پچھلے ہفتے کی بات ہے کہ میں ARY چینل دیکھ رہا تھا تو وہاں پہ سٹیل مل کے Managing Director کا انٹرویو چل رہا تھا۔ جس میں انہوں نے بتلایا کہ کتنے لاکھ ٹن لوہے کی سالانہ کمی ہوتی ہے، اور اس کے لیے حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے۔ چیئرمین صاحب نے بتلایا کہ کراچی کی موجودہ سٹیل مل کو Extend کیا جائے گا۔ یہ بات کاروباری لحاظ سے سودمند نہیں ہے۔ دنیا میں کسی بھی جگہ ایک ہی تھیلی میں سارا کچھ نہیں ڈالا جاتا۔ چنانچہ انہوں نے کسی پرانے Reference کے بغیر یہ بھی بتلا دیا کہ ہم کوئٹہ سے کوئلہ اور کالا باغ سے Iron Ore کو لوہے میں

تبدیل کریں گے۔ یہ اچھا ہوتا کہ چیئرمین صاحب تھوڑی سی جرات کر کے یہ بھی بتلا دیتے کہ یہ وہی Krup Project ہے جو کہ ملک غلام محمد صاحب نے 1948 میں شروع کروایا تھا۔ میں نے چیئرمین صاحب کو خط لکھا ہے۔ جس میں کہ میں نے چیئرمین صاحب کو یہ مشورہ دیا ہے کہ دو ملیں لگائیں۔ ایک کوئٹہ میں جہاں پہ کہ کوئلہ موجود ہے، اور Iron Ore کو میانوالی (کالا باغ) سے لانا پڑے گا۔ اس لوہے کو بنانے کے دو Processes موجود ہیں۔

1۔ Krupp Process

2۔ ڈاکٹر نیاز Processe

یہ دونوں کوئٹہ کے کوئلے اور کالا باغ کی ORE پہ مبنی ہیں۔

دوسرا جو میں سمجھ سکتا ہوں تھر پارکر کے کوئلے کو جو کہ بہت تعداد میں اور اچھی کوالٹی میں موجود ہے۔ جس کو کہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے جان بوجھ کر جب انہوں نے بجلی کو Produce کرنے کے لیے ایک باہر کی کمپنی سے معاہدہ کیا تھا، تو اس کی ذمہ داری ان کو نہ صرف ضرورت سے پہلے دے دی تھی، بلکہ ڈالروں میں سودا کیا۔ اور ان کو اس بات کی بھی اجازت دے دی تھی کہ کوئلہ باہر سے منگوالو۔ یہ الو کے تخم یہ نہیں سمجھ سکے کہ وہ یہاں کا کوئلہ کیوں نہیں استعمال کر رہے۔

1۔ قیمت کی وجہ سے Balance Sheet میں ہیرا پھیری نہیں ہو سکتی تھی۔

2۔ اگر کوئلے کو صاف کرنے کی مشینیں یہاں منگوالی گئیں تو پاکستان یہ کوئلہ مختلف Projects میں استعمال کر سکتا ہے۔ اس سے نہ صرف Energy حاصل

Marfat.com

ہوگی بلکہ کئی سٹیل ملیں لگ سکتی ہیں۔بجلی بھیجنے والے یہ کرنا نہیں چاہتے تھے اور حکمران طبقہ ان کے نیچے دبا ہوا تھا۔لہٰذا:

مک مکا چک چکا ہو گیا۔

اس طریقے سے ہوا یہ کہ WAPDA کی بجلی کی قیمتوں پہ برا اثر پڑا اور وہ مہنگی ہو گئیں۔WAPDA کا چیرمین بین ہی ڈلتا رہا، لیکن شنوائی نہ ہو سکی۔یہ وہی بجلی کمپنی ہے جس میں کہ بلیئر وغیرہ نے مناجی کا کاجی وغیرہ کو جھاڑیں ڈالی تھیں۔ان لوگوں کو یہاں تک ڈرایا گیا تھا کہ اگر تم نے اس بجلی کے Agreement کو توڑنے کی کوشش کی تو تمہارے ملک میں کوئی سرمایہ کاری نہیں ہو گئی۔

پہلوان اور پہلوانوں کے رشتے دار گھٹنے ٹیک گئے، اور انگریز حکمران کی مرضی پر کام کرنا شروع کر دیا، لیکن اس کے باوجود بھی Investment نہ آئی۔

مجھے اس بات کی بے انداز خوشی ہوئی ہے، اس کوئلے کی کھدائی کے Project کی ذمہ داری چین نے اپنے ذمہ لی ہیا ور وہ وہاں اس کوئلے سے چلنے والے بجلی گھر بھی لگائیں گے۔اس ملک کے سیاستدان جو کہ چند پیسوں کے لیے اپنی عزت، شرافت اور ایمان کی دھجیاں اڑا دیتے ہیں۔ان کو چاہیے کہ اب پانی بجلی باب اور سٹیل مل کے معاملے میں تھوڑی سی انسانیت روا رکھیں۔ورنہ پوری قوم ان کے بزرگوں کو قبروں سے نکال کر پھانسی دے دے گی۔

آپ دیکھیں گے کہ ملتان میں اسی جگہ پر ایک نہایت Latest قسم کی سٹیل مل لگے گی، جو کہ کراچی والی موجودہ سٹیل مل سے (جس میں کہ پرانی طرز کی رشین مشینیں لگی ہوئی ہیں) بہت بہتر ہو گی۔

Marfat.com

مردمجاہد ملک غلام محمدؒ کا خواب پورا ہوگا۔اور ہماری آنے والی اولادیں ہم پہ اس لیے لعنت نہیں بھیج سکیں گی کہ ملک بنایا، جوکہ نوجوان نسل ابھی دبی زبان میں کہتی ہے جوکہ آہستہ آہستہ بڑھ رہا ہے۔میں جہاں بھی جاتا ہوں نوجوان نسل مجھ سے پوچھتی ہے کہ آپ تحریک کارکنان کے پرانے رکن ہیں، آپ لوگوں نے یہ پاکستان کس لیے بنایا ہے۔ جواب تو دے دیتے ہیں لیکن اپنے جواب سے خود کو بھی تسلی نہیں ہوتی۔پوری قوم لوٹ کھسوٹ میں پڑی ہوئی ہے۔اس وقت مجھے ملک غلام محمد کے وہ الفاظ یاد آ رہیں ہیں۔ایک دفعہ انہوں نے خلیفہ عبدالحکیم کو کہا تھا۔

اوئے حکیمیا پورے ملک اچ لوٹ پئی ہوئی اے تو وی کچھ لٹیا اے کہ نیں۔

خلیفہ عبدالحکیم صاحب اور ملک غلام محمد

یہ دونوں صاحبان اندرون لاہور کے رہنے والے تھے اور ان کی ایک دوسرے سے بچپن سے دوستی تھی۔جس زمانے میں ملک صاحب فنانس منسٹر تھے اور لاہور تشریف لائے ان سے خلیفہ صاحب کی ملاقات ہوئی۔ملک صاحب نے فرمایا

اوئے حکیمیا ! پورے پاکستان دے وچ لٹ پئی ہوئی اے۔(پورے پاکستان میں لوٹ مار کا بازار گرم ہے)ہر چھوٹا بڑا اس میں ملوث ہے۔ ہندوؤں، سکھوں کی جائیداد اور مال و دولت کو سب لوگ لوٹ رہے ہیں اور پوری قوم کا ذہن Easy Money حاصل کرنے میں اور راتوں رات لاکھ پتی بننے میں لگ گیا ہے۔یہ ایک ایسی بیماری ہے جو نسلوں تک اس قوم کی رگوں سے نہیں نکلنے پائے گی۔یہ

Marfat.com

بیماری قوموں کے مورل (Moral) کو نہ صرف تباہ کر دیتی ہے بلکہ تمام انسانوں کے لئے جہنم کا عذاب بن جاتی ہے۔اوے حکیمیا! (خلیفہ عبدالحکیم) توں کیہ کی لٹیا اے (تم نے کیا کیا لوٹا) خلیفہ صاحب نے جواب دیا۔یار گامیا! توں مینوں بچپن توں جانناں اے۔ میں ایسے کام کرنے والے پہ لعنت بھیجتا ہوں۔کچھ ادھر ادھر کی گفتگو ہوتی رہی پھر ملک صاحب نے خلیفہ صاحب سے کہا کہ لاہور میں اسلامی ثقافت کی تعلیم و فروغ کے لئے کام ہونا چاہیے لہٰذا انہوں نے مل جل کر اس سلسلے میں خدمت کرنے کے لئے ادارے کا نام ادارہ ثقافت اسلامیہ رکھا۔خلیفہ صاحب مرحوم نے چند ایک اچھے لوگوں کو ساتھ ملا کر اس ادارے کو رجسٹرڈ کروایا۔

ملک غلام محمد صاحب نے اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے نرسنگ داس گارڈن کی زمین جو کہ کلب روڈ اور مال روڈ کے کارنر پر واقع ہے اور جو کہ متروکہ جائداد (Evacue Property) تھی الاٹ کروادی اور ادارہ ثقافت اسلامیہ وجود میں آ گیا۔ یہ وہ ادارہ ہے جس نے پچھلے پچاس سالوں میں اسلامی ثقافت اور ادب کی بے انداز خدمت کی اور بہت سی کتابیں شائع کروائیں۔یہی نہیں، بلکہ بڑے بڑے نامور عالم، ادیب اور شعراء پیدا کئے۔میں نے سنا ہے کہ یہ ادارہ اب بھی ماشاءاللہ کام کر رہا ہے۔نظریہ پاکستان ٹرسٹ بھی اسی زمین پر بنا ہوا ہے۔

Marfat.com

ملک غلام محمد اور ARAMCO

جس زمانے میں ملک غلام محمد مختلف ممالک کے مالیاتی امور اس طرح سے درست کر رہے تھے اور ایسے منصوبے بنا رہے تھے جس سے کہ ان ممالک کے مالی حالات پہلے سے بہتر ہو جائیں ۔اسی زمانے میں ملک صاحب سعودی عرب بھی گئے ۔عمرہ ادا کرنے کے بعد ان کو شاہی خاندان کے افراد ARAMCO کا سب سے بڑا پمپنگ سٹیشن (Pumping Station)، جہاں سے تیل بردار جہازوں کو پمپ کیا جاتا تھا بھی دکھلانے کے لئے لے گئے۔

معائنہ کے دوران ملک صاحب نے اپنا ایک سگریٹ سلگایا جس پر کہ امریکن چیف انجینئر نے سعودی منسٹروں سے کہا کہ یہ سگریٹ بند کروائیں یہاں سگریٹ نوشی سخت منع ہے۔منسٹر صاحبان نے کہا کہ یہ ہمارے معزز مہمان ہیں ہم ان کو منع نہیں کر سکتے ۔لہٰذا چیف انجینئر کو تمام مشینیں بند کرنا پڑیں اور چیف انجینئر نے منسٹر صاحبان سے کہہ دیا کہ جتنی دیر مشینیں بند رہیں گی اس نقصان کی ذمہ داری حکومت سعودیہ پر ہوگی ۔اس کے اس مطالبے کو منسٹرز نے تسلیم کر لیا۔کچھ دنوں کے بعد ARAMCO نے حکومت سعودیہ کو کئی کروڑ ڈالر کا بل بھیج دیا۔اس پر ملک صاحب نے یہ کہا کہ پانچ منٹ مشینیں بند رہنے سے اتنے کروڑ ڈالر کا تیل جہازوں میں نہیں جا سکا اس کو بارہ سے ضرب دے کر گھنٹے بنالو اور پھر چوبیس سے ضرب دے کر پورے دن کی کپیسٹی بن جائے گی، لیکن جس تیل پر آپ ہمیں رائلٹی دے رہے ہیں وہ تو اس کا صرف دو فیصد بنتا ہے ۔اسی فارمولا پر آپ ہمیں ہمارے حصے کا منافع دیا کریں اور

Marfat.com

سعودی حکومت کی شرح منافع ہزار گنا بڑھ گئی۔ یہ ملک غلام محمد صاحب کا پانچ منٹ کا کام تھا۔ اب آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حکومت سعودیہ ان کی کیوں مرہون منت تھی۔

ملک غلام محمد اور بغداد پیکٹ

جس وقت ملک صاحب کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ ہندوستان سے پاکستان کے حصے کا ڈیفنس کا سامان نہیں ملے گا۔ اور نہ ہی پاکستان کے حصے کے مالیاتی فنڈز ملیں گے تو اس مجبوری کی حالت میں انہوں نے ایک دفعہ امریکہ کے دورے کے دوران Pentagon کے سربراہوں سے ملاقاتیں کیں۔ اور ان کو اس بات پہ قائل کر لیا کہ مشرق وسطیٰ میں ایک ڈیفنس پیکٹ کی اشد ضرورت ہے۔ جس میں کہ پاکستان کے علاوہ عراق اور دوسرے ممالک بھی شامل ہوں اور اس پیکٹ میں مغربی طاقتوں کو بھی ممبر بنایا جائے۔ ان کے اس نظریہ کو امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک میں بڑی تقویت ملی اس ڈیفنس پیکٹ کی رو سے پاکستان کی فوج ائیر فورس اور نیوی کو نہ صرف Modernise کیا جائے گا۔ بلکہ تمام نئے ہتھیاروں سے لیس کیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ مفت کا ملا ہوا اسلحہ 1965 کی جنگ میں پاکستان بچانے میں کام آیا۔ عراق میں انقلاب آنے کے بعد اس دفاعی معاہدے کا نام بغداد پیکٹ کی بجائے CENTO رکھ دیا گیا تھا۔

اس پیکٹ کی روح سے پاکستان ایران ترکی اور امریکہ اس دفاعی پیکٹ میں اکٹھے ہونے کا آئیڈیا بھی ملک غلام محمد کا مرہون منت ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں

Marfat.com

اگر ملک صاحب کے تمام اچھے کام گنواتا رہوں تو ایک لمبا عرصہ درکار ہوگا۔ لہٰذا اس وقت میں اس کو یہیں ختم کرتا ہوں اور آپ سب سے عرض کرتا ہوں کے قوم کے اس بڑے سپوت کے لیے دعائے خیر کریں۔

ملک غلام محمد کا انتقال

ملک غلام محمد کے ساتھ سعودی حکومت نے ایک وعدہ کیا تھا کہ ملک صاحب کو وفات کے بعد جنت البقیع میں دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ جب ملک صاحب فوت ہوئے تو اس وقت کے پریذیڈنٹ میجر جنرل سکندر مرزا، (جن کے دادا کو علامہ اقبال نے اُن کی غداریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ننگِ دین اور ننگِ وطن کا خطاب دیا تھا) نے اپنے دفتر کے ذریعے معاملے میں دیر کروائی۔ پھر یہ کہہ دیا کہ لاش اتنا لمبا سفر نہیں کر سکتی لہٰذا مجبوری ہے کہ انہیں کراچی میں دفن کیا جائے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ معاملہ صرف دفن کا نہیں تھا بلکہ معاملہ یہ تھا کہ اگر محبّ وطن لوگوں کو اس طرح کی عزت ملنی شروع ہوگئی تو سکندر مرزا جیسے غداروں کو کون پوچھے گا۔ لوگ آئندہ اور ہمیشہ محبّ وطنوں کا ساتھ دیتے رہیں گے۔ یہ بات ان غداروں کی اور ان کے آقاؤں کی پالیسیوں کے خلاف تھی لہٰذا انہیں کراچی میں گورا قبرستان میں زبردستی دفن کیا گیا۔ گو ان کے لواحقین نے بڑی منتیں کیں کہ یہ ظلم نہ کریں لیکن سکندر مرزا نے ان کی ایک نہ سنی۔

جب سکندر مرزا کے خلاف Coup ہوا تو جنرل شیخ اور آرمی کے دو تین

Marfat.com

جرنیل پریذیڈنٹ ہاؤس گئے سکندر مرزا نشے میں دھت تھے۔انہوں نے جرنیلوں کے ساتھ جنہوں نے پستول پکڑے ہوئے تھے بدتمیزی کی تو اس پر ایک جرنیل نے ایک دیوار کی طرف گولی چلائی اور کہا سکندر مرزا They are Loaded (ان پستولوں میں گولیاں بھری ہوئی ہیں) مختلف بنکوں میں سکندر مرزا کی دولت اکٹھی ہوئی تھی جو اس نے قاسم بھٹی جیسے سمگلروں اور دوسرے طریقوں سے وصول کی تھی۔اسے اس سب سے ہاتھ دھونا پڑا۔سکندر مرزا، اس کی بیوی اور دوسرے ملنے والے سب بہائی مذہب رکھتے تھے یہ مسلمان نہیں تھے۔پریذیڈنٹ ہاؤس میں بہائیوں کی آمدورفت رہتی تھی یہ اپنا بہائی خانہ چھوڑ کر لندن روانہ ہو گئے۔کچھ ہی عرصہ کے بعد جنرل سکندر مرزا صاحب نے انڈین ایمبیسی سے رابطہ کیا اور ان سے درخواست کی کہ انہوں نے ساری زندگی ہندوستان کے لالاؤں کی خدمتیں کی ہیں اس لئے ان کی امداد فرمائیں۔ انہوں نے ایک انڈین ریسٹورنٹ جو آکسفورڈ سٹریٹ میں تھا۔اور اس کا راستہ آرکیڈ (Arcade) سے سیڑھیوں سے جاتا تھا اس کا نام ویرا سوامی تھا۔ یہ ریسٹورنٹ پاکستانی اور انڈین ریسٹورنٹس میں سب سے مہنگا گنا جاتا تھا مجھے یاد ہے کہ جب میں پہلی بار اپنے دوست انعام خاں جو اس وقت .C.A کر رہے تھے۔ان کے ساتھ گیا تھا اور میرا پروگرام یہ تھا کہ اگر ننگ زمانہ ننگ دین سکندر مرزا وہاں پر بیٹھا مل گیا تو اس کی میں زبردست چھترول کروں گا (جوتیاں لگاؤں گا)۔اس دوران انعام خاں ریسٹورنٹ کے کسی ملازم کو میرے نزدیک آنے سے روکے گا اور جب تک وہ لوگ میرے قریب پہنچیں گے سکندر مرزا صاحب کی کافی تاج پوشی ہو چکی ہوگی، لیکن اس ذلیل کی خوش قسمتی کہ وہ اس دن ریسٹورنٹ میں نہیں آیا اور ہم دونوں نے معمولی

سی ڈشز لیں اور ساٹھ پاؤنڈ سٹرلنگ کا بل بن گیا یہ رقم ایک سٹوڈنٹ کے لئے دو ماہ کے لئے کافی ہوتی تھی۔ وہاں بحیثیت جنرل مینیجر ملازمت کر لی اس غدار نے پہلے پریذیڈنٹ آف پاکستان کو اس بات کی حیاء نہیں آئی کہ ہندو ریسٹورنٹ میں نوکری کر رہا ہے اور لوگ اس کو دیکھنے آتے ہیں اور دیکھ کر ہنستے ہیں۔ سکندر مرزا جب مرا تو اس کی وصیت کے مطابق اسے تہران میں بہائیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

جب امام خمینیؒ کا اسلامی انقلاب کامیاب ہو گیا تو انہوں نے نہ صرف اس قبرستان کو بلکہ خاص طور پہ جس قبر پہ سابق پریذیڈنٹ آف پاکستان کا بڑا کتبہ لگا ہوا تھا نہ صرف مسمار کرا دیا بلکہ کئی بار اس پر بلڈوزر چلایا گیا تا کہ اس کا قیامت تک نام ونشان نہ رہے یہ تھا قدرت کا انتقام۔

لیکن ملک غلام محمد صاحب کا ترکہ یعنی کل رقم جو کہ ان کے بنک اکاؤنٹ میں ملی وہ ایک لاکھ چند ہزار روپے تھے اور آج تک کسی شخص نے ان کے خلاف کسی قسم کی بددیانتی اور کرپشن کا الزام نہیں لگایا۔

یورپ کے تمام بڑے عیسائی قبرستانوں میں جو بڑے مسلمان دفن ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ سارے جہنمی ہیں۔ جنت اور دوزخ کا تعلق قبرستان سے نہیں، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں مقام عطا فرمائے! آمین۔

Marfat.com

ملک غلام محمد مرحوم

جب ملک غلام محمد صاحب گورنر جنرل بنے۔اُنہوں نے ملک کے حالات کو دیکھا تو بطور حسابی کتابی آدمی کے اُن کو اس بات کا بہت زیادہ دُکھ ہُوا کہ ملک میں کرپشن بہت زیادہ ہے۔اس پر اُنہوں نے ملک کے تمام بڑے بڑے سیاست دانوں کو بلایا۔کہا کہ میں ملک سے کرپشن ختم کرنا چاہتا ہوں مجھے اپنی رائے دو کہ ملک سے کرپشن کو کیسے ختم کیا جائے؟

ملک صاحب کے بلانے پر سارے بڑے بڑے سیاست دان آ گئے پنجاب کے سیاست دان بھی گئے جن میں دولتانہ بھی شامل تھے۔

بعد میں میں نے دولتانہ صاحب سے پوچھا کہ ''میاں صاحب! وہاں کیا بات ہوئی''۔

انہوں نے مجھے بتایا کہ '' ملک صاحب کا موڈ خراب تھا کوئی خاص بات نہیں ہُوئی ''۔

بعد میں دوسرے ذرائع سے پتا چلا کہ ان کی تاج پوشی ہُوئی تھی۔

اس کے علاوہ مجھے خود بھی ملک غلام محمد صاحب سے بات کرنے کا اتفاق ہوا۔واقعہ کچھ یوں ہے کہ مجھے صوفی عبدالعزیز (جو کہ ملک غلام محمد کے پرانے رفقاء میں سے تھے) ملک صاحب کے بھائی ملک عبدالحمید صاحب کے گھر لے گئے وہاں میری ملا قات ملک غلام محمد صاحب سے ہوئی۔میں نے غلام محمد صاحب سے سیدھا سیدھا ہی پوچھ لیا کہ ''جی! دولتانہ صاحب کے ساتھ میٹنگ میں کیا ہوا تھا۔؟'' ملک صاحب نے

Marfat.com

بتایا کہ ہوا تو کچھ نہیں کیونکہ جرأت تو مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت دی ہوئی تھی۔ پھر انہوں نے تفصیل بیان کی جو کچھ یوں ہے:

پہلے تو انہوں نے چھوٹتے ہی ایوب خان کو بہت صلوٰاتیں سنائیں۔ گ......ب......و......چ کی گالیاں دیں کہ یہ بزدل آدمی ہے۔ یہ یہ ہے...... یہ فلاں ہے۔ پھر سب کے متعلق بہت کچھ بتایا اور پھر یہ بھی بتایا کہ ان سب میں صرف ایک آدمی نے صحیح بات کہی۔''

یہ بات سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے کہ شکر ہے ایک آدمی نے تو صحیح بات کی۔ میں نے پوچھا!

''ملک صاحب! وہ کون تھا؟''

انہوں نے کہا: ''علامہ مشرقی۔''

علامہ مشرقی کا نام سن کر میرے کان اور کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا: ''ملک صاحب! وہ کیسے؟''

انہوں نے مجھے بتایا کہ جب علامہ مشرقی کی باری آئی تو انہوں نے کہا!

''سارے پاکستان میں، افسران میں سیاست دانوں میں اور کاروباری لوگوں میں جتنے بددیانت اور کرپٹ لوگ ہیں۔ انہیں میں بھی جانتا ہوں۔ پارٹی بھی جانتی ہے آپ بھی جانتے ہیں آپ کی حکومت کے کارکنان بھی جانتے ہیں...... ان کو پکڑ لیں، ہزار، پندرہ سو کو پھانسی لگا دیں اور تین چار ہزار کو اندر کر دیں...... ایک ہفتے کے بعد کرپشن ختم ہو جائے گی۔''

میں نے کہا ''ملک صاحب! آپ نے یہ کیا کیوں نہیں؟''

Marfat.com

ملک غلام محمد مرحوم رو پڑے اور کہنے لگے...... میں بیمار بوڑھا......فرخ! مجھ میں جرأت نہیں تھی طریقہ یہی ہے۔

میں نے کہا ''جناب! طریقہ یہی ہے تو کر دینا تھا، آپ اللہ کو کیا جواب دیں گے......'' پھر وہ بچوں کی طرح رو رہے تھے۔

میں نے ملکؒ صاحب کو دو دفعہ روتے ہوئے دیکھا۔ ایک دفعہ جب میں نے ملک صاحب سے یہ بات کہی کہ ''ملک صاحب! آپ کا جو اسم گرامی ہے، کیا آپ واقعی یہ ہیں...... کیا آپ غلام محمد ہیں؟'' تو وہ رو پڑے اور کہا کہ اگر میں نہیں ہوں تو میں اللہ سے یہی دعا، کرتا ہوں کہ وہ مجھے غلام محمد کر دے۔ وہ مجھے یہ کچھ بنا دے۔ محمدؐ کی غلامی عطا کر دے۔'' اور دوسری دفعہ جب یہ کرپشن ختم کرنے والی میٹنگ کے متعلق بات ہوئی۔

ملک غلام محمد مرحوم لاہور کے پہلے ککے زئی تھے۔ جنہوں نے کہ IAS (انڈین اکاؤنٹس اینڈ آڈٹ سروس) کا امتحان پاس کیا اور آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس گروپ میں چلے گئے۔ اور اس زمانے کے اصول کے مطابق ان کی مزید تعلیم ٹریننگ انگلینڈ میں ہوئی۔ وہاں پر جتنے بھی امتحان ہوئے انہوں نے کسی کو اپنے نزدیک بھی پھٹکنے نہیں دیا اور یہ **Malik the Financial Genius.** کے نام سے مشہور ہوگئے۔ ہندوستان واپسی پر ہندوستان کے مختلف صوبوں میں ، جہاں مالی حالت کو بہتر بنانا ہوتا تھا۔ سنٹرل گورنمنٹ ان کو وہاں بھیجتی تھی۔ انہیں اس زمانے کی ایک بڑی اسامی ملی وہ ایڈوائیزر فنانس حیدر آباد دکن کی تھی۔ انہوں نے چند ہی سالوں میں حیدر آباد کی مالی حالت پہلے سے بہتر کر دی۔ بلکہ انہوں نے

Marfat.com

یونیورسٹیوں اور کالجوں کے قیام میں بھی اہم کردار ادا کیا۔نتیجہ یہ نکلا کہ حیدرآباد دکن، تمام ہندوستان کی ریاستوں میں، ایک منفرد حیثیت سے ابھر آئی۔وہاں سے یہ ٹاٹا گروپ آف انڈسٹریز کے پاس چلے گئے۔ان کی ہندوستان کے کونے کونے میں بہت بڑی انڈسٹریاں تھیں۔ملک غلام محمد ان چند لوگوں میں سے ہیں جن پر کبھی کسی شخص نے بددیانتی کا الزام نہیں لگایا۔ان کی کردارکشی صرف ایک لحاظ سے کی جاتی ہے اور وہ ہے مشرقی پاکستان میں دفعہ 92(A) کا استعمال اور اس کے بعد سپریم کورٹ سے **Law of Necesity** کا فیصلہ۔کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ملک غلام محمد کا 92(A) کا مشرقی پاکستان میں لگانا جمہوریت کے اصولوں کے خلاف ہے۔اس قانون کے تحت قائداعظمؒ نے بھی تو پنجاب اسمبلی کو توڑا تھا۔نواب ممدوٹ اور قائداعظم کی گفتگو کا وہ باب قابل توجہ ہے جب نواب افتخار حسین ممدوٹ نے ایک اور موقع کی درخواست کی۔اس پر قائداعظم نے حکم دیا کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔مشرقی پاکستان میں اس وقت کی صورت حالات پوری طرح ملک دشمنوں کے ہاتھ میں آ گئی تھی اور وہ لوگ پاکستان سے علیحدگی کا مطالبہ کر رہے تھے اس وقت میں 92(A) لگا کر ملک غلام محمد نے ملک کو ٹوٹنے سے بچایا۔نہیں تو اسی زمانے میں ہی بنگلہ دیش بن جاتا اور یار لوگوں، جنہوں نے بعد میں بنگلہ دیش بنوایا، کو یہ تکلیف کرنے کی ضرورت نہ پیش آتی۔

اگر ملک کی سلامتی کو بچانا ایک جرم ہے تو اس کو توڑنا ایک عظیم کارنامہ ہے اس کے توڑنے والے کو لوگ شہید بولتے ہیں۔جنہوں نے اس شہید کی اس کام میں مدد کی انہیں غازی کہا جاتا ہے۔اب یہ سارے غازی اور غازنیا، جو کچھ باقی رہ گیا ہے

اس کی جڑوں میں رمبا لے کر بیٹھے ہوئے ہیں ۔یہ وہ بیانات دیتے ہیں اور ایسی حرکات کرتے ہیں جو کسی بھی ذی ہوش انسان کی سوچ سے بالاتر ہیں۔ایک چھوٹا سا واقعہ یاد آگیا۔جس وقت جہاز سمندر کے طوفان میں پھنس جائے تو اس پر دو قسم کے اثرات ہوتے ہیں ۔ایک ہوتا ہے دائیں بائیں ہلنا اور دوسرا آگے پیچھے ہلنا۔کبھی آگے کی طرف جھک جانا اور کبھی پیچھے کی طرف اور یہ بہت خطرناک ہوتا ہے۔ایک جہاز ایسی صورت حال میں پھنس گیا تو لوگوں نے قرآن، بائبل، گرنتھ، گیتا وغیرہ پڑھنی شروع کردی۔ہر بندہ اس افراتفری میں دعائیں مانگ رہا تھا،مگر ایک محترمہ اپنے بناؤ سنگھار میں لگی ہوئی تھیں۔کچھ لوگوں نے ان سے استفسار کیا:

محترمہ صاحبہ!جہاز ڈوبنے والا ہے۔کچھ تسبیح پڑھیں۔محترمہ نے جواب دیا! ڈوبنے دو۔یہ میری ملکیت نہیں ہے۔میرا سامان تو دوسرے جہاز پر آرہا ہے۔اب کیا ملک کو ملکی مفادات کو اور ملک کی عزت کو بکاؤ مال کی طرح بیچنے کو جمہوریت / ڈیموکریسی کہتے ہیں؟

ایک ملک کا اپنی دو بلڈنگیں گرا کر ساری دنیا کو sanctions اور حملوں کی تڑیاں (دھمکیاں) دینا اپنی فوجیں دنیا کے مختلف ممالک میں اتار دینا،لوگوں کو قتل کرنا، اغوا کرنا، کیا دنیا کی کوئی ڈیموکریسی اس بات کی اجازت دیتی ہے۔ Terrorism کا جھوٹا بہانہ بنا کر مختلف ممالک میں عدالتوں کو ایک لحاظ سے Suspend کردیا گیا ہے۔یہ ڈیموکریسی کے پھوپھا،جس کو چاہیں جب چاہیں پکڑ کر اندر کردیں اور تمام عدالتوں کو اس کا مقدمہ سننے سے محروم کردیں۔یہ ہر قسم کے دستور کے مطابق انسانی آزادی (Human Rights) کی پامالی ہے۔ہمارے

Marfat.com

ہاں کے نیم پڑھے ہوئے ڈیموکریسی کے علمبردار ابھی تک ان حکومتوں کے گن گاتے ہیں۔کوئی ان سے پوچھے کہ ایہہ ہندی کیہ اے تے کتھے پائی جاندی اے۔

(یہ ڈیموکریسی کیا ہے اور کہاں ملتی ہے)

ملک غلام محمد کی (A)92 کی مخالفت کرنے والے اور اسے ایک جرم قرار دینے والوں کو پتانہیں کہ بھیڑ کا سر کدھر ہوتا ہے۔

عدالت سے قانون شکنی کے معاملے میں سزا پانے والے سزا یافتہ ملزم کی ملک کا پریزیڈنٹ ہر سزا معاف کرسکتا ہے۔وہ موت کی سزا کو عمر قید میں تبدیل کرسکتا ہے ملزم کچھ سال میں عمر قید بھگت لیتا ہے۔عمر قید کے تحت کچھ سال جیل میں گزارتا ہے تو اس کو پیرول پر رہا کر دیا جاتا ہے۔ یہ ساری باتیں وہ چیزیں ہیں جن کے تحت عدالتوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔عدالتیں سزا دیتی ہیں۔مثلاً ایک ملزم کو سیشن کورٹ سے موت کی سزا ہوتی ہے۔ملزم اپیل میں جاتا ہے۔ہائی کورٹ سزا کو بحال رکھتی ہے۔اس کے بعد ملزم سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرتا ہے سپریم کورٹ اسے خارج کر دیتی ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں اس ملک کے پریزیڈنٹ وغیرہ کو اس بات کا حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ عدالت کا مذاق اڑاتے ہوئے سزا تبدیل کردے۔پھر یہ کہا جاتا ہے کہ عدلیہ آزاد ہے لیکن ملزمان کی زندگی اور موت کا فیصلہ صدر صاحب کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔کیا یہ ڈیموکریسی ہے یا ڈیم کریسی ہے؟ جواب یہی ہے کہ ملک کا قانون اس کی اجازت دیتا ہے۔اگر اسی قانون کو اور پاورز کو ملک غلام محمد استعمال کرے تو وہ برا ہے، حالانکہ وہ یہ کام ملک کی سالمیت کیلئے کررہا تھا۔

بش صاحب کا والد صاحب یعنی والد بش (سینئر بش) اپنے ایک ساتھی

Marfat.com

رمزفیلڈ سے بدعنوانیاں اور بددیانتیاں کرواتا ہے اور پتی وصول کرتا ہے۔اس کو سزا ہوتی ہے۔وہ جانے سے پیشتر خود ہی اس کو معاف کر دیتا ہے۔پھر یہ بددیانت انسان اسکے بیٹے جارج ڈبلیو بش کی کیبنٹ میں شامل ہو جاتا ہے۔اربوں ڈالر کی بددیانتی کرتا ہے اور جب اس سے سوالات ہوتے ہیں تو یہ

وندکڈ کے وخا دیندا اے (ہنس کر دکھا دیتا ہے)

آپ یہ دیکھیں گے کہ رمزفیلڈ صاحب بہادر کی تمام بددیانتیاں جو کہ اربوں ڈالر پہ مبنی ہیں۔یار لوگ ڈیموکریسی کا نعرہ لگا کر اس کا گھٹ (پی جائیں گے) بھر جاتے ہیں۔ بش صاحب ان کو معاف کر جائیں گے۔ امریکن آئین کے تحت صدر کی مدت (Term) ختم ہونے پر اس کو بڑے بڑے ملزمان کی لسٹ دی جاتی ہے کہ وہ جس کو چاہے معاف کر دے۔اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جمہوریت کے تحت صدر صاحب کو یہ موقع دیا جاتا ہے کہ وہ ملزمان کو معاف کر دے اب جنہوں نے ملک میں لاکھوں کی تعداد میں بچوں کو نشہ آور اشیاء بیچ کر اربوں ڈالر کمائے ہوئے ہیں انسانیت اور اخلاقیات کے ان میں سے بڑے مجرموں سے صدر صاحب کا مک مکا ہو جاتا ہے۔صدر اتنے پیسے کما لیتا ہے کہ اس کی آنے والی پانچ نسلوں کو کام کرنے کی ضرورت نہ رہے۔جمہوریت ان اشیاء کی آئین کے مطابق باقاعدہ اجازت دیتی ہے۔اگر ملک غلام محمد ہر لحاظ سے ردی قسم کی اسمبلی کو نااہل قرار دے کر توڑ دیتا ہے تو اس طرح وہ ملک کی خدمت کرتا ہے،مگر وہ برا ہو جاتا ہے اور اخباری بیان میں ان کو برا کہا جاتا ہے تا کہ ہر محبِّ وطن کو کان ہو جائے کہ مک مکا اور چک چکا نہ کرنے والوں کو جمہوریت کی آڑ میں معاف نہیں کیا جائے گا۔جمہوریت کے بل بوتے پر کرپشن اور بددیانتی کا دور

دورہ رہے گا۔ اگر میں یہاں جمہوری ملکوں کی بددیانتیوں کا ذکر شروع کروں تو شائد میری زندگی میں یہ باب ختم نہ ہو سکے۔ بہرحال یہ حقیقت ہے:

Democracy and Corrupption Go Togather

ملک غلام محمد نے نہ صرف ہندوستان اور پاکستان کے مسلمانوں کی، بلکہ سعودی عرب، عراق اور ایران کے مسلمانوں کی بھی خدمت کی۔ خدمت کرنے کا طریقہ کار یہ تھا کہ انہوں نے ان ملکوں کی حکومتوں کو نہ صرف اپنے بہترین مالی مشورے دئے، جن سے ان ممالک نے اپنی معیشت کو درست کیا بلکہ ان کو ترقی کی سیدھی راہ پر گامزن کرنے کیلئے پاکستان سے فائنشل ایکسپرٹس بھیجے۔ جو کئی سال تک ان ممالک میں کام کرتے رہے۔ سعودی عرب میں تو یہاں تک ہوا کہ ایک پاکستانی مالی مشیر کے سعودی ریال پر دستخط ہوا کرتے تھے۔

ککے زئی برادری کے علماءِ دین علامہ جاوید غامدی

علامہ جاوید غامدی انھوں نے شروع کی پڑھائی گورنمنٹ کالج لاہور سے کی اور انگلش میں honors کیا عربی کی تعلیم والدہ سے حاصل کرتے رہے مولانا محمد علی جوہر کے فوت ہونے کے بعد یہ ککے زہیوں میں سب سے بڑے عالم پیدا ہوئے۔ ککے زہیوں کے ایک اور عالم ڈاکٹر غلام مرتضٰی جب کسی مسلے میں پھنس جاتے تھے تو جاوید صاحب سے مشہورہ کرتے تھے گورنمنٹ اور سرکاری جماعتوں کے بڑے بڑے ببر رہنماؤں کو میں نے غام دین صاحب کے پاس دوزانو بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔ ان کے ساتھ ہمارے درینہ تعلقات ہیں جس کا زکر میں نے اپنی کئی کتب میں لکھا ہے۔

Marfat.com

زئی

میں نے اپنی کتاب جھرو کے حصہ سوم میں زئی کے بارے میں مندرجہ زیل تحریر کیا تھا۔

یہودیوں کی چند ایک کتابوں میں (بابا) ایوب (صاحب) کا ذکر آتا ہے (حضرت ایوبؑ مراد نہیں ہے) یہ حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں سے تھے۔ ایک دو مصنفین کا خیال ہے کہ (بابا) ایوب حضرت سلیمانؑ سے پہلے پیدا ہوئے۔ اور ایک دو کا خیال ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے دور کے بعد پیدا ہوئے۔ بہرحال (بابا) ایوب (صاحب) کا دور حضرت سلیمانؑ کے دور کے قریب قریب تھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے بیٹوں سے نوازا تھا۔ (بابا) ایوب سینٹرل ایشیا میں رہائش پذیر تھے۔ چونکہ ان کے بہت سے بچے تھے اور وہاں پر گزارا قدرے مشکل ہو رہا تھا تو اس وجہ سے سب سے پہلے ان کے ایک بیٹے جن کا نام افغان تھا انہوں نے وہاں سے ہجرت کی اور ایک علاقے میں آ کر آباد ہو گئے۔ اور ان کے نام کی مناسبت کی وجہ سے وہ علاقہ افغانستان کے نام سے مشہور ہو گیا۔

زئی کا لفظ Hebrew زبان کا ہے۔ اس کا مطلب ہے اولاد۔ چنانچہ (بابا) ایوب کے جتنے بھی بیٹوں نے ہجرت کی انہوں نے اپنے اپنے قبیلے بنائے ان کی اولاد نے باپ کے نام کے ساتھ زئی کا لفظ استعمال کر لیا اور قبیلہ شروع ہو گیا۔ مثال کے طور پر سدو صاحب نے اپنی اولاد کو سدوزئی کا نام دیا جس کا مطلب ہے سدو کی اولاد۔

اسی طریقے سے مختلف قبیلے اور ان کی اولاد بنتی گئی۔ اور وہاں سے دنیا

کے مختلف علاقوں کی طرف ان لوگوں نے ہجرت کی جن میں افغانستان' ایران' ہندوستان' ترکی' شام' اور یورپ بھی شامل ہے۔

اس زمانے کے اصول کے مطابق بلکہ یہ اصول آج بھی پاکستان کے شمالی علاقوں میں رائج ہے کہ بڑے بھائی کو یا کسی بزرگ کو ''کاکاجی'' کہتے ہیں اسی طریقے سے (بابا) ایوب کے سب سے بڑے لڑکے کو عزت کے طور پر ''کاکاجی'' کہتے تھے۔

سینٹرل ایشیاء ہی نہیں بلکہ اور بھی ممالک میں زمین کی ملکیت کا بہت سے خاندانوں میں ایک اصول ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ زمین کی تقسیم کا رواج مختلف طریقوں سے ہے۔

مونچھ ونڈ (مونچھ کی تقسیم کا طریقہ)

2- گت ونڈ (عورتوں کی چٹیا)

3- ساری اولاد میں یکساں طور پر زمین کی ملکیت کو تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

4- اسلامی طریقہ کار کہ لڑکے کو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ وغیرہ وغیرہ۔

اس کے علاوہ وراثت کا ایک اور طریقہ بھی ہے کہ بجائے اس کے ساری اولاد کو زمین کا حصہ دیا جائے اور آہستہ آہستہ بٹتی بٹتی نہ ہونے کے برابر رہ جائے۔ تو اس خدشے کو دور کرنے کیلئے ان لوگوں نے اس زمانے میں ایک اصول اپنایا کہ پوری جائیداد کا وارث سب سے بڑا بیٹا (لڑکا) ہوگا۔ یہ سب سے بڑا بیٹا واحد وارث ہونے کی حیثیت سے اگر چاہے تو دوسرے بہن بھائیوں کی، اگر ضرورت ہو تو امداد کرتا رہے۔ وگرنہ ان کو پڑھا کر کسی اور قسم کا علم / فن سکھا کر

علیحدہ آباد کر دیا جاتا تھا۔ بہنوں کو یہ بڑا بھائی جہیز وغیرہ بھی دیتا تھا۔ اس بڑے بھائی کو چونکہ وہ زمین اور جائیداد کا مالک بن جاتا ہے تو اس کو ''ملک'' کہا جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ جو بھی بڑے زمیندار ہوتے تھے انہوں نے اپنے آپ کو ملک کہلوانا شروع کر دیا۔

(بابا) ایوب (صاحب) کے سب سے بڑے لڑکے کو ان کی ساری جاگیر مل گئی اور انہوں (قبیلے) نے کاکازئی کہلوانا شروع کر دیا۔ ملکیت کی وجہ سے ان کے نام کے ساتھ ملک لگ گیا۔ یہ ملک جو لفظ ہے یہ دنیا کی مختلف زبانوں میں مختلف معنوں میں لیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ کاکازئی جو بعد میں بگڑتے ہوئے ککے زئی ہو گیا اور ان کے نام کے ساتھ آج بھی یہ ہے کہ زمین ہو یا نہ ہو وہ ملک کہلاتے ہیں۔

ککے زئی ملک انہوں نے مختلف ممالک کی طرف ہجرتیں کیں۔ بہت سے لوگ افغانستان کے راستے ہندوستان آئے۔ کچھ ایران اور شام اور کچھ یورپ کیطرف بھی گئے۔ جن میں آسٹریا' جرمنی اور کچھ جرمنی کے سرحدی علاقے میں آباد ہیں۔ اور یہ ہر جگہ اپنے نام کے ساتھ ملک لکھتے رہے اور آج بھی لکھتے ہیں۔

جس وقت روس میں کمیونسٹوں کا دور دورہ شروع ہو گیا تو انہوں نے ایک حکم نامہ جاری کیا جس کی رو سے جتنے بھی غیر روسی نام تھے ان کو روسی نام بنایا گیا۔ انہوں نے وہ تمام نام جو روسی نہیں تھے انہوں نے اس نام کے آگے OV لگا دیا۔ جتنے بھی ملک تھے ان کا نام Malikov (مالیکوف) ہو گیا۔ چنانچہ اس نام کے بہت سے لوگ روس کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے۔ وزیر خارجہ

بھی ہوئے۔Polit Buro کے ممبر بھی ہوئے۔

اسی طریقے سے جیسا کہ روس میں ہوا۔ بلقان سٹیٹ میں بھی انہوں نے ایسا ہی حکمنامہ جاری کر کے نام تبدیل کر دیئے۔ چنانچہ جو ملک وہاں پر آباد تھے۔ ان کا نام(Malikovich) کر دیا گیا اور آج بھی یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں ان علاقوں میں آباد ہیں۔اس کے علاوہ کچھ لوگ یونان میں بھی آباد ہیں اور ان کا فیملی نام "Malicarus" ہے جس کا مطلب لاطینی زبان میں "Male Lead" یعنی کہ سب سے بڑا بیٹا جو جائیداد کا مالک ہوتا ہے اور مُلک کہلاتا ہے۔لہٰذا کا کا خود ملک تھا اور اسکی اولاد ساری ککے زئی کہلائی اور بڑا لڑکا جو جائیداد کا مالک ہوتا تھا وہ ملک کہلاتا تھا اور بابا ایوب کی ساری اولاد میں سے ملک صرف ککے زئی ہوتے ہیں۔

Germania (گرمانیہ) جو کہ بعد میں Deutchland کے نام سے ملک بن گیا جس کو انگریزی میں Germany کہتے ہیں۔ وہاں پر ان لوگوں کے نام تبدیل نہیں کئے گئے۔ چنانچہ East Preus میں بھی یہ لوگ آباد تھے۔ زمینوں کے مالک تھے اور آج بھی ملک کہلواتے ہیں۔ ان میں سے کافی لوگ دوسری جنگ عظیم کے بعد Migrate کر کے مغربی جرمنی میں آباد ہو گئے اور آج بھی وہ لوگ ملک کہلواتے ہیں۔ جو لوگ شام' ترکی وغیرہ گئے وہ آج بھی ملک کہلواتے ہیں۔ان کی تمام تاریخ جو بزرگوں سے ان کو ورثے کے طور پر ملی ہے، اس میں درج ہے کہ ان کے آباؤ اجداد سینٹرل ایشیاء سے Migrate کر کے دوسرے علاقوں میں آباد ہو گئے۔

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں پر کہ بغیر کسی حکم نامہ کے ککے زئیوں نے اپنا ملک کا نام خود تبدیل کیا۔ اس کے پیچھے بھی ایک چھوٹی سی تاریخ ہے جو میں آگے رقم کر رہا ہوں۔

1857ء کو عام طور پر غدر کا سال کہا جاتا ہے، لیکن میرے نظریئے میں یہ ایک جنگ آزادی کی تحریک تھی۔ اس تحریک میں ککے زئیوں نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح انگریزوں کے خلاف نعرہ جنگ آزادی بلند کر دیا۔ اس سارے معاملے میں کامیابی تو حاصل نہ ہوسکی لیکن انگریز جو بانیا ہے، سفاک ہے اور ظالم بھی ہے اس نے سارے علاقے میں بعد میں جو حشر برپا کیا وہ تاریخ کی مختلف کتابوں میں ملتا ہے۔ چنانچہ انگریزوں نے ککے زئیوں کو جرائم پیشہ قرار دے دیا' جرائم پیشہ سے مراد یہ ہے کہ Criminal by Profession ان لوگوں کا سکول میں داخلہ بند کر دیا گیا' ہر قسم کی تعلیم سے ان کا ناتا توڑ دیا گیا۔ اس کے علاوہ ان کو انگریز کا یہ حکم ہوتا تھا کہ سورج غروب ہونے سے پیشتر تمام ککے زئی اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ آئیں۔ جہاں انگریز سرکار ان کی حاضری لیتی تھی۔ اگر کوئی شخص رات کو پھرتا ہوا نظر آتا تو اس کو حوالات میں بند کر دیا جاتا اور کم از کم چھ ماہ کی قید سنا دی جاتی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سب سے پہلے جالندھر' بٹالہ' گورداس پور اور امرتسر ڈسٹرکٹ کے کچھ علاقوں میں ککے زئیوں نے اپنے نام کے ساتھ شیخ اور شیخ کا نو گو لکھنا شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ کچھ لوگوں نے اپنے نام کے ساتھ آغا خان وغیرہ بھی لکھا تاکہ ان کے بچے سکولوں میں تعلیم حاصل کر سکیں۔ لاہور کے ککے زئیوں نے نام کے ساتھ ملک کو نہیں چھوڑا اور یہ انگریزوں کے ظلم وستم

Marfat.com

برداشت کرتے رہے۔ان میں سے چند اشخاص نے اپنی گزر بسر کے لئے الکوحل (Alcohal) کشید کرنی شروع کر دی۔ اور سنا جاتا ہے کہ ان کی بنائی ہوئی الکوحل انگریزوں کی امپورٹڈ الکوحل سے بہتر تھی۔

ککے زئیوں نے انگریزوں کے اس حکم کے خلاف جس میں ان کو Criminal قرار دیا گیا تھا کو عدالت میں چیلنج کر دیا اور یہ مقدمہ کئی سال چلتا رہا اپیلیں وغیرہ ہوتی رہیں۔کئی سالوں کے بعد ککے زئیوں نے اپیل پریوی کونسل میں دائر کر دی۔ جہاں پر انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ انہوں نے انگریزوں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑی ہے اور اپنی آزادی کیلئے جنگ لڑنا کوئی جرم نہیں ہے۔ پریوی کونسل نے ان کی اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے ان کا نام Criminal Tribe کی لسٹ سے خارج کر دیا۔ جب یہ خبر ہندوستان پہنچی تو وہ ککے زئی حضرات جنہوں نے اپنے نام کے ساتھ شیخ وغیرہ لکھا ہوا تھا اور سائن بورڈ پر بھی انہوں نے شیخ وغیرہ لکھوایا ہوتا تھا تو اب انہوں نے شیخ کی بجائے دوبارہ ملک لکھنا اور کہلوانا شروع کر دیا۔

میری والدہ محترمہ (اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔آمین) وہ بٹالہ کی رہنے والی تھیں ۔ بٹالہ کے ککے زئیوں کو نہ صرف تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ہے، بلکہ ان کو نوکریوں کے معاملے میں بھی ترجیح دی جاتی ہے۔جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ اگر کوئی چیز میرے ذہن میں آجائے تو جب تک اس کا حل میں معلوم نہ کرلوں، میں اس بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔ یہ بٹالہ کے ککے زئیوں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک اور امرتسر اور لاہور کے ککے زئیوں کے

Marfat.com

خلاف اتنا بڑا۔ یہ متضاد چیزیں سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔ میں نے اپنی والدہ کے ایک بزرگ سے یہ بات دریافت کی تو پہلے تو انہوں نے بڑی حیرانی سے میری طرف دیکھا پھر فرمایا کہ فرخ! بیٹا بات یہ ہے کہ بزرگوں کا انگریز سرکار سے ایک معاہدہ طے پایا تھا کہ بٹالہ' گورداس پور کے علاقے کے ککے زئیوں کو ہر قسم کی مراعات دی جائیں گیں اور ان کو Criminal Tribe بھی نہیں سمجھا جائے گا اگر وہ مرزا غلام احمد صاحب کی حمایت و تائید کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور بٹالہ' گورداس پور کے ککے زئی جن میں تقریباً میرے بہت سے ننھیال والے بھی شامل تھے انہوں نے بہت ترقیاں کیں۔

مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی مرحوم جو کہ ککے زئی تھے انہوں نے ککے زئیوں کو Criminal Tribe سے نکلوانے کیلئے بہت کام کیا۔ یہ ان لوگوں میں شامل ہیں جو کہ پنجاب سے ہجرت کر کے دوسرے صوبوں میں (انگریزوں کے ظلم و ستم سے تنگ) آباد ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف یو پی' بہار' بلکہ بنگلہ دیش' ملائیشیاء' انڈونیشیاء میں بھی بہت سے ککے زئی آباد ہیں۔ سکارنو مرحوم جو کہ انڈونیشیاء کے صدر تھے ان کے وزیر خارجہ ملک آدم بھی ککے زئی تھے۔

ککے زئی قبیلے کی ہجرت اپنے علاقے سے دوسرے علاقوں کی طرف ہمیشہ ہی جاری رہی۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ککے زئی قبیلے کا یوسف زئی قبیلے سے جھگڑا ہوا' جس کی وجہ سے کئی لوگ نقل مکانی کر کے افغانستان آ کر افغانوں کے سر پر سوار ہو گئے۔ جب دونوں قبیلوں (افغانوں اور ککے زئیوں) کی صلح کی بات چیت ہوئی تو بنیادی شق معاہدے کی جو تھی وہ یہ کہ ککے زئی یہاں سے ہندوستان

چلے جائیں گے اور افغان سدوزئیوں کو ان کے پیچھے نہیں آنے دیں گے اور افغان ان کو اپنے علاقے سے باہر روک دیں گے لیکن اس شق پر بعد میں افغانوں نے پابندی نہ کی اور سدوزئیوں کو اپنے علاقے سے گزرنے کی اجازت دے دی۔ پنجاب کی تاریخ میں ان دونوں قبیلون کے جھگڑے کا کوئی ذکر نہیں آتا۔ اب چونکہ یہ جتنے بھی زئی قبیلے ہیں ان کو کبھی افغان اور کبھی پٹھان بنا دیا گیا۔ حالانکہ یہ نہ تو افغان ہیں اور نہ ہی پٹھان بلکہ ان کا Origion جو ہے وہ Lost Tribes اور Central Asia سے ملتا ہے۔ Lost Tribe جن میں کشمیری بھی شامل ہیں۔ یہ ایک علیحدہ باب ہے جس کو میں بعد میں بیان کروں گا۔

ہندوستان کی تاریخ میں ککے زئیوں کا ذکر اشوکِ اعظم کے دور سے پہلے آتا ہے۔ کیونکہ اشوکِ اعظم کو برسر اقتدار لانے میں جاٹ قبیلہ ورک اور ککے زئیوں نے مل کر کام کیا تھا اور اشوک کو بادشاہت دلانے میں بڑا کام سرانجام دیا تھا۔ کابل پہ ایک دفعہ اشوک کے زمانے میں قبضہ ہوا تھا اور دوسری دفعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں ہوا تھا۔ اور دونوں دفعہ ککے زئی پیش پیش تھے۔ انھوں نے اپنے پرانے حساب بھی ان سے چکانے تھے۔ اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ ککے زئی، تمام زئی اور وادی کے کشمیری حضرت اسحٰق ؑ کی اولاد سے ہیں۔

تاریخ اور قرآن مجید کا مطالعہ کرنے کے بعد خاص طور پہ دوسرے پارہ میں آیت نمبر 246 ترجمہ: اور ان کے نبی نے ان کو بتایا کہ بے شک اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو امیر مقرر کر دیا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی دعا کو منظور کرتے ہوئے طالوت کو بادشاہ بنایا جو کہ ملک طالوت کہلوایا، اس کو تورات میں ساول Suel کہتے ہیں، اسی طریقے سے اسی زمانے میں بڑے لڑکے کا لقب ملک شروع ہو گیا۔

کیونکہ بابا ایوب کے سب سے بڑے فرزند کا کا جی تھے اس لیے اس زمانے کے اصول کے مطابق تمام جائیداد اور قبیلے کی سرداری بڑے بیٹے کو دی جاتی تھی دوسری اُولاد کے لیے بٹوارے کی کوئی سکیم نہیں ہوتی تھی ۔ اس لیے کا کا جی کو ملک کا خطاب دیا گیا جائیداد کا وارث مقرر کیا گیا قبیلے کی سرداری دی گئی۔

ککے زئی

میں تعلیم کے سلسلے میں لندن یونیورسٹی میں 1958 سے 1960 تک رہا۔ اس زمانے میں میں نے پھر محسوس کیا کہ انگریز اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ مسلمانوں سے نہ صرف نفرت کرتا ہے، بلکہ ہر جگہ انسانیت کے دائرے کو چھوڑ کر بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ اس چیز کا علم مجھے امرتسر ہی سے تھا۔ پھر جب قائداعظم کو شہید کیا گیا تو مجھے اس سے اتنی پریشانی ہوئی کہ میں اکثر روتا رہتا تھا۔ والدین نے مجھے انگلینڈ بھجوا دیا۔ اس زمانے میں بھی کچھ عرصہ قیام میں احساس ہو گیا کہ انگریز کی دشمنی مسلمانوں کے ساتھ ہے۔

وہ سب سے زیادہ اسلام سے نفرت کرتے ہیں.

کالے رنگ والے لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

Marfat.com

انگریزوں کا مزدور طبقہ ہمیں You Bloody کہتا ہے۔

جبکہ پڑھا لکھا طبقہ They Bloody کہتا ہے۔

You Bloody اس وقت کہا جاتا ہے، جب آدمی موجود ہو۔ یہ مزدور طبقہ ہمارے منہ پہ کہتا ہے۔ جبکہ پڑھا لکھا طبقہ ہمارے منہ پہ کچھ بھی نہیں کہتا، اور ہمارے پیچھے They Bloody کہتا ہے۔

انگریز نہ صرف دنیا کے تمام مسلمانوں سے نفرت کرتا ہے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ جگہ بہ جگہ Crusader بن کر پھرتا ہے بلکہ وہ مسلمان قبیلے جو کہ اپنی آزادی کو بچانے کے لیے انگریزوں سے نبرد آزما ہو گئے یا اس کا مقابلہ کیا ان کی آنے والی نسلوں کو ایسا Black List کیا کہ آئندہ آنے والی نسلیں نہ تعلیم حاصل کر سکیں اور نہ ہی ان کو کوئی ملازمت دی جائے۔ اسی طریقے سے جب امرتسر، پھیلو وال، لاہور، شاہدرہ، سیالکوٹ، ایمن آباد، قصور، فیروز پور وغیرہ کے ککے زئی کئی سال تک انگریزوں سے لڑتے رہے۔ یہی نہیں 1857 کی تحریک آزادی میں ککے زئیوں نے انگریزوں سے زبردست لڑائیاں لڑیں اس کے علاوہ اور پسوڑیاں بھی ڈالتے رہے۔ اسی چیز کا نتیجہ تھا کہ انگریز حکمرانوں نے ککے زئیوں کو Criminal Tribe قرار دے کر ان کی زندگی حرام کر دی، لیکن اس کے باوجود ککے زئی اپنے حق کے لیے لڑتے رہے۔

East India Company کی حکومت کے دوران انگریزوں کو اس بات کا احساس کہ صرف براہمن کو ساتھ ملا کر حکومت نہیں کی جا سکتی۔ Administration وغیرہ کے لیے Central Asia کے

Marfat.com

مسلمان جس میں کہ سب سے بڑا قبیلہ ککے زئیوں کا تھا جو کہ ہندوستان میں آباد تھے۔ انہوں نے ککے زئیوں کو مختلف محکموں میں، خاص طور پر پولیس میں ملازمتیں دیں اور کہا کہ یا تم آغا لکھو ویسے بہتر یہ ہے کہ تم اپنے نام کے ساتھ شیخ یا شیخ کانوگو لکھو۔ چنانچہ جنہوں نے ایسا کیا ان کو مرعات عطا کی گئیں۔اس کی میں یہ مثال دیتا ہوں، کہ میری نانی کے داد جو کہ East India Company میں پنجاب کے پہلے شخص تھے۔ان کو کوتوال مقرر کیا گیا تھا۔ان کا نام شیخ سلطان بخش کوتوال تھا۔اس کے بعد انگریزوں کی Privy Council سے ککے زئیوں کے حق میں اپنی ضرورت کے تحت یہ فیصلہ کروایا کہ یہ قبیلہ جرائم پیشہ نہیں ہے۔اس کو نہ صرف ایک قانونی رنگ دیا گیا، بلکہ سارے ملک میں لوگوں نے انگریزوں کی عدالتوں کو غیر متعصب ظاہر کیا۔ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ انگریز بڑا انصاف پسند ہے۔ جب کہ ایسا نہ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا۔

لاہور جم خانہ میں میرے ایک دوست بھلی صاحب ہیں۔جنہوں نے میری توجہ اشوک اعظم کے زمانے کے ککے زئیوں اور جاٹوں کی طرف کروائی تھی۔ یہ چیز میں نے اپنی کتاب جھروکے حصہ سوم میں بھی درج کی ہے۔اس کو کافی عرصہ ہو گیا ہے۔ چند ایک احباب اور عزیز و اقارب کے زور دینے پر میں نے بہت محنت کی اور اگر میں یوں کہوں تو ٹھیک ہوگا کہ تفتیش کی اور ککے زئی برادری کے متعلق مزید صحیح معلومات اکٹھی کیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

بابا ایوب جن کے چھوٹے بیٹے کا نام افغان تھا۔اور بڑے بیٹے کو کاکا بولتے تھے۔ یہ کاکا کا لفظ بھی عبرانی (Hebrew) کا ہے۔اس کا مطلب بزرگ ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ جب اس کے ساتھ زئی کا لفظ آتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے، کہ کاکا جی کی اولاد۔ اسی طرح۔

یوسف زئی	یوسف کی اولاد
سیدوزئی	سیدو کی اولاد

کاکا خیل وغیرہ یہ سارے کے سارے قبیلے پتا نہیں ان کو کس شخص نے ان کے نام کے ساتھ پٹھان کا لفظ لگا دیا ہے۔ بلکہ یہ سارے نہ صرف Lost Tribe کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں بلکہ یہ حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کو آل ابراہیمؑ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

ککے زئی اور اسلام

امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں اسلام خراسان اور اس سے باہر بھی پھیل گیا تھا، لیکن Centeral Asia سے بہت سے لوگ حضرت عمر خطابؓ کی خلافت کے زمانے میں مدینہ شریف تشریف لے گئے تھے اور وہاں سے اسلامی تعلیمات لے کر اپنے علاقوں میں آئے۔ یہ انہی مسلمان مبلغین کا کام تھا کہ Centeral Asia کے لوگ نہ صرف مسلمان ہو گئے، بلکہ انہوں نے دین کا پرچار شروع کیا۔ اس سارے علاقے کو علم کا مرکز بنا دیا گیا۔ انہی لوگوں (جن میں ککے زئی قبیلہ پیش پیش تھا) نے افغانستان اور ہندوستان وغیرہ میں اسلام پھیلایا۔

Marfat.com

ککے زئی اور براہمن

براہمن ایک مکار انسان دشمن عنصر ہے، جو ہزاروں سالوں سے حکمرانوں کی تاج پوشی کرتا تھا۔ جس حکمران کی تاج پوشی براہمن کرتے تھے۔ اس کو یہ کہتے کہ حکومت براہمن کا کام ہے لیکن ہم یہ Power تمہیں Delegate کر رہے ہیں۔ اور تم ہمارے نمائندے کے طور پر حکومت کرو گے۔ جب تک براہمن کسی راجہ کی تاج پوشی نہیں کرتا تھا تو وہ راجہ نہیں مانا جاتا تھا۔ اسی براہمن ازم سے متاثر ہو کر یورپ میں پوپ نے ایسے ہی اختیارات سنبھال لیے تھے کہ بغیر اس سے تاج پوشی کروائے کوئی بادشاہ Valid نہیں مانا جائے گا۔

مغلوں کے دور میں سب سے بڑا ہندو ہیرو شیوا جی کو کہا جاتا ہے۔ جس کو کہ مسلمان تاریخ دان پہاڑی چوہا کہتے تھے۔ کوئی اس کوڈا کو مانتا تھا۔ جب مغلوں کی بادشاہی South میں کمزور ہو گئی تو براہمنوں نے شیوا جی کی تاج پوشی سے انکار کر دیا کہ وہ کھشتری نہیں ہے، بلکہ نیچی ذات کا آدمی ہے۔ شیوا جی ساری [illegible] براہمن کی کھڑاوؤں (جوتیوں) کو ساتھ رکھ کر تخت پہ بیٹھا کرتے تھے۔

چونکہ ککے زئی قبیلے نے اشوک اعظم کی حمایت کی تھی، اس لیے براہمن انھیں اپنا سب سے بڑا دشمن قرار دیتے تھے۔ یہ دشمنی اشوک کے زمانے سے بھی پہلے کی ہے۔ اس کے بعد اشوک کے زمانے میں مزید بڑھ گئی۔ یہی وجہ تھی کہ ککے زئیوں نے اپنے میں سے کچھ لوگوں کو وہ کام سپرد کر دیا جو کہ براہمن کرتے تھے۔ ان کو ککے براہمن کہتے ہیں۔ مجھے خود ککے براہمنوں کو کئی دفعہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ یہ لوگ

Marfat.com

ہمارے شجرے لے کر ہمارے گھر آیا کرتے تھے۔ محلے کی ساری عورتیں ان کو بڑی خوش آمدید کہتی تھیں۔ ان کے آنے پر یہ کہتی تھیں۔

ساڈے باہمن آ گئے۔

والدہ اور نانی صاحبہ کو نہ صرف ہمارے بلکہ پنجاب، پٹیالہ، یوپی، کے بہت سے خاندانوں کے شجرے یاد تھے۔ جب وہ شجرے پڑھا کرتے تھے تو یوں پڑھتے تھے

فلاں کا فلاں، فلاں کا فلاں۔

گویا کہ ہر ایک کی ولدیت بتاتے تھے۔ وہ ہم سے ہر قسم کی سوکھی چیزیں لے لیتے تھے، لیکن کھانے کا پرہیز کرتے تھے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس زمانے میں دلچسپی لے کر اگر وہ شجرے لکھوا لیتا تو آج ہزاروں لوگ ان کو پڑھ کر خوشی محسوس کرتے۔

ککے سکھ

جو لوگ ککے زئیوں میں سے بابا نانک کے پیروکار ہو گئے، وہ ککے خالصہ کہلوانے لگے۔ ککے خالصہ کا مطلب اللہ کا پیروکار ہوتا ہے اور اللہ کی وحدانیت پر ایمان رکھتا ہے۔

ککے زئی ہندوؤں میں

یہ طبقہ ہندوستان میں دوسرے یا تیسرے نمبر پر گنا جاتا ہے۔ان کی جو بات قابل تعریف ہے وہ یہ کہ انہوں نے دوسرے تمام براہمنوں سے کوئی ناتا نہیں جوڑا بلکہ اپنے ککے براہمنوں سے ہی سارے کام کرواتے ہیں۔ یہ سب ملک ہوتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان کی فوج کے چھ سات جنرل ملک تھے، یعنی ککے تھے۔ ہندوستان کا دوسال پہلے کا چیف آف آرمی سٹاف بھی ملک تھا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے چیف آف آرمی سٹاف بننے کے بعد حکومت کو ایک خط لکھا تھا، کہ آپ نے اتنی بڑی آرمی بنائی ہوئی ہے۔ بے انداز خرچ خزانے پہ ڈالا گیا ہے اور بجائے غریب عوام پہ خرچ کرنے کے دفاع پر خرچ کیا جارہا ہے۔ آج تک کسی نے فوج کو یہ بتایا کہ فوج کا مقصد کیا ہے۔ اتنی بڑی آرمی نے Achieve کیا کرنا ہے۔ کشمیر کی جنگ کا مقصد کیا ہے۔ کشمیر میں کونسی ایسی چیز ہے، جو فوج نے وہاں پر جا کرنی ہے۔

ملک صاحب کے اس خط نے جو کہ کسی طرح اخبار والوں کو Leak ہو گیا تھا، ہندوستان میں تہلکہ مچادیا تھا۔ یہ ملک صاحب ککے ملک تھے۔ ہندوستان میں زئی کا لفظ نہیں استعمال کیا جاتا، وہ صرف ککے بولتے ہیں۔ جس کا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ ککے زئی بہت کم کسی کے نیچے لگتے ہیں اور اگر لگتے ہیں تو اپنی بیویوں کے نیچے لگتے ہیں۔

یہ انگریزوں اور ککے زئیوں کا رپھڑ تھا۔ اس کی سزا انگریزوں نے ایک طریقہ سے دی، انگریزوں نے جو مسلمان نائی تھے، ان کو خلیفہ کہلوانا شروع کر دیا، یعنی

Marfat.com

کہ خلافتِ عثمانیہ کا مذاق بنایا گیا اور ہندوؤں کے نائیوں کو راجہ کا لقب دے دیا، ان کے راجوں کا بھی اسی طرح ستیاناس کیا۔ ایسی من گھڑت باتیں ایجاد کیں کہ پاکستان بننے کے بعد پنجابی کو ڈھگا، بیوقوف، یملہ جٹ، اور پنجابیوں کی خوراک کا مذاق اڑایا جاتا رہا۔ لوگوں کو اس قدر احساس کمتری پیدا کر دیا گیا کہ جو پڑھا لکھا طبقہ تھا انہوں نے پنجابی زبان چھوڑ کر دوسری زبانیں بولنی شروع کر دیں۔ ایک انگریز نے ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا، پنجاب کی ذاتیں، اس کتاب میں ککے زئی کوئی ذات نہیں لکھی گئی۔ یہ کتاب اس نے لکھی نہیں، بلکہ انگریز حاکم نے لکھوائی۔ پہلی جنگ عظیم میں ہندوستان کے سادات نے انگریزوں کا ساتھ دیا، ان کو جاگیریں دی گئیں، گھوڑی پال مربعے دیئے۔ جس وقت انہوں نے دیکھا کہ یہ بہت حد سے بڑھتے جا رہے ہیں اس وقت انگریز کو یہ احساس ہوا کہ عوام میں ان کا مرتبہ اور عزت بڑھ رہی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان سادات کی عزت انگریزوں سے بھی زیادہ بڑھ جائے لہٰذا اس کا بھی مذاق بنا دیا جائے۔ اور چھوٹی ذاتوں کے لوگوں کو سادات بنا دیا جائے۔

ان کے ساتھ یہ حشر کیا گیا کہ جس طرح اچھی قسم کی گھاس میں جنگلی بوٹی لگائی جائے تو کچھ عرصہ کے بعد اصل گھاس کم اور جنگلی بوٹی زیادہ ہو جاتی ہے۔ بلکہ اصلی نظر ہی نہیں آتی۔ جتنے بھی جھوٹے سید بنے ان کو پولیس اور آرمی میں بھرتی کیا گیا اب جب یہ جھوٹے لوگ غلط کام کرتے ہیں تو بدنام سادات ہوتے۔ اسی لیے میں ان کو مشورہ دیتا ہوں کہ ان سب کا DNA امام زین العابدین کے ساتھ چیک کروائیں، یعنی گھاس میں سے بوٹی نکال دیں۔

Marfat.com

ککے زئی اور اور حاجی بابا گورو نانک

ککے زئیوں کے گورونانک سے بہت اچھے تعلقات تھے۔جس وقت شہنشاہ بابر نے براہمنوں کی دعوت پہ ہندوستان پہ حملہ کیا تو براہمنوں نے اس کی ہر قسم کی مدد کی، بابر صاحب دہلی کے تخت پہ براجمان ہو گئے۔ککے زئی نہ صرف ایک بہت بڑا قبیلہ تھا، بلکہ عرصہ دراز تک پنجاب کے زرخیز علاقوں پہ انہوں نے حکومتیں بھی کیں۔ اس علاقے کے ناظم ایمن آباد میں مقیم ہوتے تھے۔ایمن آباد جو کہ شاہدرا اور گوجرانوالہ کے درمیان واقع ہے۔بعد میں اس ککے زئیوں کی انتظامیہ کا حلقہ پیلو وال تک آ گیا۔یہ پیلووال ککے زئیوں کی انتظامیہ کا مرکز تھا۔جو کہ امرتسر اور لاہور کے درمیان واقع ہے۔واہگہ بارڈر کے پاس یہ ککے زئیوں کا ایک بہت بڑا مرکز تھا لیکن ان کے اس گاؤں کے اردگرد جتنے بھی راستے تھے،ان کو انگریزوں نے برباد کر دیا تھا۔ جائیدادوں پہ قبضہ کر لیا تھا۔پہلی جنگ عظیم کے بعد کچھ مالکوں کو ان کی جائیدادیں واپس مل گئی تھیں۔کیونکہ انھوں نے (ککے زئیوں نے) کئی نوجوان مجبوری کی حالت میں بھرتی کروائے تھے۔اس گاؤں کی خصوصیت یہ تھی کہ یہاں کے ککے زئی بڑے خوبصورت ہوتے تھے۔مصر کے نیل ڈیلٹا کی طرح یہاں پہ لڑکیاں بہت پیدا ہوا کرتی تھیں۔اس گاؤں میں پہلی World War کے زمانے کے صوبیدار میجر ہوتے تھے۔جن کا نام میں ابھی بھول گیا ہوں؛ بعد میں یاد آئے گا تو لکھ دوں گا۔ان کی بیٹی کی ملک اکبر مرحوم کوچہ ککے زئیاں کٹڑہ سفید سے شادی ہوئی تھی۔ملک اکبر صاحب کا گھر ہمارے گھر کے بالکل سامنے تھا۔ملک اکبر صاحب کی بیٹی کی ملک حفیظ الرحمٰن

Marfat.com

APP والوں کے ساتھ شادی ہوئی تھی۔ صوبیدار صاحب کی دوسری بیٹی کی شادی ملک امین ولد ملک مہر دین سے ہوئی تھی جن کا ذکر میں نے جھرو کے حصہ اول میں بھی کیا ہے۔ ملک امین صاحب کی شادی پہ میں ان کا شہ بالا بنا تھا۔ بارات بسوں میں بیٹھ کر امرتسر سے پہلو وال گئی تھی۔ راستہ خراب ہونے کی وجہ سے عورتوں کی ایک بس کیچڑ میں پھنس گئی۔ اسے مردوں نے رسے ڈال کر باہر نکالا۔ جس کی وجہ سے بہت سے مردوں کے کپڑے خراب ہو گئے۔ ان میں ملک ولایت علی مرحوم پنجابی کے بہت بڑے شاعر تھے۔ جنہوں نے راستے میں یہ شعر کہے:

پیلووال دے ڈوہنگے ٹوئے

ڈگ ڈگ پیندے نویں نروئے

پیلووال دے ڈوہنگے ٹوئے

یہ وہ زمانہ تھا جب میں تاریخ میں مختلف بادشاہوں اوران کے صوبیداروں کے بارے میں سبق پڑھا کرتا تھا۔ میں صوبیدار صاحب کو بھی مغل بادشاہوں کے صوبیداروں سے مشابہت دیتا تھا یہ بھی ان کی طرح کے ہوں گے۔ ایک دفعہ صوبیدار عمر دین صاحب ہمارے گھر تشریف لائے اور مجھے فرمانے لگے۔

اوئے ٹہیکیا (ٹھیٹھ پنجابی میں بچے کو کہتے ہیں) مجھے اپنے پیو کے ڈاکٹر خانے میں لے چلو لت وچ درد ہے۔ اب گھر سے لے کر دربار صاحب اور اباجی کے Clinic تک پیدل راستہ تھا۔ صوبیدار صاحب نے اپنے ہاتھ میں ایک کھونڈا (موٹا سا بانس) پکڑا ہوا تھا۔ پاؤں میں ان کے الٹے چمڑے کے جوتی تھی جو کہ ان کے چلنے سے چیں چیں کرتی تھی۔ چھ فٹ دو انچ قد بھاری جسم اوراس پر پگڑی کوئی

Marfat.com

تین من کا وزن ہوگا۔ میں نے ان سے کہا کہ دادا جی آپکا وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے جوتی چلا رہی ہے۔ انہوں نے غضبناک نظروں سے میری طرف دیکھا۔ میں ڈر کے مارے ذرا جلدی چلنا شروع ہوگیا۔ پیچھے سے ان کی کڑاکے دار آواز آئی۔

اوٹھیکیا ہم تم کو ہاکے مارتا ہے۔تم آگے آگے ناستا ہے۔ جب ابا جی کے Clinic پہ پہنچے تو ابا جی کہیں اور گئے ہوئے تھے۔تو میں نے ان کو خاموشی سے مٹھّیاں بھرنی شروع کردیں۔ انہوں نے فرمایا۔

اوٹھیکیا گل تے کر۔ میں نے ان سے پوچھا کہ دادا جی میرے دادا تو انگریزوں کے خلاف ہیں، لیکن آپ نے انگریزوں کی ملازمت کیوں کی؟ انہوں نے فرمایا ہماری جائیدادیں ضبط ہوگئی تھیں۔ مجبوری کا عالم تھا۔

دادا جی فوج میں کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: شروع میں تو کُچ مارچ مار (Quick March) ہوتی ہے۔ بعد میں رفل (رائفل) کی ٹریننگ ہوتی ہے۔ اس میں رفل کا اندر پٹا (In and out) سمجھاتے ہیں۔ چان ماری سکھاتے ہیں۔ رائفل کا پچھلا حصہ جو کہ لکڑی کا ہوتا ہے اس کو بٹ بولتے ہیں۔ اس بٹ کا کشمیری بٹوں کے ساتھ پتا نہیں کیا تعلق ہے۔

پہلا سبق

بٹ ران پہ

ایڈی گ میں

نظر سامنے

جب یہ ماہرانہ گفتگو ہو رہی تھی تو میں نے دیکھا کہ والد صاحب نے یہ سن لیا

Marfat.com

ہے اور پچھلے پاؤں واپس چلے گئے ہیں۔ چار پانچ منٹ کے بعد والد صاحب پھر آ گئے اور یہ مشق نمبر 1 اس دن سے بازار مائی سیواں میں مشہور ہوگئی۔ پیلو وال کے جوان تقریباً سب ایسے ہی ہوا کرتے تھے، چھ چھ فٹ کے قد ہوتے تھے۔ پہلی جنگ عظیم میں اور دوسری عالمی جنگ میں بھی مرتے مارتے رہے۔ انہی میں ایمن آباد کے ککے زئی بھی شامل تھے۔

جس وقت بابر کے فوجی ان علاقوں میں مالیہ اکٹھا کرنے آئے تو ان کو ککے زئیوں نے مار بھگایا۔ اس کے بعد ایک اور دستہ آیا اس کو بھی پھینٹی (پٹائی) لگائی گئی۔ شہنشاہ بابر نے اس کو بغاوت قرار دیا۔ بابر نے بڑی تعداد میں فوج دہلی سے ایمن آباد کی طرف روانہ کی جس کے خلاف امرتسر، پیلو وال، لاہور، شاہدرہ، سیالکوٹ کے تمام ککے زئی قبیلے نے مل کر مقابلہ کیا۔ چونکہ مقابلہ بہت سخت ہوا، اس لیے مغل فوجوں نے فتح (بہت بڑا نقصان اُٹھا کر) حاصل کی۔ وہ تمام ککے زئی مردوں اور بچوں کو قیدی بنا کر دہلی لے گئے۔

بابا گورونانک جو اس وقت پنجاب سے باہر مذہبی دورے پہ گئے ہوئے تھے ان کی واپسی ہوئی تو ان کو پتا چلا کہ مغلوں نے ککے زئیوں کے نہ صرف گھر بار لوٹ لیے ہیں، بلکہ ان کو آگ لگا دی اور بچوں اور عورتوں کو بھی نہیں معاف کیا اور ساتھ لے گئے۔ یہ تمام حالات سننے کے بعد گورونانک نے دہلی کا سفر اختیار کیا جہاں پہ کہ وہ بابر کے دربار میں گئے۔ باباجی کے خیالات سے متاثر ہو کر بابر نے ان کو تحفے تحائف دینا چاہے، لیکن باباجی نے یہ لینے سے انکار کر دیا، اور یہ کہا کہ ایمن آباد کے تمام ککے زئی قیدی رہا کر دو، اور ان کی ائیدادیں ان کو واپس کر دو۔ بابر نے اسی وقت حکم نامہ

جاری کر دیا اور گرونانک کو بابر نے پوچھا کہ مجھے کوئی اچھی سی بات بتا دیں؟ جس پر کہ بابا نانک نے کہا کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔

اللہ کے نام کا وظیفہ منہ میں پڑھتے رہو (یہ بزرگان دین کا ایک طریقہ ہے جس سے انسان کے منہ سے اللہ ہو کی آواز نکلتے نکلتے یہ آواز قلب سے جاری ہو جاتی ہے۔اس کو قلب جاری کرنا بولتے ہیں)

غریبوں کا خیال رکھو کمزوروں اور غریبوں پہ رحم کرو۔

بابا جی ان سب کو لے کر ایمن آباد چھوڑنے آئے۔گرونانک جی مہاراج ککے زئیوں سے اس لیے بھی پیار کرتے تھے، کہ بابا جی خود بھی اس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے مریدوں میں بہت تعداد میں ککے شامل تھے۔

Ref:<www.dlshq.org>

بابر کی حکومت کے دوران بہت سے لوگوں پہ مظالم ہوئے۔ بہت سے لوگوں کی جائیدادیں ضبط کی گئیں۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گورونانک صرف ککوں یا ککے زئیوں کی ہی سفارش کرنے دہلی کیوں گئے؟ جبکہ بابر کے پاس اس وقت ککوں کے علاوہ دوسرے ہزاروں قیدی موجود تھے۔سوچنے کی بات ہے کہ بابا گورونانک صاحب نے ککوں اور ککے زئیوں کی سفارشیں کیں اور شائد اس بات کی بھی ضمانت دی ہوگی کہ یہ سارے لوگ آئندہ بابر کے خلاف بغاوت نہیں کریں گے۔کیونکہ اس واقعے کے بعد ککوں کے نام مختلف بادشاہوں کی حکومتوں میں رونما ہوتے رہے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ میں نے والد صاحب کے ساتھ کئی دفعہ مختلف مقامات پہ سکھوں کی باراتوں میں شمولیت کی۔جب ہم لڑکی والوں کے ہاں پہنچتے تو وہاں پہ تین

Marfat.com

مختلف کھانوں کے انتظامات ہوتے تھے۔ تین شامیانے ہوتے تھے ایک ان مسلمانوں کا ہوتا تھا جنھوں نے حقہ پینا ہوتا تھا اور حلال گوشت کھانا ہوتا تھا۔ دوسرے شامیانے میں وہ سکھ اور مسلمان ہوتے تھے جنہوں نے ٹھوسکا یا چسکا یا چٹکی لگانی ہوتی تھی ،لیکن اس شامیانے میں تمباکو نوشی نہیں ہوتی تھی۔ تیسرے شامیانے میں سبزی خور (Vegetarians) ہوتے تھے، یہ زیادہ تر ہندو ہوتے تھے۔ کچھ سکھ اور کچھ مسلمان بھی ان میں اکٹھے بیٹھ جاتے تھے۔ سبزی کی ڈشیں بہت زیادہ ہوتی تھیں اور بہت مزیدار ہوتی تھیں۔

ہر طرف لوگ گلے ملتے تھے بچوں کا بزرگوں سے تعارف کرواتے تھے۔ چچا تایا اور بابا کے الفاظ ہر جگہ سننے میں آتے تھے لیکن ماموں کا لفظ سننے میں بہت کم آیا جس کا مطلب یہ ہے کہ کا سکھ میرا چچا ہو سکتا ہے لیکن ماموں نہیں ہو سکتا۔

بابا گورونانک کی پیدائش تلونڈی جس کو بعد میں ننکانہ صاحب کا نام مل گیا 1469ء میں ہوئی پیشے کے لحاظ سے یہ کھشتری تھے،اس کے ساتھ ہی اپنا زمیندارا تھا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندومت مندرجہ ذیل چار طبقوں میں تقسیم ہے۔

1۔ براہمن

2۔ کھشتری

3۔ یاویش

4۔ شودر

اس کی تفصیل جھرو کے حصہ چہارم میں میں نے مختصر طور پہ دی ہوئی ہے۔
کھشتری براہما دیوتا کے بازو گنے جاتے ہیں حکومت کرنا ریاست کا دفاع اور نظم و

Marfat.com

نسق انہی کی زمہ داری ہوتی ہے۔

براہمن جی مہاراج نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنے آپ کو تمام اقسام کی جنگ وجدل، کھیتی باڑی، کاروبار اور دوسرے چھوٹے موٹے کاموں سے باہر نکال دیا اپنے تمام اخراجات رہائش وغیرہ کھشتریوں اور مُہیشوں کے زمہ ڈال دیئے۔ میرے خیال میں یہ آج سے ہزاروں سال پہلے کے مولوی اور پیر ہوتے تھے۔

دم و دم نہ دھوکا نہ غم
کمائے گی دنیا کھائیں گے ہم
براہمن ہم براہمن ہم

کھشتری ایک فرقہ تھا لیکن ذات نہیں تھی یہ مختلف اونچی جنگجو ذاتوں کا مجموعہ تھا۔ اس میں راجپوت اور ککے زئی ہوتے تھے (بعد میں اس میں جاٹ بھی شامل ہو گئے)۔

میں نے جھرو کے حصہ سوم میں زئی عنوان کے تحت جو لکھا تھا کہ اشوک اعظم کو اقتدار میں لانے کے لیے سب سے زیادہ ککوں ککے زئیوں اور ورکوں نے انجام دیں اور اشواک کو بادشاہ بنایا، جو کہ بعد میں ہوتے ہوتے اشوک اعظم بن گیا۔ یہاں پر میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ککے زئیوں کی افغانوں خاص طور پہ یوسف زئیوں کے ساتھ بڑی دیرینہ دشمنی چلی آتی ہے۔ افغانوں نے ککے زئیوں کے ساتھ ہمیشہ وعدہ خلافیاں کیں اور ان کے دشمنوں کا ساتھ دیا۔ یہ ہی وجہ تھی کہ ککے زئیوں نے کبھی Central Asia سے اور کبھی ہندوستان سے افغان حکومتوں کو شکست دی ایک لمبا عرصہ یہ غزنی پہ بھی حکمران رہے۔ ان کی طاقت کا اندازہ اس بات سے

Marfat.com

لگایا جا سکتا ہے کہ محمود غزنوی کے بہت سے حملوں میں ککے زئی جرنیل ہوتے تھے۔

تلونڈی میں جہاں گورونانک جی پیدا ہوئے آج بھی بہت سے ککے زئی گھرانے موجود ہیں۔ گورونانک کی خاص محبت جو ان کو ککے زئیوں سے تھی بابر جیسے ظالم بادشاہ کے پاس لے گئی۔ اس بات کا ثبوت ہے کہ انہوں نے اپنی جان کی پروانہ کرتے ہوئے امرتسر سے سیالکوٹ تک کے ککے زئیوں اور سکوں کو بچانے کے لیے اپنی جان داؤ پہ لگا دی۔

سکھوں کی تاریخ کی کتابوں میں اور خاص طور پہ www.dlshq.org میں گورونانک کو کھشتری لکھا ہوا ہے، راجپوت نہیں۔ اگر وہ جاٹ ہوتے تو ضروری طور پہ ان کے متعلق جاٹ لکھا جاتا کیوں سکھوں میں کافی تعداد جاٹوں کی ہے۔

اگر گورونانک راجپوت نہیں تھے جاٹ نہیں تھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ Definitely ککے زئی تھے۔ یہ وجہ تھی کہ وہ اپنی برادری کو بابر کے ظلم سے بچانے کے لیے دہلی گئے اور ان کو بچا کر لائے۔

گورونانک

سکھوں کی مختلف Organizations جو کہ آج کل ایک Website چلا رہی ہیں ان میں سے میں نے بہت کچھ مواد اکٹھا کیا ہے لیکن کہیں بھی مجھے اس بات کی کہ باباجی گورونانک نے کب اور کہاں عربی اور فارسی سیکھی، حالانکہ ان کے پرانے گٹکوں (گورونانک کے اشعار) میں لکھا ہوا پایا گیا ہے کہ جس وقت باباجی نے توحید کا پرچار کرنا شروع کر دیا تو سب سے پہلے ان کا براہمنوں سے پھڈا ہوا جنہوں نے کہ بابانانک کی بے حد مخالفت کی اور انہیں ہندو دھرم سے نکال دیا اللہ تعالیٰ اور قرآن حکیم کو سمجھنے کے لیے انہوں نے تقریباً بارہ سال نہ صرف عربی اور فارسی کا مطالعہ کیا بلکہ اسلام کو اور قرآن حکیم کے بنیادی اصولوں کو پنجابی اور پنجابی کی شاعری میں تبدیل کیا۔ جب بابانانک نے کافی عرصہ پاک پتن میں رہ کر بابافرید کا فلسفہ جو ابن عربی سے متاثر تھا اور ان کی کافیاں اور اللہ کے ساتھ لگاؤ اس حد تک بڑھ گیا کہ ان کے جسم کے مختلف اعضاء سے اللہ ہُو کی آوازیں آنی شروع ہو گئیں۔ بابانانک نے بتلایا جب تم اندر سانس لو تو اللہ کا نام لو اور جب باہر سانس نکالو تو اللہ کا نام لو کیونکہ تمہیں پتا نہیں کہ جو سانس اندر لے کر گئے ہو وہ باہر آئے گا یا کہ نہیں یا جو سانس باہر نکالا ہے اسکی جگہ نیا سانس اندر جائے گا کہ نہیں۔ گویا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس حد تک Self Surrender اسلام کا اصول ہے۔ میں یہاں پہ یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ Goethe (جرمن فلاسفر اور شاعر) نے Self Surrender کے بارے میں لکھا ہے اور اسے اسلام کا ایک بڑا رکن قرار دیا ہے۔

Marfat.com

یہ وہ طریقہ ہے جس کو بہت سے بزرگان دین نے اختیار کیا ہے ہر سانس کے ساتھ دو دفعہ اللہ ہُو کہا تو ایک وقت ایسا آ گیا کہ ان کا قلب جاری ہو جاتا ہے اور دِل سے اللہ ہُو کا ورد شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے اگلا مرحلہ وہ ہے جب انسان کے پورے جسم سے لَااِلٰہ اِلَّااللّٰہُ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہوتا ہے کہ انسان اللہ کے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ اسی عمل کے دوران انسان بعض اوقات شیطان کے حملے کی وجہ سے اپنے آپ کو خُدا سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔

بابا حاجی گورو نانک کے عقیدے کے مطابق وہ ایک سچے دین دار اور ایک خُدا، قرآن اور رحمتہ للعالمین ﷺ پہ ایمان رکھنے والے شخص تھے، ورنہ وہ حج کرنے کبھی نہ جاتے ان کا حج پہ تشریف لے جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے یہ فریضہ صحیح طریقے سے ادا کیا پہلے مکہ تشریف لے گئے دوران حج نہ صرف وہاں قیام کیا بلکہ بحیثیت مسلمان کے اللہ کی عبادت اسی طریقے سے کی جس طرح کہ اللہ کا حکم ہے۔ اگر وہ خُدا نخواستہ مسلمان نہ ہوتے تو ان کا حج پہ جانا کسی طریقے سے بھی ممکن نہ ہوتا اور اگر ایک غیر مسلم کا زمین حرم، حدود مکہ میں داخلہ اپنی جان گنوانے کے مترادف ہوتا ہے، کیونکہ اس قانون کی بڑی سختی سے پابندی ہوتی ہے۔

مجھے اس بات پہ خوشی ہوتی ہے کہ آج بھی جب گورو نانک کی تصویر بناتے ہیں تو ان کی داڑھی کے خط بنے ہوتے ہیں اصل میں داڑھی تو نہ ہے بلکہ خط سنت رسول ﷺ ہیں جس کی بابا نانک جی نے ساری زندگی سختی سے پابندی کی اور اس چیز سے ان کا پکا مسلمان ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ www.dlshq.org میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نواب دولت خاں لودھی کی ملازمت دلوانے کے

لیے کچھ رائے بولر اور جے رام نے بابا نانک کی سفارش مسلمان نواب کے پاس کی جو کہ سراسر غلط ہے۔اصل واقعہ یہ ہے کہ جے رام نے نواب صاحب سے بات کی کہ ایک نوجوان لڑکا جو کہ عربی اور فارسی سمجھتا ہے اس کو ملازمت کی ضرورت ہے۔نواب دولت خاں نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے بابا نانک جی کو سلطان پور میں اپنی تمام فصلوں ،مویشیوں وغیرہ کا حساب کتاب رکھنے کے لیے یا یہ سمجھیں کہ بحیثیت General Manager کے رکھ لیا یہ وہ زمانہ تھا جب فارسی سرکاری زبان ہوتی تھی۔لہٰذا بابا جی کا اس زبان پہ عبور ضروری تھا۔

تاریخ میں ہندوؤں کے نام بابا جی کے سفارشیوں کے کی جگہ لکھے ہوئے ہیں تا کہ سکھ ہندوؤں کے ممنون ہوں جب کہ ہندو اور براہمن بابا نانک کے سخت دشمن تھے۔نواب دولت خاں کی ملامت میں کئی سال رہنے کے بعد انہوں نے ایک دن فقیروں کا چغہ پہن لیا،سارے سکھ تاریخ دان اس بات متفق ہیں اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ مسلمان تھے ورنہ وہ سادھوؤں کا لباس پہنتے اس Web Site میں دوسرے سکھ لکھنے والوں کی طرح بابا مردانا کو سکھ قرار دیا ہے۔جب کہ وہ ساری زندگی مسلمان رہے۔ان کی تمام نسل مسلمان تھی۔جن کو کہ امرتسر میں ربابیئے بولتے تھے۔

یہ رباب بابے مردانے کی مشہور تھی ۔ پاکستان بننے پر یہ سارے مشرقی پنجاب میں سے لاہور آ گئے ۔ جہاں پہ کہ سائیں اختر گلوکار جو کہ بابا مردانے کی اولاد میں سے تھا بہت مشہور ہوا۔

Marfat.com

بابا مردانہ

بابا مردانہ کے متعلق سکھ اپنی ویب سائیٹ پہ لکھتے ہیں کہ وہ بابا گورو نانک کا ملازم تھا اور بڑا تابعدار مرید اور وہ پہلا شخص تھا جو سکھ بنا۔ گورو نانک جی نے صوفیانہ انداز میں بہت سی کافیوں کو نظموں کے انداز میں گانا شروع کیا جس کی دُھن بابا مردانہ بناتے تھے۔ بابا مردانہ کے ساتھ گورو جی کی ملاقات اس زمانے میں ہوئی جب گورو نانک نے بابا فرید جی کے مزار پہ ایک چلا کاٹا اس چلا کاٹنے کے کافی عرصہ بعد تک گرو نانک جی بابا فرید کے مزار پہ رہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی لکھا ہے بابا فرید کی بہت سی کافیاں ابنِ عربی کے فلسفے کو کافیوں کی حالت میں ترجمہ کیا گیا تھا۔

بابا مردانہ تلونڈی سے تشریف لائے اور انہوں نے بابا فرید کے مزار پہ گورو نانک جی سے ملاقات کی بابا مردانہ نہ صرف Music یا ساز بلکہ کئی زبانوں میں مہارت رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ بابا گورو نانک جی اور بابا مردانہ کا نام ہمشہ اکٹھا آیا ہے بعض سکھ مورخین کا یہ کہنا ہے کہ بابا مردانہ ان کے ملازم تھے جو کہ سراسر بکواس ہے، یہ وہ سکھ مورخین ہیں جو ہندو ماں کے بطن سے پیدا ہوئے بابا گورو نانک نے کبھی بھی ساری زندگی میں کسی کو ملازم کے نام سے نہیں پکارا کیونکہ یہ ان کے اسلامی اصولوں کے خلاف تھا۔

جس وقت انسان فقیر ہو جاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو Servant of ALLAH بولتا ہے جو خود Servant ہے وہ کسی اور کو Servant نہیں کہتا اور نہ رکھتا ہے۔

Marfat.com

گورو نانک جی کی شادی

سکھوں کی Web Site میں لکھا ہوا ہے کہ ان کی شادی بٹالہ میں محترمہ جن کا نام سولہ خانی تھا جو کہ مُولہ کی بیٹی تھیں سے ہوئی۔ یہاں پر یہ بات قبل ذکر ہے کہ گورو نانک کی پیدائش ککے اور ککے زئیوں کے علاقے میں ہوئی تھی۔ امرتسر پیلووال، ایمن آباد، لاہور، سیالکوٹ کے ککے زئیوں کو اور صرف ککے زئی قیدیوں کو بابا گورو نانک جی نے بادشاہ بابر سے رہا کروایا۔ اور ککے زئی قیدیوں سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ وہ بغاوت کے بجائے دہلی کی حکومت یعنی بابر کی حکومت سے تعاون کریں گے۔ جس کے نتیجے میں بہت سے ککے زئی اور ککے بابر کی فوج میں شامل ہو گئے۔

یہ عجیب سی بات ہے کہ باباجی ککوں کے علاقے میں پیدا ہوتے ہیں ککوں کی شفارش کرتے ہیں اپنی ضمانت دیتے ہیں اور شادی بٹیالہ میں سولہانی دختر مُولا سے کرتے ہیں یہ بات ہزاروں نہیں تو سینکڑوں برادری کے لوگوں سے سنا ہے کہ بٹیالہ، صدکو یہ گاؤں کلانور اور پٹھان کوٹ کی آبادی کی اکثریت ککے زئیوں کی تھی بزرگوں کی زبانی سنتے آئے ہیں کہ بٹالے میں ہر شخص کے تقریباً دو نام ہوتے ہیں ایک اصل اور ایک بچپن کا مجھے یاد ہے کہ 1938 میں میرے ننھیال میں ایک شادی تھی جس میں کہ میری والدہ کے چچا ملک فضل الٰہی مرحوم نے بھی شرکت کی تھی میں انؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک معزز شخص نے چچا جان کو سلام کر کے اپنا تعارف کروایا کہ جی میں فلاں فلاں ہوں اور مولا بخش مرحوم کا بیٹا ہوں چچا جان نے ایک دو دفعہ مولا بخش

کہا تو پھر ہنس کر کہنے لگے۔

"اچھا تو تم مولے بُرج کے بیٹے ہو"

مولا بخش لمبی چوڑی قدامت کے تھے اسی لیے ان کا نام مولا بُرج ڈال دیا گیا تھا اسی طریقے سے سکھوں کی ہسٹری میں مولا کے نام کو انگریزی میں Change کر کے Mula (مُولا) کر دیا گیا یہ مُولا بھی ککے اور ککے زئی برادری سے تعلق رکھتا تھا۔

سکھوں کی ویب سائیٹ www.geocities.com میں گرونانک صاحب کی زندگی اور ایمن آباد کا ذکر اس طرح ہے کہ جس وقت بادشاہ بابر کی فوجوں نے ایمن آباد جو کہ اس زمانے میں ککے اور ککے زئیوں کا گڑھ تھا پہ حملہ کیا یہ مغل فوجوں کا تیسرا حملہ تھا پہلے دو حملوں میں لاہور سے فوج آئی تھی ان کو پسپا کر دیا گیا تھا اس تیسرے حملے میں ککے زئیوں کو شکست ہوئی بابر کی فوجیں سارے علاقے میں سے تمام مردوں اور لڑکوں کو گرفتار کر کے لے گئیں اور ان کی تمام جائیدادیں ضبط کر لی گئیں، اس میں انہوں نے بابا گورونانک جی کو بھی گرفتار کر لیا اور ساتھ لے گئے۔

جب یہ قیدی دہلی پہنچے تو ان کو ایک جیل نما دھلان میں قید کر دیا گیا سب قیدیوں کو ایک مخصوص تعداد میں گندم دی گئی تا کہ وہ ہاتھ سے چلانے والی چکی میں اس کا آٹا بنائیں تمام قیدی چکی کو چلا کر آٹا بنانے میں مصروف ہو گئے جب کہ گورونانک نے رب کی حمد میں کافیاں پڑھنی شروع کر دیں جب تک وہ اس عبادت میں مصروف رہے ان کی چکی خود بخود چلتی رہی چند دنوں میں یہ بات اتنی مشہور ہو گئی کہ بابر تک پہنچ گئی جس نے کہ بابا نانک جی کو اپنے پاس بلوایا بابا نانک جی نے بابر سے کہا تو بابر ہے

Marfat.com

یا جابر ہے کہ تو نے ہزاروں لوگوں کا قتلِ عام کر دیا ہے مزید کہا کیا تو نے رب کو حساب نہیں دینا وغیرہ وغیرہ میرے خیال میں پہلے جو سٹوری میں نے لکھی ہے اور جس کا ذکر www.dlshq.org میں ہے وہ صحیح ہے گورونانک کو کبھی کسی نے نہ گرفتار کیا اور نہ جیل میں ڈالا یہ صرف ہندو براہمن تاریخ دانوں کا کمال ہے کہ انہوں نے سکھوں کی مکمل تاریخ مسلمانوں کے ظلم وستم سے بھر دی جو کہ تقریباً پچانوں فی صدی بے بنیاد ہے۔

گرونانک جی کا ایمن آباد میں قیام

جب گرونانک جی نے اپنی برادری یعنی ککے اور ککے رئیوں پہ مغل فوجوں کا ظلم ستم سنا تو وہ ایمن آباد تشریف لے گئے، ایمن آباد میں انہوں نے لعل دین کے گھر میں قیام کیا (جس کو کہ ہندو تاریخ دانوں نے لعلو کا نام دے کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ لعلو ایک ہندو تھا جو کہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے) گرو جی چونکہ ایک اللہ کا پرچار کرتے تھے ایک اللہ پہ ایمان رکھتے تھے قرآن کی تعلیمات بابا فرید کے کلام اور اپنے کلام کے ذریعے عام فہم زبان میں یعنی نظم کی صورت میں لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ لہٰذا بتوں کے پجاریوں کے گھر ان کا قیام جو کہ ابھی تک گائے ماتا کا موتر (پیشاب) ہر ہانڈیا میں ڈالتے تھے رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سو لعل دین بھائی جو کہ ایک غریب ترکھان تھا اس کے گھر قیام کیا۔

Marfat.com

گورو جی اور ملک باگو

ملک باگو (ملک باگ علی، چونکہ یہ اپنے باغ میں پیدا ہوا تھا اس لیے اس کا نام باگ علی ہو گیا) جو کہ اس علاقے کا بڑا رئیس تھا جس کا ذکر ایمن آباد کے ککے زئیوں کی ہسٹری میں بھی موجود ہے اور سکھوں کی ویب سائیٹ www.geocities.com میں بھی موجود ہے وہ وہاں کا رئیس اور بڑا زمیندار سمجھا جاتا تھا۔ یہ وہی ملک باگو ہے جس نے مغلوں سے اپنی برادری کے خلاف گٹھ جوڑ کیا تھا ملک باگو نے گرو جی کی خدمت میں حاضری دی اور عرض کیا کہ آپ ہماری برادری کے بزرگ ہیں آپ میر حویلی میں قیام کریں اور وہیں کھانا تناول فرمائیں اس پر بابا جی نے کہا اچھا ملک گھر سے کھانا یہیں منگوالو چنانچہ کھانا وہیں پہ آ گیا بابا جی نے ایک چپاتی اُٹھا کر ہاتھ میں لے کر اس کو دبایا جس میں سے کہ خون نکلنا شروع ہو گیا بابا جی نے باگو سے کہا کہ بے انداز لوگوں کا جو خون تمہارے مغلوں نے بہایا وہ تمہارے رزق میں آ گیا ہوا ہے لہٰذا یہ حرام ہے۔ باگو پریشان ہو گیا اور معافی کی درخواست کی۔

میں نے اپنی کتاب جھرو کے حصہ سوم میں گرو نانک صاحب کے متعلق یہ لکھا ہے کہ انہوں نے بھگت کبیر کے کلام سے بھی استعفادہ حاصل کیا اور اس کو گرنتھ میں شامل کر دیا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ دونوں حضرات ایک ہی وقت میں پیدا ہوئے لیکن بھگت کبیر کا کلام بعد میں گرو گرنتھ میں ڈالا گیا۔

اب مجھے حاجی بابا گرو نانک کو بہت تہہ تک پڑھنے اور سمجھنے کا موقع ملا ہے

اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ گرو جی اور ان کی اسلامی تعلمات کو اجاگر کرنا میرا فرض بن گیا ہے۔

جس وقت کسی ملک میں انسانوں کے حقوق پائمال ہو رہے ہوں قانون کی بالادستی اور انسانیت ختم ہوگئی ہو۔

چوراُچکے چودھری ہو جائیں

غنڈی رن (بدمعاش عورت) پردھان ہو جائے

ملک کے باہر سے حملہ آور آئیں ہزاروں عورتوں کو نوجوان لڑکیوں کو ہندوستان سے اُٹھا کر لے جائیں۔ بچوں کو غلام بنا کر مشرق وسطیٰ بھیجا جائے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوتی ہے، اسی زمانے میں یعنی 1469 AD میں ایک چھوٹے سے گاؤں جس کا نام تلونڈی ہے اور دریائے راوی کے کنارے پہ واقع ہے، اس گاؤں کے ایک طرف ایک گھر میں گرونانک پیدا ہوئے۔ اسی زمانے میں بھگت کبیر اور دیگر اولیائے کرام پیدا ہوئے۔ اس جگہ کو آج کل ننکانہ صاحب کہتے ہیں۔ بچپن میں ہی ان کے پنڈتوں اور سادھوں سے مناظرے شروع ہو گئے جس کی وجہ سے براہمنوں نے ان کو پاگل قرار دیا جب کہ دوسروں نے انہیں پنجاب اور سندھ کا امام قرار دیا۔ ان کے والد بزرگوار نے ایک ہندو **Accountant** سے کہا کہ تم انہیں کاروباری حساب کتاب لین دین وغیرہ پڑھا دو جس وقت **Accountant** صاحب نے بابا نانک جی کو سبق دینا شروع کیا تو نانک جی نے انہیں پوچھا آپ مجھے کیا پڑھائیں گے جس پر ماسٹر صاحب نے جواب دیا میں تمہیں کاروباری حساب کتاب سیکھاؤ گا نانک صاحب نے کہا کہ ماسٹر صاحب جو حساب

کتاب رب کو دینا ہے وہ بھی آپ نے کہیں لکھا ہے اگر نہیں لکھا تو لکھنا سیکھ لیں، اس پر ماسٹر صاحب بھاگ گئے۔

نانک جی کے باپ نے ان کو پنڈت پرِج ناتھ کے پاس بھیجا تاکہ یہ سنسکرت سیکھ لیں پنڈت صاحب نے نانک جی سے کہا کہو "اوم" نانک جی نے پوچھا پنڈت جی اوم کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ اور اسکے آگے کیا ہوتا ہے؟ پنڈت جی کوئی جواب نہ دے سکے اور بھاگ گئے اس کے بعد پنڈتوں کے ساتھ نانک جی کی مستقل دشمنی چل گئی۔ چونکہ نانک صاحب کے خیالات اور ایمان ایک خُدا پہ تھا، زات پات اور براہمنوں پہ لعنت بھجتے تھے جنہوں نے کہ ہزاروں سال سے لوگوں کو شُودر وغیرہ بنا کر غلام بنایا ہوا ہے۔ چنانچہ ان کو نواب دولت خاں لودھی جو کہ دہلی کے بادشاہ بہلول لودھی کے رشتے دار تھے ان کے یہاں ملازمت کروادی تقریباً بارہ سے پندرہ سال نانک جی ان کے پاس رہے اور وہیں پہ انہوں نے عربی فارسی سنسکرت وغیرہ کے علوم میں بہت بڑا مقام پیدا کرلیا۔ اسی دوران باباجی کو بابا فرید کی وہ کافیاں سننے کا اتفاق ہوا جو کہ بابا فرید صاحب نے ابن عربی کے فلسفے سے متاثر ہوکر نہ صرف لکھی تھیں بلکہ ابن عربی کے فلسفے کو کافیوں کا رنگ دے دیا تھا۔ چونکہ باباجی عربی فارسی وغیرہ کے عالم تھے اور ابنِ عربی کا فلسفہ بھی پڑھا ہوا تھا لہٰذا ان کافیوں نے باباجی پہ اتنا اثر کیا کہ وہ خود اللہ ہُو اللہ ہُو کرنے لگے دُنیاوی کپڑے اُتار دیئے اور فقیروں کا لباس پہن کر بابا فرید کے مزار پہ چلے گئے اور کافی عرصہ وہاں عبادت میں مصروف رہے۔ یہ سکھوں کی تمام کتابوں اور Web Sites میں درج ہے کہ وہ فقیر ہو گئے، کہیں نہیں لکھا ہوا کہ وہ سادھو ہو گئے یا سنت ہو گئے کیونکہ سادھو سنت تو ہندوؤں کے ہوتے ہیں، یہ

Marfat.com

عموماً گیروے رنگ (ہلکا مالٹا رنگ) کے کپڑے پہنتے ہیں جب کہ فقیر مسلمان ہوتا ہے، اور اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ یہ ہمارے مسلمانوں کی حماقت ہے کہ وہ منگتے کو فقیر کہہ دیتے ہیں فقیر کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے گویا کہ سکھ آج تک Indirect مانتے ہیں کہ باباجی مسلمان تھے۔

باباجی کی ہمشیرہ کی شادی کے بعد باباجی کی شادی اپنی برادری میں بٹالہ شریف کردی گئی ان کی بیگم کا نام سولہ خانی (16) تھا جس کا مطلب ہے کہ وہ سولہ خانوں پہ پیدائش پر مالک بن گئی تھیں۔

میری پیدائش بٹالے کی ہے اور میرے ننھیال خاص بٹالے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بٹالہ، صدکویا، کالانور اور پٹھان کوٹ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں کی اکثریت یا تو ککے تھے یا ککے زئی، ککے اور ککے زئی اصل میں ایک ہی قبیلہ ہے جو لوگ اشوک اعظم کے زمانے میں بدھ مت کے پیروکار ہو گئے تھے انہوں نے زئی کا لفظ اُڑا دیا اور ککے کہلوانے لگے۔

جب گرونانک جی کا اسلامی پیغام ان سب جگہوں پہ پہنچا تو بے شمار ککے زئی ان کے مرید بن گئے انہوں نے بھی ککے کہلوانا شروع کر دیا۔

میری پرورش امرتسر میں ہوئی گرمیوں کی چھٹیوں میں میری خالہ لاہور سے بٹالہ آجاتیں تھیں اور میری والدہ ہمیں ساتھ لے کر بٹالہ نانی کے گھر جاتیں تھیں ایک دن میں نانی جی کو قادی ہٹی سے لے کر بڑے دروازے گیا تو بڑے دروازے کے باہر ایک سکھ نے میری نانی جی کو یہ کہا۔

''پھپھو جی ست سری اکال'' نانی نے جواب دیا ''وعلیکم اسلام'' اور اُس

Marfat.com

سے پوچھا'' دلبیر سنگھ بہن ہوراں دا کی حال اے بھایا ٹھیک ای اوناں نوں میرا اسلام دئیں" میں نے نانی جی سے کہا امی جی ست سری اکال کا جواب ست سری اکال ہوتا ہے وعلیکم اسلام نہیں نانی جی نے کہا بزرگوں سے سنا ہے یہ ہمارے بہت پُرانے رشتے دار ہیں یہ بابا نانک کے مرید ہوگئے تھے نانی جی نے مذید کہا کہ گورونانک کی شادی ہماری برادری سے ہوئی تھی اور بٹالے میں یہ مشہور ہے کہ گورونانک ککے زئی تھے اور ان کی شادی بھی ککے زئیوں میں ہوئی۔ہم نے سنا ہے کہ جب بابا جی کی بارات آئی تو اس وقت سارے باراتی کافیاں اور نعتیں پڑھ رہے تھے میری شادی تک ہمارا ان کا پرانی رشتہ داری کی وجہ سے بہت لین دین تھا لیکن ہمارے خاندان کے بہت سے مرد حضرات بڑی جلدی اللہ کو پیارے ہوگئے جس کی وجہ سے ان سے لین دین ختم ہوگیا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ میری اور میرے بھائیوں کی ساری اُولاد بٹالہ سے باہر چلی گئی تھی اب جب کہ میں نے سکھوں کی ہسٹری میں ایمن آباد اور ایمن آباد سے لے کر سیالکوٹ تک پوری ککے زئی Belt بابر سے لڑائی ککے زئیوں کی گرفتاریاں گورونانک کا دہلی جا کر بابر سے سفارش کر کے اپنے برادری کے لوگوں کو واپس لانا ان کی جائیدادیں واپس کروانا اس کے بعد یہ بات سوفی صدی ثابت ہو جاتی ہے کہ بابا جی بذات خود ککے زئی برادری سے تعلق رکھتے تھے۔

بابا نانک کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام شری چاند تھا جس کو کہ ہندو مئورخین نے بگاڑ کر سری چند بنا دیا تا کہ ظاہر ہو کہ بابا جی نے اپنے بچوں کے نام ہندوؤں جیسے رکھے شری چاند کا مطلب ہوتا ہے سب کو روشنی دیکھانے والا دوسرے کا نام لکھو چاند لاکھوں کو روشنی دیکھانے والا یہ وہ نام ہیں جو اس اور بعد میں بھی بٹالہ میں

Marfat.com

عام بچوں کے نام رکھے جاتے تھے۔اورعورتیں چندماموں کے نام کی بچوں کولوریاں سنایا کرتی تھیں لکھو چاند کا نام یارلوگوں نے بگاڑ کے لکشمی چندرکھ دیا حالانکہ لکشمی عورتوں کا نام ہے پہلا بچہ 1494 عیسوی میں پیدا ہوااور دوسرا بچہ تین سال بعد 1497 عیسوی میں پیدا ہوا۔

بڑا بیٹا سری چاند پیدائشی طور پہ دنیا کی چمک دمک کا مخالف تھا لہٰذا اس نے ایک نیا فرقہ اپنے جیسے نوجوانوں کا جو دُنیا کے ظلم وستم اور جھوٹ سے تنگ اکثر اُداس رہتے تھے بنالیا۔اس فرقے کا نام اس نے فرقہ اُداسیاں رکھا اس میں وہ لوگ جو کسی نہ کسی وجہ سے اُداس رہتے تھے شامل ہو گئے انہوں نے سوسائٹی کے خلاف ہر قسم کی بغاوت کی ہر وہ چیز جو سوسائٹی میں صاف ستھری یا اچھی سمجھی جاتی تھی اُسی کی مخالفت کی سر کے اور داڑھی کے بال ترشوانے بالکل بند کر دیئے۔یہ فرقہ کچھ عرصہ کے بعد ختم ہو گیا۔

بابا گورونانک صاحب نے لوگوں کی توجہ اپنے خیالات کی طرف دلانے کیلئے ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ بھی کیا۔اس سفر کے دوران وہ دریائے گنگا بھی گئے جہاں انہوں نے لوگوں کو اشنان کرتے دیکھا اور جو لوگ اشنان کر رہے ہیں وہ ہاتھوں میں تھوڑا سا پانی لے کر سورج کی طرف پھینک رہے ہیں۔گورونانک بھی دریا میں کود پڑے اور پانی کو بجائے مشرق کے انہوں نے مغرب کی طرف پھینکنا شروع کر دیا۔تمام ہندو جو وہاں موجود تھے یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے اور انہوں نے انہیں کہا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ تمہارا پانی پنجاب پہنچ جائے۔انہوں نے جواب دیا اگر تمہارا پانی سورج تک پہنچ سکتا ہے تو میرا پنجاب بہت نزدیک ہے۔اس پر گورو

نانک نے ان کو ایک لیکچر دیا اور معاملہ ختم ہو گیا۔

سکھوں کی کچھ کتابوں میں یہ لکھا ہوا پایا گیا ہے کہ جس وقت گورو نانک مغرب کی طرف منہ کر کے اپنی کھیتوں کو پانی دے رہے تھے اس وقت حقیقت میں کھیتوں میں پانی بہہ رہا تھا۔

بابا جی 1530 میں حسن ابدال ضلع اٹک میں تشریف لے گئے اور ایک پیپل کے درخت کے نیچے آرام کیا بابا مردانہ چشمے سے پانی لے کر آئے جس پر ایک فقیر ولی قندھاری نے اعتراض کیا اور منہ کر دیا کہ یہاں سے پانی مت لے کر جاؤ۔

جب بابا مردانہ نے گورو جی سے شکایت کی تو انہوں نے فرمایا تمہیں پہاڑی کے اوپر جانے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں پانی یہیں مل جائے گا اللہ کی قدرت اوپر والے چشمے کا پانی ختم ہو گیا اور وہ جگہ جہاں گورو جی نے قیام کیا ہوا تھا وہاں چشمہ نکل آیا کندھاری صاحب غصے سے آگ بگولہ ہو گئے اور اُوپر سے ایک بہت بڑا پتھر گورو جی کی طرف پھنکا جس کو کہ گورو جی نے اپنے ہاتھ سے روک لیا۔ اس پتھر پر گورو جی کے ہاتھ کا نشان آج بھی موجود ہے، لہٰذا سکھ اس کو پنجا صاحب کہتے ہیں۔ قندھاری نے گورو جی سے معافی مانگی۔

گورو جی نے دو دفعہ دن میں عبادت کی پرزور تاکید کی ہے ایک فجر کے وقت دوسری مغرب کے وقت اس عبادت میں اللہ کی حمد و دعا اپنی زبان پنجابی میں مانگی جاتی تھی اور سارے سننے والے لوگ جو قطاروں میں بیٹھے ہوتے تھے ساتھ پڑھتے تھے۔

Vahe Guru (واہے گوروکا مطلب)

Vahe Guru is the Guru Mantra for the followers of Guru Nanak. The other important Mantra for repetition is "Ek Omkar Stanam Karta Purkh Nirbhav Nirvair, Akalmurat Ajuni Savai Bhang Gur Parsad-Rabb is but one, His Name is true, He is the Creator, He pervades the whole universe, He is with out fear, He is without enmity,He is immortal, He is birthless, He is self-born and self-existent, He is the remover of the darkness(of ignorance) and He is merciful" The lord is eternal. He has no beginning and no end.

گورو جی کا حج پہ جانا

اس بات کا دنیا کے ہر انسان کو پتا ہے کہ حج پہ صرف مسلمانوں کو جانے کی اجازت ہوتی ہے کوئی بھی غیر مسلم مکہ شریف کی حدود میں داخل نہیں ہوسکتا چونکہ نانک جی مسلمان ہی نہیں بلکہ بڑے پکے مسلمان تھے لہٰذا وہ مکہ شریف پہنچے ایک دن بابا جی

Marfat.com

سوئے ہوئے تھے اور بے خیالی میں ان کے پاؤں کا رخ قبلہ شریف کی طرف ہو گیا
قاضی رکن دین جو حرم شریف کے علاقے کا قاضی تھا اس نے بابا جی کو جگایا اور کہا کہ
اپنے پاؤں کسی اور طرف کر لو تمہارے پاؤں کا رخ اللہ کے گھر کی طرف ہیں۔ اس پر
بابا جی نے کہا قاضی صاحب مجھے وہ جگہ بتائیں جہاں اللہ نہیں ہے اس جواب پر قاضی
رکن دین پریشان ہو گئے اور چلے گئے۔

The Granth Sahib begins with the following."There is one Rabb whose name is true the Creator". It contains a code of high morals. Purity of life, obedience to Guru, mercy, temperance, justice, straightforwardness, truthfulness, sacrifice, service, love and

abstinence from animal food are among the virtues on which great emphasis is laid, while lust, anger, pride, hatred, egoism, greed, selfishness, cruelty, backbiting and falsehood are vehemently condemned.

Haji Guru Nanak'ş thughts about a Muslim.

Marfat.com

He who is firm in his faith has a right to be called a muslim.

His act must accord with his faith in the Prophet (Rahmat ul Alamain),

He must clean his heart of pride and greed

No more troubled by the two impostors - Life and Death,

Resigned to the will of Rabb (ALLAH),

Knowing Him as the Doer,

Freed from the domination of the self,

Compassionate to all things,

Such a one may call himself a Muslim."

یہ ساری باتیں جو باباجی نے کہی ہیں جس میں کہ انہوں نے اپنی طرف سے کچھ بلکہ جو مسلمان کی تعریف ہماری مذہبی کتابوں میں ہے اسی کو درج کیا ہے۔ ان فقرہ His ect must accord with his faith in the prophet. پڑھ کر مجھے بائبل کا واقع یاد آگیا ہے جہاں پہ کہ یہودی Rabbies نے حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا Are you that Prophet? حضرت عیسیٰؑ نے

Marfat.com

فرمایا "No"

That Prophet کا جو مقصد تھا وہ رسولِ پاک ﷺ کی طرف اشارہ تھا اسی طرح سے اگر بابا جی A Prophet لکھ دیتے تو اس کا مطلب کوئی بھی نبی ہو سکتا تھا لیکن جس وقت The Prophet آجاتا ہے تو اس کا مطلب حضور پاک ﷺ ہوتے ہیں۔

Nanak has given a beautiful summary of his teachings in one of his hymns as follows:-

Love the saints of every faith:

Put away thy pride.

Remember the essence of religion

Is meekness and sympathy,

Not fine clothes,

Not the Yogi's garb and ashes,

Not the blowing of the horns,

Not the shaven head,

Not long prayers,

Not recitations and torturings,

Marfat.com

Not the ascetic way,

But a life of goodness and purity,

Amid the world's temptations.

اس میں باباجی نے براہمنوں یا دوسرے لوگوں کو جو اپنے آپ کو دوسروں سے سے اعلیٰ سمجھتے ہیں، ان کو باباجی نے کہا ہے کہ وہ غرور نکال دیں آگے چل کر باباجی فرماتے ہیں۔

اعلیٰ کپڑے ہندو یوگی جو کہ گیرورنگ (ہلکا مالٹا رنگ) کے کپڑے پہنتے ہیں کوئلوں کی خاک اپنے سر پہ ڈالتے ہیں اس مطلب اپنے آپ کو پاک صاف ظاہر کرنے کا ہوتا ہے۔

ہندو پنڈت مندر میں بگل بجا کر پوجا کرتے ہیں، بدھ مت کے بھکشو اپنے سر کو منڈواتے ہیں۔

لمبی اور تکلیف دہ عبادتیں،

نہ عابدوں کو طریقہ لیکن صاف اور پاکیزہ زندگی اس دنیا کی مختلف خوہشات سے پرہیز کرنا۔

حاجی بابا گورونانک اپنی زندگی کے آخری ایام میں کرتار پور چلے گئے جہاں پہ کہ ان کے خاندان کے تمام افراد بھی اکٹھے ہو گئے۔ یہاں پہ انہوں نے ایک دھرم شالہ بھی بنائی۔ صبح اور شام کی عبادت میں سارے لوگ اکٹھے ہو کر مل کر پڑھتے تھے۔

بابا مردانہ جو کہ حاجی بابا گورونانک سے بابا فرید گنج چلا کے دوران سے لے

Marfat.com

کر مرتے دم تک ان کا ساتھی رہا وہ بھی ان کے ساتھ کرتار پر میں تھا بابا جی 1538 عیسوی میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ بابا مردانہ اپنی رباب کے ساتھ ان کے طریقے کے مطابق عبادت کرواتا رہا۔ جب بابا گورونانک کا جنازہ اٹھایا گیا تو ہندوؤں نے حسبِ عادت پھر ایک مہاجرہ کھڑا کر دیا اور مطالبہ کیا کہ باباجی کی لعش کو جلایا جائے جس پر مسلمانوں نے اعتراض اور جھگڑا شروع ہو گیا سارے لوگ جو اس دھنگا فساد میں شامل تھے اس بات پہ حیران ہو گئے کہ باباجی کی لعش غائب ہو گئی ہے اور اس کی جگہ پھول پڑے ہوئے تھے۔

یہ اللہ کی طرف سے بابانانک جی پہ ایک خاص مہربانی ہوئی کہ ان کی زندگی میں اور زندگی کے بعد کوئی فتنا پیدا نہیں ہوا اور امن امان قائم رہا۔

ککے زئی اور سلطان محمود غزنوی

سلطان مہدود جو کہ سلطان محمود کا پوتا تھا۔ اس نے جب اپنے باپ کے قتل کے متعلق سنا تو اس نے لاہور کی طرف مارچ کا حکم دیا تا کہ اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لے سکے۔ 1043 میں محمد اور مہدو کی جنگ ہوئی جس میں کہ محمد کو شکست ہوئی اور وہ قتل ہو گیا۔ اس جگہ کا نام فتح آباد رکھا گیا، آج یہ فتح آباد ککے زیوں کا کہلاتا ہے۔ یہاں کے ککے زئی خاصے کھلے رنگ کے ہوتے ہیں یعنی سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ بچپن میں بزرگ کہا کرتے تھے، کہ فتح آباد کے ککے زیوں میں شادی نہیں کرنی کیونکہ وہ بڑے باتونی لڑاکے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی کے چار مشہور جرنیل تھے، وہ سارے ککے زئی تھے۔ اس کے علاوہ جتنی بھی مہمات جتنے بھی حملے جو خراسان سے غزنی پر ہوئے، جن میں مشہور الپت گین اور اس کے بعد امیر نصیر الدین سبکتگین، جو کہ الپت گین کا داماد تھا۔ اور ان دونوں پر اول دستوں میں ہمشہ ککے زئی شامل رہے۔ ان کی لڑائیوں اور یلغاروں کی وجہ سے کئی ککے زئی نہ صرف افسران بلکہ جرنیل بن گئے۔

محمود غزنوی حکومت کے زمانے میں آپس میں شادیاں بھی ہوئیں

جس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے، کہ جب 1160 میں سلطان محمود خسرو فوت ہوا تو اس کا بڑا بیٹا سلطان خسرو ملک کے نام سے تخت پر براجمان ہوا۔ یہ سلطان خسرو، محمود کا بڑا بیٹا تھا۔ ککے زئیوں کی روایت کے مطابق بڑا بیٹا جائیداد کا مالک ہوا، جس نے کہ تاج پوشی کے وقت اپنا نام سلطان خسرو ملک رکھا۔ یہ ایک بڑا رحم دل بادشاہ تھا، اور عوام کا ہمدرد تھا۔ یہ قانون کو ماننے اور منوانے والا بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ خسرو ملک کی حکومت کے دوران خسرو و ملک نے غزنی پر قبضہ کر کے اپنا رخ پنجاب کی طرف کر دیا۔ افغانستان، پشاور، ملتان وغیرہ پہ 1180 میں قبضہ کر لیا، لیکن لاہور ا راس کے تمام مشرقی علاقہ جات جو آج کل مشرقی پنجاب کہلاتے ہیں، اس علاقے میں سیالکوٹ، گجرنوالہ، ایمن آباد، لاہور، پہلووال، اور اسکے مشرق کے ملحقہ علاقہ جات پہ ترکوں اور ککے ریئوں کے قبضے رہے۔

1180ء میں محمود غوری نے سلطان خسرو ملک کے ساتھ لاہور سے باہر ایک امن معاہدہ کر لیا۔ جسکی رو سے دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی سلطنت میں دخل اندازی نہیں کرسکتا تھا۔ خسرو ملک پڑھا لکھا رحم دل اور شریف آدمی تھا۔ اس

Marfat.com

نے خون بہانے سے پرہیز کیا اور امن معاہدہ طے پا گیا۔اسی سال (1180) میں جس وقت خسرو ملک اللہ کو پیارے ہو گئے تو محمود غوری نے معاہدہ امن کو توڑ کر لاہور پر قبضہ کر لیا۔

Ref:<www.punjabonline.com/historyofpunjab>

پاکستان اور ککے زئی برادری

ملک برکت علی

یہ لاہور کے مشہور ایڈوکیٹ تھے ۔جب ان کا تعلق مسلم لیگ سے ہوا تو انھوں نے نہ وفاداری بدلی اور نہ پارٹی بدلی ۔جس زمانے میں مسلم لیگ والوں نے سر سکندر حیات سے اتحاد کر لیا،تو ملک صاحب مرحوم وہ اکیلے آدمی تھے جو اپوزیشن میں بیٹھے رہے۔ان کے فرزند ارجمند ملک شوکت علی ایڈوکیٹ کافی عرصہ تک لاہور کے میئر رہے۔ان کے زمانے میں جو باہر کی سیاسی ہستیاں لاہور تشریف لائیں،ان کو ملک شوکت علی کی Reception اور جس طریقے سے ان کے visit کو لاہور میں Conduct کیا اس کی مثال لاہور کارپوریشن میں ملنی بڑی مشکل ہے۔اس کے متعلق میں صرف اتنا ہی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس زمانے میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو سیاست میں ہو اور اس کو انگریز کی پشت پناہی حاصل نہ ہو۔میں اپنی پہلی کتاب میں بھی لکھ چکا ہوں کہ مسلم لیگ اور کانگرس اور دوسری جماعتوں میں جن میں یہ سارے مولانا وغیرہ شامل تھے ،ماسوائے قائداعظم کے سب لوگ انگریزوں سے اور

Marfat.com

انگریزوں کی حکومت کے Direct یا Indirect حامی تھے۔ ان سے امدادیں لیتے رہتے تھے۔ میں نے اپنی کتابوں میں جواہرلعل نہرو اور تمام مہاتماؤں (گاندھیوں) وغیرہ کی مفصل امدادیں اور تنخواہوں کے بارے میں لکھا ہے اور یہ بتایا ہوا ہے کہ جواہرلعل نہرو کا دادا غیاث الدین کشمیری کوتوال جس کا ذکر اور تصویر میں نے اپنی پہلی کتاب میں دی ہوئی ہے، ہندوستان کے بڑے غداروں اور ملاحوں میں شامل ہوتا تھا۔ یہ بھی انگریز کا مرہون منت تھا اور ان سب نے قوم سے غداریاں کیں۔

قائداعظم، علی برادران (مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی) ملک برکت علی، ملک غلام محمد، ڈاکٹر سیف الدین کچلو (جو کہ امرتسر کے کشمیری تھے) کے متعلق نہ کبھی کوئی الزام لگا سکا ہے اور نہ ہی کوئی کچھ ثابت کر سکا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ انگریز کی مرضی کے خلاف کوئی شخص لیڈری، پیری فقیری وغیرہ نہیں کر سکتا تھا۔ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ آیا کوئی شخص انگریزوں سے اس وفاداری کی کوئی قیمت وصول کرتا تھا یا نہیں، یا کوئی شخص انگریز کے کہنے پر انگریز کا مخالف تھا یا کہ نہیں۔ یاد رہے کہ جن لوگوں نے انگریز کے حکم کے بغیر ان کی مخالفت کی ان کی انگریز نے ان کی نسلوں کی جڑوں میں رمبا پھیر دیا۔ شہزادے کو مالی اور قریشی سے وڈ قصائی بنا دیا، اور ککے زئیوں کو جرم پیشہ بنا دیا۔

Marfat.com

علی برادران

1۔مولانا محمد علی جوہر 2۔مولانا شوکت علی

مولانا محمد علی جوہر ریاست رام پور میں 1878 میں پیدا ہوئے۔ریاست رام پور وہ جگہ ہے جہاں پہ بہت سے ککے زئی آباد ہیں،لیکن انگریزوں اور براہمنوں نے ان سب ککے زئیوں کو پٹھان لکھنا شروع کر دیا،حالانکہ پٹھان کوئی ذات نہیں،بہرحال مولانا مرحوم اتنے ہی پکے اور سچے ککے زئی تھے،جتنا کہ ہم میں سے کوئی ہوسکتا ہے۔ ان کی والدہ بہت نیک عورت تھیں۔جن کی بہت بڑی خواہش تھی کہ میرے بیٹے اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں۔چنانچہ انہوں نے MAO کالج علی گڑھ سے BA کا امتحان پاس کیا اور اس کے بعد 20 سال کی عمر میں یعنی 1898 میں ان کو ان کی والدہ نے لنکن ان کالج لنڈن میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھجوا دیا یاد رہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں پہ کہ انہوں نے کنگ جارج کے ساتھ تعلیم حاصل کی،اور دوران تعلیم ان دونوں کی آپس میں کافی دوستی رہی۔یہی وہ یونیورسٹی تھی جہاں پہ کہ کہا جاتا ہے کہ انگلستان کے بادشاہ نے محمد علی سے وعدہ کیا کہ جب وہ بادشاہ بنے گا تو ہندوستان کو آزاد کر دے گا۔

واپسی پر ان کو رام پور ریاست میں Director تعلیمات لگایا گیا۔اس کے بعد تقریباً سات سال برودہ سٹیٹ کی سول سروس میں شمولیت اختیار کر لی۔

بہت کم لوگ اب پاکستان میں رہ گئے ہیں،جن کو برودہ سٹیٹ کے متعلق پتا ہو۔یہ وہ ریاست تھی جو کہ پنجاب کے پہلوان خاندانوں کو Promote کرتی

Marfat.com

تھی۔اوران کومہاراجے کا پہلوان کہا جاتا تھا۔

امرتسر میں مثل مشہور تھی کہ جب کوئی لڑکا زیادہ ڈنٹ سپاٹے لگائے تو اس کو کہتے تھے۔

اوئے تو بروڈے جاویں گا۔

مولانا محمد علی ہندوستان کے چند ایسے اشخاص میں شامل ہوتے تھے یا ایک منفرد حیثیت رکھتے تھے، یعنی کہ نہ صرف کمال کے انگریزی اور اردو لکھنے والے تھے بلکہ زبردست مقرر بھی تھے انکی تقریر کو سننے دور دراز سے لوگ آتے تھے۔ یہ تینوں چیزیں بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔اوران کی چوتھی خوبی کی بات یہ تھی کہ ان کو سیاست میں بہت دوراندیشی اور پیش بینی حاصل تھی ، مولانا کمال کے انسان تھے۔(سبحان اللہ)

مولانا نے یہ اخبار شائع کیے:

1. The Time

2.The Observer

3.Humdard

مولانا نے ایک انگریزی رسالہ The Observer نکالا یہ وہ رسالہ تھا جس کے پڑھنے والے دنیا کے مختلف ممالک میں تھے۔انھوں نے یہ رسالہ کلکتہ سے نکالا ،جبکہ 1913 میں انہوں نے اس رسالے کا دفتر دہلی میں منتقل کر دیا۔ انگریزی رسالے کے علاوہ انہوں نے ایک ہفت روزہ اردو رسالہ ہمدرد کے نام سے نکالا۔انکے ہر رسالے کے سینکڑوں پڑھنے والے تھے،اور یہ رسالے سینکڑوں شائقین

کے ہاتھوں سے ہو گزرتے تھے۔لوگ ایک دوسرے سے یہ رسالے مانگ کر پڑھتے تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جن لوگوں نے 1906 میں ڈھاکہ میں مسلم لیگ بنانے کا Resolution پیش کیا تھا مولانا ان لوگوں میں شامل تھے۔یہی وجہ ہے کہ 1906 کے ڈھاکہ مسلم لیگ کے اجلاس میں انہوں نے صدارت فرمائی۔

1918 میں مولانا محمد علی جوہر آل انڈیا مسلم لیگ کے President منتخب ہوئے ،اور 1928 تک مسلم لیگ کو مضبوط کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔انہوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی ۔یہ وہ جامعہ اسلامیہ ہے جس نے پاکستان اور ہندوستان کے بڑے بڑے عالم دین پیدا کیے ۔ڈاکٹر ذاکر حسین جو ہندوستان کے President بنے ،وہ اس کالج کے پرنسپل رہے۔ان کے بعد سید نذیر نیازی جو کہ سیالکوٹ کے رہنے والے تھے مگر ساری عمر لاہور میں گزاری ان دونوں حضرات نے ایک ہی وقت میں مختلف Topics پر Thesis لکھ کر برلن یونیورسٹی بجھوا دیئے۔ دونوں حضرات کے Thesis برلن یونیورسٹی نے Ph.D کے لیے منظور کر لیے ،لیکن انہوں نے ایک شرط رکھی کہ یہ دونوں حضرات اپنی ڈگری جرمنی آکر وصول کریں گے۔ذاکر حسین صاحب کے پاس پیسے تھے وہ تو چلے گئے ،لیکن سید نذیر نیازی کے پاس کرایہ موجود نہیں تھا وہ نہیں جاسکے۔کہا جاتا ہے کہ سید نذیر نیازی سے زیادہ قرآن مجید کا فلسفہ ان کے زمانے میں کوئی اور شخص نہیں سمجھتا تھا۔سید نذیر نیازی علامہ اقبال کے ساتھ بہت عرصہ رہے ۔علامہ صاحب کے اٹھانویں فی صد خطوط جو کہ اردو میں ہیں سید نذیر نیازی صاحب کے ہاتھ کے لکھے

Marfat.com

ہوئے ہیں۔سید نذیر نیازی صاحب نے اپنی آخری کتاب :
''اقبال کے حضور میں'' میں ذکر بھی کیا ہوا ہے۔

بہر حال حسب عادت میں پھر راستے سے ہٹ گیا تھا۔مولانا محمد علی جوہر صاحب کے عظیم کاموں میں ایک کام یہ بھی شامل ہے کہ انہوں نے MAO کالج کو علی گڑھ یونیورسٹی بنوانے میں زبردست خدمات سرانجام دیں۔مولانا محمد علی جوہر صاحب 1919 میں خلافت Movement کے زمانے میں ایک وفد لے کر انگلینڈ (England) گئے جس کا مقصد یہ تھا کہ خلافت عثمانیہ جس کا کہ صدر مقام ترکی تھا اس پر اسلام دشمن طاقتوں نے قبضہ کرلیا تھا۔انہوں نے انگریزوں سے صرف اس بات پر رضامندی لی کہ خلافت عثمانیہ کو بالکل ختم نہ کیا جائے، بلکہ اس کا نام برقرار رکھا جائے۔انگریزوں نے مولانا کے ساتھ یہ وعدہ کرلیا کہ خلافت کا نام تبدیل نہیں کیا جائے گا،لیکن بعد میں دوبارہ ہندو اور براہمن کی اسلام دشمنی نے انگریزوں کو بھڑکا دیا،اور انہوں نے حسب عادت معاہدہ توڑ دیا، اور اپنے وعدے سے منکر ہوگئے۔جس پر مولانا نے 1920 میں انگریزوں کے خلاف ایک تحریک چلائی اور انہوں نے مولانا کو جیل میں ڈال دیا۔1928 میں مولانا نے براہمنوں کی اسلام دشمنی ،مسلمانوں سے نفرت اور اس کے علاوہ بدنام زمانہ نہرو رپورٹ کی وجہ سے کانگرس سے اِستعفاء دے دیا۔

نہرو رپورٹ کے مقابلے میں مولانا نے قائداعظم کے چودہ نکاتی فارمولے کی حمایت کا علان کر دیا اور حمایت شروع کر دی ۔مولانا نے 1930 گول میز کانفرنس میں بھی شرکت کی اور اپنی دھواں دھار تقریر کے دوران انہوں نے فرمایا کہ

Marfat.com

یا تو ہندوستان کی آزادی اور مسلمانوں کے حقوق کی پوری ضمانت لوں گا اور ہمارے ساتھ خلافت Movement والا جھوٹا وعدہ نہیں کیا جائے گا، نہیں تو یہاں سے میری لاش جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مولانا صاحب 4 جنوری 1931 میں لندن میں فوت ہوئے ، اور ان کی وصیت کے مطابق ان کی لاش کو بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ میں دفن کیا گیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہوئی تھی۔ تو میں نے مولانا محمد علی (جوہر جو کہ حقیقتاً اسلام کے جوہر تھے) کی قبر پہ فاتحہ خوانی کی اور ان کی قبر کی زیارت کی۔ ایک دفعہ مولانا صاحب لاہور کے موچی دروازے کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ وہاں پر لوگوں کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا اور سننے میں آیا ہے کہ لوگوں نے مندرجہ ذیل کتبے اٹھائے ہوئے تھے۔

ہے حجِ اکبر دیدار انہی کا۔

Marfat.com

مولانا شوکت علی مرحوم

مولانا شوکت علی مولانا محمد علی کے بڑے بھائی تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے چھوٹے بھائی کے ساتھ ساری زندگی تعاون کیا۔ وہ کام جو مولانا محمد علی اپنی مصرفیات کی وجہ سے نہیں کر سکتے تھے وہ قوم اور ملک کی خدمت انہوں نے سرانجام دی۔ جب میں قوم کہتا ہوں تو میرا مطلب مسلمان قوم ہوتا ہے۔ انہوں نے بھی اپنی تعلیم علی گڑھ میں حاصل کی اور صوبائی سول سروس میں چند سال ملازمت بھی کی۔

مولانا شوکت علی نے ہمدرد اور Comrade رسالوں میں اپنے بھائی کی ہمیشہ مدد کی۔ یہ دونوں وہ رسالے تھے جنہوں نے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا رخ اپنے حقوق کی حصول کی طرف لگایا۔ 1915 میں دونوں بھائی گرفتار ہوئے۔ مولانا شوکت علی ابھی جیل میں ہی تھے کہ ان کو خلافت کی تحریک کا صدر چن لیا گیا۔ اسی سال قید سے رہائی کے بعد خلافت کے Cheif Executive چن لیے گئے۔ 1921 میں جب انگریز اور براہمن کی مکاری اور خلافت ترکی کو نہ چھیڑنے کی وعدہ خلافی کی وجہ سے ان دونوں بھائیوں نے تحریک چلائی اور ان کو گرفتار کرلیا گیا۔ انہوں نے بھی پہلی گول میز کانفرنس میں شرکت کی۔

1932 میں جو عالمی اسلامی کانفرنس بیت المقدس میں ہوئی تھی، اس کانفرنس کو بلوانے میں مولانا شوکت کا بہت بڑا کردار تھا۔ 1936 سے لے کر 1938 تک مولانا شوکت علی مسلم لیگ کی خدمت کرتے رہے۔ انہوں نے قائداعظم کے ساتھ کافی عرصہ کام کیا۔

پان اسلامک تعلقات کو فروغ دینے کے لیے انہوں نے مصر، فلسطین، شام، عراق، یمن، سعودی عرب وغیرہ کے دورے کیے۔ یہی نہیں، بلکہ انہوں نے امریکا میں بھی تقاریر کر کے لوگوں کو دوقومی نظریہ پر لیکچر (Lecture) دیئے۔

Marfat.com

کرائے کی شیروانیاں

جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ لاہور کے ککے زئیوں کی بارات میں بہت سے لوگوں نے ایک جیسی کالی شیروانیاں پہنی ہوئی تھیں۔حساب کرنے کی عادت سے مجبور ہو کر میں والد صاحب یا کسی اور بزرگ سے اکثر ان کالی شیروانیوں والوں کا حسب نسب دریافت کرتا تھا۔وہ لوگ کہاں کام کرتے ہیں؟ ماہوار تقریباً کتنی تنخواہ لیتے ہیں؟ تو سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اتنی تھوڑی تنخواہ میں یہ شیروانیاں، یہ کھسے، یہ قینچی کے سگریٹ۔یہ سارا خرچہ ایک تنخواہ میں سے نہیں ہو سکتا، میرا ذہنی کمپیوٹر کام کرنا بند کر دیتا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد جب ہندو لاہور چھوڑ کر چلے گئے تو اس وقت مجاہدین پیدا ہو گئے۔ان کا جہاد ہندو کے مال کو لوٹنا ہوتا تھا۔ان میں مہاجر اور لوکل دونوں اپنے اپنے علم اٹھائے ہوئے ہوتے تھے۔لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔اسی دوران مجھے چند لڑکوں نے بتایا کہ کشمیری بازار میں ہندوؤں کی دکانوں سے ہزاروں کی تعداد میں شیروانیاں، کھسے اور قراقلیاں ملی ہیں جو کہ وہ ہندو دکاندار مسلمانوں کو کرائے پر دیتے تھے۔یہ سنتے ہی میرا پرانا مسئلہ حل ہو گیا۔مجھے اس وقت یہ اندازہ ہوا کہ لاہور کے ملک صاحبان ہی نہیں، بلکہ اکثر مسلمان اپنے آپ کو معزز بنانے کیلئے یہ معززی لباس کرائے پر لے لیتے تھے۔ہم لوگ اس پر بہت ہنسے۔

1958ء میں دوسری مرتبہ انگلینڈ گیا تو وہاں ایسٹمین (Eastman) ڈینٹل کالج میں ایک ڈاکٹر، جو کہ میرا دوست بن گیا تھا، کی ماں مر گئی۔سوگواران کی

کمی ہونے کے باعث اس کو دوستوں وغیرہ میں سے سوگوار ڈھونڈنے پڑے۔ جب اس نے مجھ سے بات کی تو میں نے کہا یار میرے پاس تو کالے رنگ کا سوٹ نہیں ہے اور اتنے تھوڑے عرصہ میں سلایا بھی نہیں جا سکتا۔ اس نے فوری طور پر مجھے کہا: کالے سوٹ کی تم فکر نہ کرو۔ وہ تمہیں مل جائے گا۔۔۔ کالج سے ہم سب کو آدھے دن کی چھٹی بھی مل جائے گی۔ میں نے سوچا کہ حقیقت میں اس کی ماں اس وقت مرے گی، جب اس کو سارے لوگوں کے سوٹوں کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ دفنانے والے دن وہ ہمیں ایک دکان پر لے گیا، جہاں پر ہم سب کو ریڈی میڈ سوٹ مل گئے۔ حیرانی کا عالم اس وقت شروع ہوا جب دکاندار نے کہا کہ وہ ہمارے اصلی سوٹ بحیثیت سکیورٹی رکھے گا اور حیرت کی انتہا اس وقت ہوئی جب دکاندار نے ڈاکٹر Wolf کو کہا کہ اس کے کرایہ کی ادائیگی ابھی کر دے۔ اس وقت مجھے قیام پاکستان سے پہلے کی شادیاں، معززین کے معزز بننے کا طریقہ، کشمیری بازار کے ہندوؤں کی دکانوں سے برآمد شدہ یہ سامان میری نظروں کے سامنے گھوم گئیں۔

میں نے دکاندار سے پوچھا کہ ان کالے سوٹوں کے علاوہ بھی تمہارے پاس کچھ ہے۔ تب اس نے مجھے اپنی کولکشن دکھائی تو ایک حیران کن منظر پیدا ہو گیا۔ مختلف سائزز (ناپ) کے ٹیل کوٹ، مختلف سائزز کے Stokings، سلنڈر ہیٹ یہ سب اشیاء دو تین رنگوں میں سینکڑوں کی تعداد میں موجود تھیں۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ یہ اعلیٰ یورپین لباس تم فلم انڈسٹری والوں کو کرائے پر دیتے ہو تو اس نے کہا کہ نہ صرف فلم والوں کو، بلکہ جتنے بھی لارڈز (Lords) وغیرہ کی شادیوں پر جاتے ہیں، وہ اپنی منشاء کی چیزیں یہاں سے کرائے پر لیتے ہیں جو ان کے جسم پر فٹ آتی ہیں۔ میں

Marfat.com

نے کہا کیا لارڈز کی شادیاں اٹنڈ کرنے والے غریب لوگ ہوتے ہیں تو وہ بہت ہنسا۔اس نے جواب دیا کہ انسان کا جسم بہت تھوڑے عرصے میں موٹا یا پتلا ہو جاتا ہے۔ہر شادی پر ایسے کپڑے سلوانا قیمتی، مشکل اور لمبا کام ہے۔

وہاں میں نے سلنڈر ہیٹ لائٹ گرے (Light Gray) کلر کا دیکھا تو مجھے فوری کلک ہوا کہ بالکل ایسا ہیٹ ڈیوک آف ایڈنبرا (Adunbra) نے ایک رائل فنکشن میں پہنا تھا۔میں نے اسے ٹی وی پر دیکھا تھا۔چنانچہ میں نے دکاندار سے کہا کہ آیا یہ ہیٹ تم نے ڈیوک آف ایڈنبرا کو کرائے پر دیا تھا یا ڈیوک نے اپنا ہیٹ کرائے پر دینے کیلئے رکھا ہوا ہے۔اس پر اس نے بہت زور کا ایک قہقہہ لگایا۔اس مذاق پر خوش ہو کر دکاندار نے مجھ سے کہا کہ آپ کے سوٹ کا کرایہ میں نے پچیس فیصد کم کر دیا ہے۔میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ مسٹر Hand at Heart please tell me are you jewish.۔ اس نے جواباً کہا How do you know it۔ پھر قہقہے لگنے شروع ہو گئے۔میں نے اسے کہا تمہارا پچیس فیصد انعام جو کہ تم اس کمائی میں سے کر رہے ہو یہ ہماری اصطلاح میں آٹو ہ میں گھاٹو ہ ہے(یعنی جو منافع آنا تھا، اس میں سے تھوڑی سی کمی کو گھاٹا بولا جاتا ہے) تو پچیس فیصد انعام دے کر تمہیں تو گھاٹا ہو جائے گا۔یہ کہاں سے پورا ہو گا؟ اس پر وہ میرے گلے لگ گیا اور پوچھا: ان ساری باتوں کا تمہیں کیسے پتا چلا تو میں نے کہا کہ میں امرتسر میں پیری مریدی کرتا رہا ہوں۔

Marfat.com

میاں امیر دین صاحب، عبدالغنی خاں صاحب اور بجلی کا انتظام قرارداد پاکستان

میاں امیر دین جو کہ میاں صلاح الدین المعروف میاں صلی کے والد بزرگوار تھے، اور میاں یوسف صلاح الدین کے دادا تھے۔ یہ میرے ان بزرگوں میں سے تھے جو مجھے بے انداز محبت و پیار کرتے تھے۔ عام طور پر لوگ مجھے مرزا منور بیگ ------- ڈاکٹر وحید قریشی، کلیم صاحب (پاکستان ٹائمز امروز ---------- کے سیکٹری تھے، ان کا دفتر مال روڈ پہ حمید المکی مرحوم کے دفتر کے پاس ہوتا تھا مشہور صحافی تھے) اور کرنل سلیم ملک میاں صاحب کے خلفاء میں شمار ہوتے تھے۔ میاں صاحب کے میرے ساتھ ساتھ کچھ واقعات بعد میں تحریر کروں گا۔

ایک دفعہ میں نے میاں صاحب سے پوچھا کہ آپ کی لاہور کی سیاست میں کن برادریوں نے آپ کا زیادہ تر ساتھ دیا وہ مسکرائے تو کہنے لگے معاملہ اور ہے۔ الیکشن کے دوران ہم Door to Door ووٹ حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو ملنے جاتے تھے۔ میرے ساتھ کچھ ارائیں برادری کے معزین ہوتے تھے، کچھ ککے زئی ہوتے تھے اور کچھ کشمیری ہوتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہوتے تھے جن کی بات ان کی برادری والے ماننے سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے میاں صاحب سے مارچ 1940 کے متعلق پوچھا کہ اس کانفرنس میں کونسا ایسا وقت آیا تھا" جدوں میاں جی تہاڈیاں لتاں کمبیاں ہون" (کونسا ایسا وقت آیا جس وقت میاں صاحب آپ کی ٹانگیں کانپی ہو)

انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بدھان' اور دوسری تمام جگہوں پہ بتیوں وغیرہ کا انتظام کرنا تھا، جو کہ ایک بڑا وسیع کام تھا۔ یہ کام ہم نے برونس روڈ پر بجلی کے کام والے مشہور ہندو کو دیا تھا۔ کانفرنس سے ایک ہفتہ قبل مجھے ایک سکھ مستری نے آ کر بتایا کہ میاں صاحب کیساں والی سڑک (برانس روڈ) آپ کے ٹھیکیدار اور چند دوسرے کاروباری حضرات کو کانگرس کی طرف سے حکم ملا ہے کہ اس جلوس کا خلوس اڑا دو، اور کسی بھی صورت یہ جلسہ کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ وہ وقت تھا جب میری ٹانگیں نہیں بلکہ میں خود کانپ گیا تھا۔ میں نے خواجہ شریف بخش مرحوم کو فوری طور پر بلوایا، اور پوچھا کہ تمہاری کتنی جائیدادیں برانس روڈ پہ ہیں، تم ان سب کو جانتے ہو۔ ایسا مسلمان بجلی کا کاریگر بتاؤ جو کہ اس کانفرنس کے لاؤڈ سپیکر اور بجلی کے دوسرے انتظامات کو سنبھال سکے۔ خواجہ شریف بخش سے میاں صاحب کی بڑی قریب کی رشتہ داری تھی۔ کیونکہ خواجہ شریف بخش کی ہمشیرہ کی شادی میاں امین دین سے ہوئی تھی۔ خواجہ شریف بخش نے کہا اس پوری سڑک پہ صرف ایک ہی مسلمان کی دوکان ہے، جس کا نام امپیریل الیکٹرک کمپنی ہے۔ اور جس کے مالک عبدالغنی خاں صاحب ہیں۔ میں ان کو ذاتی طور پہ بھی جانتا ہوں۔ اس پر میاں صاحب نے خواجہ صاحب کی ڈیوٹی لگادی کہ اسی دن ان سے ملاقات کروائی جائے۔ چنانچہ ملاقات ہوئی میاں امیر دین صاحب نے عبدالغنی خاں صاحب کو اپنی پریشانی سے آگاہ کیا تو بقول میاں صاحب خاں صاحب ان سے بھی زیادہ پریشان ہو گئے۔ عبدالغنی خاں صاحب نے کہا کہ ہمارے پاس چھوٹے موٹے جلسے کے لیے بجلی کا سامان تو ہے، لیکن اتنے بڑے پارک کے لیے بجلی کا سامان ہمارے پاس کیا لاہور کے کسی بھی مسلمان بجلی والے کے پاس نہیں۔ کیونکہ

لاہور کے سارے مسلمان بجلی والے ہم سے سامان لے کر جاتے ہیں، لیکن ہمارا سامان اتنے بڑے پارک کے لیے کافی نہیں ہوگا۔ میاں صاحب نے کہا کہ جتنے پیسے چاہیے ہیں، لے جاؤ۔ یہ کام صرف ہونا ہی نہیں چاہیے، بلکہ اعلیٰ قسم کا ہونا چاہیئے۔ یہ سن کر مجھے خیال پیدا ہوا کہ باقی سٹوری جناب عبدالغنی صاحب سے سنی چاہیے کہ انہوں نے یہ کام کس طرح کیا۔

میں نے میاں صاحب کی ساری باتیں سنیں جب میں نے ان کو بتلایا کہ ہماری عبدالغنی صاحب سے قریبی رشتہ داری ہے تو میاں صاحب نے فرمایا کہ رشتہ داری نہیں رشتہ داریاں ہیں۔ عبدالغنی صاحب تحریک پاکستان کے ان خاموش مجاہدین میں سے ہیں۔ جن کو کہ کسی نے خراج عقیدت پیش نہیں کیا۔ ان کو یہ بھی پتا نہیں کہ جلسے کی روشنی لوڈ سپیکر وغیرہ کا انتظام کس نے کیا۔

عبدالغنی خاں صاحب ماڈل ٹاؤن جی بلاک میں رہتے تھے۔ میری ان سے کافی عزیز داری تھی۔ چنانچہ میں ایک دن اتوار کو ان کے بنگلے پہ چلا گیا۔ عبدالغنی خاں صاحب بزرگ آدمی تھے۔ میرے خالو کے چچا تھے۔ مجھے ان سے بات کرتے ہوئے کچھ گھبراہٹ بھی ہوئی، لیکن چند منٹوں کے بعد عبدالغنی خاں صاحب کے چہرے پہ رونق پیدا ہوئی تو انہوں نے پوری قرارداد پاکستان کا واقعہ بیان کر دیا جو کہ یوں تھا۔

فرخ بیٹا میاں صاحب سے میں نے وعدہ تو کر لیا، لیکن گھر آ کر میں نے سب گھر والوں سے کہا کہ اللہ کے حضور میں دعا مانگیں کہ اتنا بڑا مشن جس کی مخالفت کانگرس اور مسلمان دشمن عناصر کر رہے ہیں کامیاب ہو جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ

Marfat.com

سیکڑوں کی تعداد میں سپیکر اور بیڑیوں کا انتظام اتنا جلدی کرنا بہت مشکل کام تھا۔ اسی دن میں نے اپنے بڑے بیٹے رحمٰن کو دہلی روانہ کر دیا۔ جو کہ اگلے دن شام کو وہاں سے مختلف دوکانوں سے سامان خرید کر اگلے روز شام کو یعنی تقریباً چھتیس (36) گھنٹوں میں واپس آ گیا۔

جس وقت قناتیں لگ رہی تھیں تو عبدالغنی خاں صاحب فرماتے ہیں انہیں ہندوؤں کے ساتھ کام کرنے کا کافی تجربہ تھا اور وہ ہندوؤں کی کمینی ذہنیت سے اچھی طرح واقف تھے۔ اس لیے انہوں نے میاں صاحب سے ورکر مانگے مع تلواروں اور کلہاڑیوں اور دیگر اسلحہ کے۔ جس کا بہت جلد ہی انتظام ہو گیا۔ بجلی کے Connection کا انتظام دو بجلی گھروں سے کیا گیا تا کہ ایک متبادل موجود رہے۔ لاہور کے تمام بجلی کے مستریوں کو اکٹھا کر لیا گیا۔ اور ہر ایک کو مختلف کاموں پہ لگا دیا گیا۔ ان کے بیان کے مطابق بجلی کے دو Connection کرنے کے بعد بیڑیاں اس لیے کہ اگر بجلی کو بجلی گھروں سے اڑا دیا جائے یا کاٹ دیا جائے۔ تو اس صورت میں کسی طرف سے بجلی میسر نہیں ہو گی، لہٰذا یہ بیٹریاں اکٹھی کر لی گئیں۔ تمام مستریوں کو ایسی صورتحال سے نمٹنے کا طریقہ کار سمجھا دیا گیا تھا۔ نوں گز کی قبر کے پاس ایک Sub Station پہ ایک مسلمان Line Superintendent تھا۔ اس کی اور Sub Station کی حفاظت کے لیے تیس 30 اسلحہ سے لیس مجاہدین کی ڈیوٹی لگا دی گئی۔ دوسری بڈھے دریا کی طرف سے آتی تھی۔ اس پہ بھی پہرے لگا دیئے گئے۔ بجلی کی تاروں کی حفاظت کے لیے ہر دو اطراف پہ سینکڑوں مجاہدین لگا دیئے گئے۔ ان کے دو بیٹے تمام حساس جگہوں کو چیک کرنے کے لیے

موٹر سائیکل پہ سوار ہو کر ڈیوٹی دیتے رہے۔

Delegates ورکرز، اور مسلم سٹوڈنٹ فیڈیشن کے سینکڑوں Students ان کے کھانوں کا انتظام اس سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے میاں صاحب کو ہمت عطا فرمائی، جو یہ سارا کام اتنی کامیابی سے ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ان پہ اپنی رحمت فرمائے۔

عبدالغنی خاں صاحب اور میرے ننہیال کا تعارف۔

عبدالغنی خان رحمٰن اور عطاالرحمٰن

عبدلغنی خان صاحب کے بھتیجے عطااللہ خان صاحب مرحوم تھے۔ عطااللہ خان صاحب کی شادی شیخ سلطان بخش کوتوال کی دوہتی امت الرشید سے بٹالہ میں ہوئی۔ یہ دو بہنیں تھیں امت الرشید اور امت الحبیب، امت الحبیب میری والدہ تھیں امت الرشید کے بڑے لڑکے افتخار خان مرحوم تھے۔ افتخار خاں صاحب مرحوم کی شادی افت بی بی دختر عبدالغنی خاں سے ہوئی افتخار صاحب کے تین بیٹے فاروق، عاصم اور عامر یہ تینوں بیٹے اچھے خاصے پڑھے لکھے ہیں اور اپنے کاروباروں میں مصروف ہیں، عبدالغنی خاں صاحب کے دو بیٹے بہت مشہور بڑے بیٹے رحمٰن صاحب کی دو شادیاں ہوئیں، لیکن کوئی اولاد نہ ہوئی۔ عطاء الرحمٰن صاحب کے دو بیٹے طارق رحمٰن اور طاہر رحمٰن ہیں جو Emco Tiles کے علاوہ بہت سے دوسرے کاروبار بھی کرتے ہیں۔ عطاء الرحمٰن خاں مرحوم کی شادی میرے عزیزوں حاجی ملک عبداللہ

Marfat.com

آف امرتسر کی بیٹی آپی اختر مرحومہ سے ہوئی تھی۔ یہ دونوں فوت ہو چکے ہیں۔آپی انور زوجہ ملک محمد مقصود باحیات ہیں ان کے بچے ان کی بہت خدمت کرتے ہیں۔

امت الحبیب (جو میری والدہ محترمہ تھیں) کی شادی امرتسر میں میرے والد ڈاکٹر ملک محمد حسین مرحوم سے ہوئی تھی۔میری ایک بہن مسرت کی شادی ریاست بہاول پور میں ہوئی تھی جو کہ فوت ہو چکی ہے۔ان کی دو بیٹیاں ہیں۔میری دوسری بہن کی شادی پرفیسر ڈاکٹر محمد اقبال سے لاہور میں ہوئی میری اس بہن کا نام بشریٰ ہے۔یہ پاکستان کی پہلی گریجوئٹ خاتون Beutation ہے۔اس نے اپنا تین سال کا کورس جرمنی سے پاس کیا تھا۔ان کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔عطاء اللہ خاں صاحب کے ہاں پانچ بیٹے پیدا ہوئے ان میں سے چار فوت ہو چکے ہیں ارشاد خاں اللہ کے فصل وکرم سے حیات ہیں۔افتخار خاں صاحب مرحوم کی وفات کے بعد میں نے ارشاد خاں صاحب سے درخواست کی (کہ وہ مجھ سے عمر میں کافی چھوٹے تو ہیں لیکن ملنے ملانے،خوشی اور غمی میں ہر جگہ موجود ہوتے ہیں) کہ میری بڑی خواہش ہے اور ان کا حق بھی ہے کہ وہ Head of the Family بنیں۔انہوں نے شرماتے ہوئے قبول کرلیا اور خاندان کے سب لوگوں نے تائید کر دی۔ارشاد صاحب پورے خاندان کا سال میں ایک دفعہ کھانا کرتے ہیں اور ایک دفعہ بزرگوں کے ایصال ثواب کے لیے قرآن حکیم پڑھواتے ہیں۔اس کے ساتھ بھی کھانا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو کسی کا محتاج نہ کرے۔

Marfat.com

امرتسر

اے مسلمانان امرتسر
خدا کی تم پہ رحمت ہو
تم ہی دو گے ایک دن
وطن کو پیغام آزادی

(مولانا ظفر علی خاں مرحوم)

امرتسر کے بارے میں کافی قصے کہانیاں مشہور ہیں۔ سکھوں کی تاریخ کے مطابق اس کی بنیاد تقریباً چار سو (400) سال پہلے رکھی گئی تھی۔ یہ شہر واہگہ باڈر سے انتیس (29) کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ سکھوں کی تاریخ کے مطابق سولہویں صدی میں مغل بادشاہ اکبر نے گورو رام داس کو اپنے دربار میں بلایا تھا، گوروام داس کے ساتھ کافی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ بادشاہ یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ یہ لوگ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے مذہبی خیالات کیا ہیں۔ گورو رام داس نے شہنشاہ اکبر کو بتایا کہ اس کے دادا بادشاہ بابر سے حاجی بابا گورونانک کی تفصیلی ملاقات ہوئی تھی، جس سے کہ بابر بہت خوش ہوا۔ اور یہ سمجھتے ہوئے کہ بابا حاجی گورونانک کے خیالات سوفی صد اسلامی ہیں۔ بابر اتنا متاثر ہوا تھا کہ بابر نے بابا گورونانک کو کہا کہ وہ بادشاہ کے حق میں خدا سے دعا کریں۔

یہ بات بالکل درست ہے کہ جس جگہ آج تالاب واقعہ ہے وہاں پہ ایک چشمہ ہوتا تھا جہاں سے پانی نکل کر بارش کے پانی کے ساتھ مل کر ایک بہت بڑا تالاب

Marfat.com

بن گیا تھا۔ کافی عرصہ پہلے ایک سکھ انجینئر نے اس پانی کے نکاس کا شہر سے باہر تک زیرزمین

بندوبست کر دیا تھا۔ جبکہ نہر سے پانی لے کر اس تالاب میں ڈال دیا گیا۔

اس تالاب کا پانی جب کچھ عرصہ کے بعد گندہ ہو جاتا ہے تو اس کو تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ سکھوں کے عقیدے کے مطابق جو شخص اس میں ایک دفعہ نہا لیتا ہے، اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ لکھتے ہوئے میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے کہ میرے جتنے بھی امرتسر کے گناہ تھے وہ وہیں پہ رہ گئے۔ کیونکہ جب دربار صاحب کا پانی تبدیل ہوتا تھا تو میں بھی پانی کے نیچے لوہے کی سنگلوں کو پکڑ کر نہاتا تھا۔

اگر کوئی شخص دربار صاحب کے اس آب حیات کے تالاب میں نہالے تو اپنے گناہ معاف کروانے کے بعد پاک پتن کے بہشتی دروازے سے گزر جائے تو وہ کہاں پہنچے گا۔ میرے ایمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو گناہ معاف کرتی ہے یا بلا حساب ہی معاف کر دیتی ہے لیکن یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پہ موقوف ہے۔

گورو رام داس نے بادشاہ اکبر کو بتلایا کہ وہ صرف ایک خدا کو مانتے ہیں کسی بت کی پوجا نہیں کرتے اور گورو رام داس نے گورو گرنتھ کے مختلف اشلوک پڑھے، اور یہ بھی بتلایا کہ یہ حضرت بابا فریدؒ، بھگت کبیر اور گورو نانک کے اشلوک ہیں۔ شہنشاہ اکبر نے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے، ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لیے امرتسر کا علاقہ تحفے میں دے دیا تاکہ وہ وہاں اپنی عبادت گاہ بنائیں

Marfat.com

اور سکون اور امن سے اپنی عبادت کر سکیں۔

امبر سر

امبر سر امرتسر کا بگڑا ہوا نام نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہاں پر کاروباری حلقہ صبح کے وقت اپنی دوکانیں کھولنے سے پہلے امبر جو کہ ایک خوش بو ہے اور اگربتی کی ایک قسم ہے، لیکن یہ سگار کی طرح سیاہ رنگ کی ہوتی ہے اس کی دھونی دیتے تھے۔ سارے شہر کے لوگ اس کو جلایا کرتے تھے۔ تقریباً سارا شہر اس کی خوش بو سے بھر جاتا تھا۔ اس لیے امرتسر کو خوش بو کا شہر یعنی امبر سر کہا جاتا ہے۔ ہندوؤں کے بیان کے مطابق یہ وہی جگہ ہے جہاں پہ کہ رام، لہو (Lou) اور کشا (Kusha) کے درمیان لڑائی ہوئی تھی، جس میں کہ رام کی ساری فوج قتل ہو گئی تھی۔ اس پر آسمان سے ایک جگ پانی کا اترا جس کا کہ قطرہ قطرہ تمام لاشوں پہ گرا جس سے وہ تمام کے تمام زندہ ہو گئے۔ بقایا پانی ایک جگہ پہ پھینک دیا گیا، جس سے ایک تالاب بن گیا اور وہ تالاب زندگی عطا کرنے والے پانی کا تھا۔ یہ کہانی میرے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ رامائین ایک افسانہ ہے جسے ایک شودر، جس کا نام بالمیک تھا نے دریا کے کنارے بیٹھ کر لکھا تھا۔ یہ افسانہ رام، سیتا، لکشمن، ہنومان، راون وغیرہ کے تقریباً پندرہ سو سال کے بعد گھڑا گیا۔ ایودھیا کی مسجد کے جھگڑے پہ یہ معاملہ ہائی کورٹ کو بتلایا گیا۔ لیکن اس وقت اسے Publicity ملی اس معاملے کا تعلق چند ایک ہندو سکالرز کے ساتھ تھا، میڈیا

Marfat.com

،کورٹ اور ججوں نے اس کو ختم کر دیا اور منظر عام پر نہیں آنے دیا۔اس لیے امرتسر کا یہ واقعہ جو کہ رامائین سے لیا گیا تھا قابل قبول نہیں ہے۔

بدھ مت کی کتابوں میں امرتسر کا ذکر بڑے اچھے الفاظ میں آیا ہے۔اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جب مہا تا بدھ اس جگہ سے گزرے، انھوں نے ایک تالاب دیکھا جسکے نیچے ایک چشمہ تھا۔وہیں بیٹھ کر انہوں نے خدا کی عبادت کی مہا تا بدھ نے وہاں پر فرمایا کہ یہ جگہ بھکشوؤں (بدھ مت کے فقیر) کے لیے نروانا کی بہت اعلیٰ جگہ ہے۔ مزید فرمایا کہ میں نے دوسری جتنی جگہیں بھی دیکھی ہیں ان سب میں یہ جگہ سب سے اچھی ہے۔جب تک بدھوں کا عروج رہا، یہ جگہ یعنی امرتسر کافی مشہور رہی اور بھکشو یہاں پر عبادت کے لیے اکثر اوقات آتے رہتے تھے۔بدھ مت کے زوال پہ بھکشو تمام شہروں کو چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے گئے جہاں پہ وہ سکون سے عبادت کر سکیں لہٰذا تمام ہندو شہروں کے بدھ مت کے تمام مقامات بے آباد ہو گئے۔

مہا تا بدھ رام کے زمانے سے بہت پہلے ہوئے ہیں۔لہو کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کشن جی کا بیٹا تھا۔اور اس نے لاہور کو آباد کیا تھا۔جس سے کہ لاہور کا نام نکلا ہے۔

سکھوں کی تاریخ پنجاب میں لکھا گئی ہے کہ بدھ مت کے ختم ہونے کے بعد اور بھکشوؤں کے چلے جانے کے بعد امرتسر ایک چھوٹی سی جگہ رہ گئی۔ جہاں پہ کہ مشہور گاؤں میں سلطان ونڈ، بھگتاں والا اور گوالی گاؤں تھے۔گوالی گاؤں بعد میں گوالی دروازہ بن گیا۔

ککے زئیوں کی تاریخ جو کہ میں نے بڑی محنت سے ترتیب دی ہے کی رو سے

Marfat.com

یہ ثابت ہوتا ہے کہ گوالی علاقہ میں ککے زئیوں کے مویشی چرایا کرتے تھے۔ میرے والد کے نانا کا نام ملک ماہی تھا، ان کا اور ان کے بزرگوں کا بھی یہی کاروبار تھا، اور بیشتر ککے زئی کاشتکاری اور جانوروں کی افزائش کا کاروبار کرتے تھے۔

سکھوں کا یہ کہنا کہ امرتسر کو گورو رام داس نے مغلوں سے زمین ملنے کے بعد آباد کیا غلط ہے، گوالی گاؤں میں ککے زئیوں کے ساتھ بہت سے گھرانے آرائیوں کے بھی آباد تھے۔ جو کہ پھلوں اور سبزیوں کی پیداوار اور ان کی فروخت کا کام کرتے تھے۔ ان کے ان خیالات کو نہ ماننے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ:

دربار صاحب کے تقریباً آدھا کلومیٹر کے فاصلہ پر پاکستان بننے سے پہلے ایک محلّہ آباد تھا۔ جسے کہ محلّہ ککے زئیاں کہتے تھے (دربار صاحب سے آدھا کلومیٹر اردگرد ککے زئیوں کے اور بھی محلے تھے گویا کہ سکھ اور ککے زئی مل کر دربار صاحب کی حفاظت کرتے تھے)۔ اور یہ کٹڑہ بگھیاں کے نام سے مشہور تھا۔ بگھیاں کا مطلب ٹھیٹھ پنجابی میں سفید رنگ ہوتا ہے۔ اس محلے کا وجود بے حد پرانا ہے۔ کیونکہ اس میں کچھ مکانات نانک شاہی اینٹوں کے بنے ہوئے ہیں۔ گو کہ ان اینٹوں کو نانک شاہی اینٹیں کہتے ہیں لیکن ان کا تعلق گورونانک سے پہلے کا ہے۔ ایسی پکی اینٹوں کا استعمال لاہور کے اندرون شہر میں کافی جگہ ہوا ہے۔ ان مکانوں کے علاوہ وہاں پہ کچھ مکانات ایسے تھے جن کی تعمیر مٹی اور چونے سے ہوئی تھی اور یہ سارے گھر ایک منزلہ تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اینٹوں کے رواج سے بہت قبل بنائے گئے تھے۔

سکھوں کی تاریخ میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ایک دفعہ بابا گورونانک اس تالاب کے پاس سے گزرے وہاں پہ ان کی ملاقات ایک نو (9) سالہ بچے سے ہوئی

Marfat.com

جس کا نام بابا بورا تھا (اس بچے کی ذات رندھاوا تھی) جس وقت بابا گورونانک کی ملاقات بابا بورا سے ہوئی اس وقت وہ اپنے مویشیوں کو چرا رہا تھا۔ اس ملاقات سے بورے میں عقل اور علم کی روشنی نمودار ہوئی۔ اس کے بعد بورے سے گورونانک کی تفصیلی گفتگو ہوئی۔ باباجی نے فرمایا کہ آج سے تم بورا نہیں بلکہ بدھا ہو۔ بدھا پنجابی کا ایک بہت پرانا لفظ ہے جو کہ سنسکرت میں **Adopt** ہوا ہے۔ بدھا اسے کہتے ہیں جو آدمی عقلمند ہو۔

جب دربار صاحب **1601**ء میں مکمل ہوگیا۔ تو بابا بدھا کو **1604**ء میں پہلا گرنتھی مقرر کیا گیا (گرنتھی اس شخص کو بولتے ہیں جو گرنتھ کا پاٹ کرے یعنی پڑھ کر لوگوں کو سنائے اور بتلائے)

یہاں پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ دربار صاحب کی بنیاد دو یا تین مرتبہ رکھی گئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب بھی دربار صاحب کو بنایا جاتا وہ ہمیشہ گر جاتا۔ اس پر دربار صاحب جب بناتے بناتے گر جاتا تھا تو میاں میر صاحب جو کہ گوروارجن دیو کے دوست تھے اور لاہور میں مقیم تھے، سے گورو جی نے درخواست کی کہ وہ دربار صاحب کا سنگِ بنیاد رکھیں۔ اب یہاں پہ دو روایات ہیں ایک کے مطابق میاں میر صاحب خود امرتسر تشریف لے گئے، اور وہاں اپنے ہاتھوں سے بنیاد رکھی۔ دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ میاں صاحبؒ نے چند ایک اینٹیں دم کر کے دیں۔ ان اینٹوں کو لے کر کچھ مسلمان اور سکھ لاہور سے امرتسر گئے، اور وہاں بنیاد میں یہ اینٹیں لگادی گئیں۔

نوٹ:۔ اگر دربار صاحب ایک مندر ہوتا جہاں پہ کہ بتوں کی پوجا ہونی

Marfat.com

ہوتی، تو میاں صاحب جیسے باشریعت مسلمان اس کا سنگ بنیاد کبھی نہ رکھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ سکھ مسلمانوں کی ایک شاخ (Offshoot) ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا سنگ بنیاد جناب میاں میر صاحبؒ نے رکھا۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ سنگ بنیاد کسی ایسے بزرگ سے رکھوایا جاتا ہے جو کہ عمر، انسانیت، علم اور ہر لحاظ سے بہتر ہو، تاکہ بننے والی عمارت پہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ اس کے بعد ایک زمانہ آیا جب کہ سکھوں کی باگ دوڑ براہمنوں کے ہاتھ میں چلی گئی تھی اور وہ ان کو حیلے بہانوں سے مسلمانوں کے ساتھ لڑاتے رہتے تھے۔

ایک طرف تو یہ بات مصدق ہے کہ اورنگزیب دس سے گیارہ سال تک گول کنڈہ میں لڑائی لڑتا رہا، اور دہلی کی حکومت براہمنوں کے ہاتھ میں رہی۔ میں اس سے قبل بھی لکھ چکا ہوں کہ سکندر اعظم کے زمانے سے براہمن نے ہمیشہ باہر کے حملہ آوروں کو اس وقت ہندوستان بلایا جب راجوں مہاراجوں نے کسی قسم کی چوں چراں شروع کر دی ہو۔ یہ ایک ہزاروں سال پرانا اصول ہے کہ جب تک براہمن راجہ کی تاج پوشی نہ کرے وہ اپنے سر پر تاج رکھنے کا مجاز نہیں ہوتا۔ جس وقت براہمن تاج پوشی کرواتا ہے، تو اس کو یہ کہا جاتا ہے کہ میں یہ اپنا تاج تمہارے سر پر رکھ رہا ہوں، لہٰذا تم اس کی حفاظت کرو اور جو کام کرنے ہیں وہ بھی کرو، لیکن براہمن سے مشورہ ضرور کرو۔

جس وقت راجاؤں اور برہمنوں میں کبھی لین دین میں یا کوئی اور جھگڑا ہو جاتا تھا تو براہمن باہر سے فوج بلوا لیتے تھے اور ان کے ساتھ مل کر مہاراجوں کا تختہ الٹ دیتے تھے۔ یہ بات مصدق ہے کہ سکندر اعظم کا بھی براہمنوں کے ساتھ الحاق ہوا

Marfat.com

تھا جس کی وجہ سے سکندر اعظم نے ملتان پہ حملہ کیا اٹھارہ (18) ہزار انسان ایک دن میں قتل کر دیئے گئے۔ اس کے باوجود بھی براہمنوں کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔

جب براہمنوں کی مغلوں کے ساتھ دوستی بڑھی تو مغلوں نے بھی براہمنوں کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا تھا جس کی رو سے:

1. مغل بادشاہ کا رشتہ براہمن کروائے گا۔
2. بادشاہ اور ملکہ کے منڈپ میں آگ (اگنی ماتا) کے گرد پھیرے ہونگے، اور منتر براہمن پڑھے گا۔

یہ وہی آگ ہے جس کی پوجا نمرود نے شروع کروائی تھی۔ عراق کے شاہی خاندان کا بانی اول ''ارنمو'' اسی خاندان کا بادشاہ تھا۔ اس نام سے پشتو کا لفظ ''نمر'' یعنی سورج نکلتا ہے۔ جس کا مطلب سورج کی پوجا کرنے والا ہے۔ لفظ ''اُر'' ابھی تک پشتو زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ جس کا مطلب آگ ہے۔ ''اُر'' (آگ) وہی آگ ہے جس میں حضرت ابراہیمؑ کو ڈالا گیا تھا۔ ہندو مذہب میں بھی نہ صرف اس کی پوجا کروائی جاتی ہے، بلکہ آگ کے بغیر میاں بیوی کا ناتا نہیں ہوسکتا۔

3. کمانڈر ان چیف ہندو راجپوت ہوگا۔ (پہلے کمانڈر انچیف کا نام مان سنگھ تھا جو کہ اکبر کا سالا تھا)
4. تمام مغل شہزادوں کی بیویاں براہمن کی منظوری کے ساتھ ہندو لڑکیاں ہونگی۔
5. ہر ولی عہد کے دو نام ہونگے، جیسا کہ جہانگیر کا دوسرا نام شاید شیخو تھا۔

(آخر میں) مغلوں کے تمام دور میں ہر بادشاہت میں اسی معاہدے کا

Marfat.com

اطلاق کیا گیا، چنانچہ ہر مغل شہزادے کی ماں ہندو ہوتی تھی۔

6. ہر حکومت کا Finance Minister ہندو ہوتا تھا۔

7. مسلمانوں کو اونچی ذاتوں کے ہندوؤں کو Convert کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ مسلمان صرف شودروں وغیرہ کو مسلمان بنا سکتے تھے۔

نوٹ:۔ پوری دنیا جانتی ہے کہ اس دنیا میں دو قومیں ایسی ہیں جنہوں نے کبھی اپنے دشمن کو معاف نہیں کیا۔ جن میں سے ایک براہمن ہے دوسرا انگریز۔

جس وقت ہندوؤں نے یہ دیکھا کہ بہت سے ہندو لوگ حاجی گورو نانک اور چند ایک دوسرے گوروؤں کے پرچار کے بعد بہت بڑی تعداد میں سکھ بن کر ایک خدا کی پوجا کرنے لگے ہیں تو براہمن اس فرقے کا جانی دشمن بن گیا۔ ایک براہمن کی نوجوان لڑکی پہ ایک گورو جی کا دل آ گیا تو اس نے ان گورو جی کو اتنا بلیک میل کیا کہ ان سے لکھوالیا کہ بیٹی تو میں دونگا، لیکن اگلا گورو میری بیٹی میں سے ہوگا۔ اورنگزیب کے ایک براہمن وزیر نے گورو گوبند سنگھ کے دو بیٹے دیوار میں زندہ چنوا دیئے۔ اس وقت اورنگ زیب گول کنڈہ (South India) میں لڑائی لڑ رہا تھا۔ جب اورنگ زیب کو اس بات کا پتا چلا تو اس نے ہندو وزیر سے اس معاملے کی جواب طلبی کی کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ اس پہ اس وزیر نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت سانپ کے بچے سنپولیئے ہوتے ہیں اس لیے ان کو مار دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔

اپنی پرانی دشمنی اور نفرت کی وجہ سے یہ درندوں والا کام براہمن نے کیا اور نام اورنگ زیب کا بدنام کر دیا۔ اورنگزیب نے بحثیت بادشاہ کے ظلم کیئے ہونگے لیکن ظلم ظلم میں بھی فرق ہوتا ہے۔ چھوٹے بچوں کو دیوار میں زندہ چنوا دینے کی خباثت اور

Marfat.com

حرام زدگی اورنگزیب نہیں کرسکتا تھا، بلکہ یہ ایک براہمن کا کام تھا۔

یہی نہیں بلکہ گوروں کے دور میں بھی براہمن ظلم کرتا رہا۔ تاریخ ہندو لکھتا تھا، جس میں کہ وہ کسی ایرے غیرے کو مسلمان کا نام لکھ دیتا تھا۔

سکھوں کی تاریخ میں ایک مشہور واقعہ ہے کہ لاہور کے مغل گورنر جس کا Advisor ایک براہمن تھا۔ نے 1740ء میں ایک ہندو شودر ماسا رانگڑ کو کمانڈر بنایا اور اس کا دفتر دربار صاحب میں بنوادیا جو دربار صاحب کی بے حرمتی کرتا رہا جس کو کہ بعد میں مسلمانوں اور سکھوں نے جہنم رسید کر دیا۔

کاروباری ہندو اپنے ایک بیٹے کو سکھ بنا کر سکھوں کے علاقے میں دکان کروا دیتے ہیں اور وہ سکھوں کو خوب لوٹتا ہے۔ جسے عام اصطلاح میں پاپا سنگھ کہتے ہیں۔

اسی طریقے سے ہندو کھالوں اور روڈوں (انتڑیو) کا کاروبار نہیں کرتے تھے، وہ اپنے ایک بیٹے کو مسلمان بنا کر مسلمانوں کا مال لوٹتے ہیں۔ ہندو اپنی لڑکیوں کی شادی سکھوں سے کراتے ہیں، لیکن سکھ ہندو کو بیٹی نہیں دیتا۔ اس کی وجہ عیاں ہے کہ ایسے رشتے رب کو منظور نہیں ہوتے۔ ایک سچے رب کو ماننے والا ایک بت پرست کو اپنی بیٹی کیسے دے سکتا ہے؟ یہودی، عیسائی، مسلمان اور سکھوں کا ایک رب ہے۔

امرتسر میں ایک ماسٹر تارا چند ہوتا تھا۔ وہ امرتسر ہندو سکول میں چھوٹی جماعتوں کا استاد تھا۔ اس نے سکھ دھرم اختیار کر لیا۔ سکھ بننے کے بعد اس نے براہمنوں کا کام کیا۔

1947 میں قائداعظم نے سکھوں کو پھولکیاں سٹیٹ (جو کہ مشرقی پنجاب اور ہریانہ پر مشتمل ہوتا) کی آفر کی تھی۔ یہ تقریباً ایک آزاد ملک ہوتا، لیکن ماسٹر تارا چند

Marfat.com

جیسے لیڈروں نے نہ صرف اس کی مخالفت کی بلکہ سارے پنجاب کو دوزخ میں جھونک دیا۔ اِدھر اُدھر لاکھوں انسان قتل کردیئے گئے۔ جس کا آج سب لوگوں کو احساس ہو رہا ہے۔ یہ براہمن آج بھی ہندوستان کی سیاست پہ چھایا ہوا ہے۔ اور نچلی ذات کے ہندوؤں اور مسلمانوں کا قتل عام کروا رہا ہے۔

اندرا گاندھی کی موت پہ ہندوؤں نے دہلی اور یوپی میں جس طریقے سے سکھوں کو مارا، سکھ قوم کو پتا چل گیا کہ یہ مارنے والا دشمن کون ہے؟

مسلمان یا کہ براہمن؟

سکھوں کے مقدس مقام دربار صاحب پہ کس نے گولے برسائے؟

کس نے اس مقدس مقام کی بےعزتی کی، بےحرمتی کی؟

ایک جمہوریت کے ذریعہ طاقت پہ آنے والی پنڈتانی نے کی؟

یا افغانستان یا **Central Asia** سے چوروں ڈاکوں کو بلوا کر برہمنوں نے کروائی؟

اس دفعہ پنڈتانی کو ڈاکو نہیں ملے تو پنڈت خود ہی پڑ گئے؟

ایودھیا میں مسلمانوں کی مسجد کا کیا حشر کیا؟

کیا ان پنڈتوں اور سادھوؤں نے مدراس میں ہزاروں لوگوں کا قتل نہیں کیا؟

1762 میں احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پہ حملہ کیا۔ ہندو مؤرخین جو سکھوں کی پگڑیاں پہنے ہوئے تھے اور سکھوں جیسی داڑھیاں رکھی ہوئی تھیں۔ لیکن اندرونی طور پر پکے براہمن تھے۔ انہوں نے اس جھگڑے کا آغاز کروایا۔ احمد شاہ

Marfat.com

ابدالی کو بلوایا، جس نے کہ سکھوں کو لودھیانہ وغیرہ میں شکست دی۔ یہی مورخین لکھتے ہیں کہ ابدالی کی فوج نے دربار صاحب کو بارود سے اڑا دیا۔ اور امرت کے تالاب میں لاشیں پھینک دی گئیں۔ یا تو وہ ابدالی نہ تھا یا پھر یہ سب من گھڑت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ احمد شاہ ابدالی کے ساتھ بہت بڑی تعداد ککے زئیوں کی بھی آئی تھی۔ جن میں جرنیل بھی شامل تھے جب وہ واپس جا رہا تھا تو اس کی توپیں دریا میں پھنس گئیں۔ اس کام کے لیے رنجیت سنگھ اور اس کے سپاہیوں نے خدمت انجام دی کہ توپیں نکال دیں۔ جس سے کہ احمد شاہ ابدالی بہت خوش ہوا اور اس نے رکن لدین خاں جو کہ ابدالی کا چیف گنر تھا کے ساتھ ایک اینفنٹری کا جرنیل تھا جس کا نام نواز خاں تھا۔ جتنی فوج تھی ان دونوں اشخاص کے سپرد کر دی۔ دو مسلمان اور ایک سکھ، ان تینوں کو ماجھے کا علاقہ بھی بحثیت جاگیر کے دیا گیا، لہٰذا یہ تینوں کافی عرصہ تک حکومت کرتے رہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جتنی بھی لڑائیاں لڑیں ان میں ککے زئی (جن کو اس زمانے میں افغان بولتے تھے) اور دوسرے مسلمان اس کے ساتھ ہوتے تھے۔ اگر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مسلمانوں پر ظلم کیے ہوتے تو یہ مسلمان فوجی کبھی بھی اس کا ساتھ نہ دیتے۔ یہ افغان بڑی تعداد میں قصور میں مقام پذیر ہو گئے۔ احمد شاہ ابدالی نے یہ توپیں مہاراجہ رنجیت سنگھ کو اس لیے دی تھیں کہ وہ سمجھتا تھا کہ مہاراجہ اس کی طرح ایک ہی رب کی پوجا کرتا ہے۔

ملک نظام دین جو کہ میرے پردادا تھے وہ جنرل رکن الدین کے داماد تھے۔ اور انفینٹری کے جرنیل کے بیٹے تھے۔ جس وقت انہوں نے قصور سے ہجرت کی تو بازار مائی سیواں میں آ کر اپنا کاروبار کھولا اور یہاں پر ہی قیام کیا۔ اگر سکھوں اور

Marfat.com

مسلمانوں کے تعلقات اتنے ہی خراب ہوتے، وہ کسی اور جگہ رہتے نہ کہ بازار مائی سیواں دربار صاحب کے پاس اپنا کاروبار شروع کرتے۔اس میں ایک بات جوقابل ذکر ہے کہ میرے داداجی بہت پرانی کتابوں کی **Restoration** کے کام کے ماہر تھے۔ان کے ساتھ ان کے بیوی بچوں کے علاوہ ان کے کچھ شاگرد بھی یہاں آئے۔اس وقت کے گوروسے پر داداجی کے بہت اچھے مراسم ہو گئے تھے۔انہوں نے ملک نظام دین صاحب سے کہا کہ چونکہ گوروگرنتھ کے اوراق کافی پرانے ہو چکے ہیں ایک تو ان کی **Repairing** کرنی ہے اور دوسرا ان کے اشلوکوں پہ **Inlay** کا کام کرنا ہے۔لیکن انہوں نے اپنی ایک خواہش بتلائی کہ ملک صاحب جب تک آپ یہ کام کریں گے اپنے ملازموں کو تمباکو کے استعمال سے باز رکھیں گے۔

Restoration کا کام اس لیے بہت مشکل ہوتا ہے کہ پہلے آپ کو اس کتاب جس کو کہ **Restore** کرنا ہوتا ہے۔اس کے کاغذات کی کوالٹی کے مطابق کاغذ تیار کرنا پڑتا ہے جس کا رنگ بھی وہی ہو۔اسی قسم کی سیاہی سے لکھنا پڑتا ہے جس سے کہ دیکھنے والے کو تنافر محسوس نہ ہو۔اس کے بعد پھر **Inlay** کا کام شروع ہوتا ہے۔یہ اٹھارہ قیراط کے سونے کے پترے ہوتے ہیں۔یہ فرانس سے ایمپورٹ کیے گئے۔ان پتروں کو اس طریقے سے کاٹا گیا کہ جس لفظ پر لگنے تھے اس پہ پورے فٹ آجائیں۔اس کام کے لیے ایک خاص قسم کے پتھر کا بنا ہوا اوزار استعمال ہوتا تھا۔جس کو گرم کر کے ان پتروں جو کہ لفظوں کے سائز میں کاٹ کر لگائے جاتے تھے کے اوپر رکھا جاتا تھا۔گرم ہونے کی وجہ سے یہ وہیں جڑ جاتے تھے۔کئی سال کی محنت کے بعد بھی کام پورا نہ ہوسکا۔یہ گوروگرنتھ دربار صاحب میں موجود ہے۔اگر

Marfat.com

آپ وہاں جائیں اور آپ کو سونے کا کام نظر آئے تو سمجھ لیں کہ وہ کام انہی نیک انسانوں کے ہاتھ کا کیا ہوا ہے۔ ان گورو صاحب نے میرے دادا کو ایک سند دی جس میں لکھا ہوا تھا کہ میرے پردادا نے اور ان کے ملازمین نے ان کا اتنا کام کیا اور اس کی اجرت بھی نہیں لی۔ اس لیے ملک نظام دین اور ان کی آل اولاد جب چاہیں دربار صاحب میں آسکتے ہیں۔ جب چاہیں تالاب میں نہا سکتے ہیں۔ پاکستان بننے تک جب تالاب کا پانی بدلا جاتا تھا تو ہم وہاں نہایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک جھتہ دار نے مجھے کہا اوئے منیا نکل باہر تو ادھر کیا کر رہا ہے۔ میں نے ان سے کہا تم اپنے گیانی صاحب سے پوچھو، پھر بات کرنا۔ پانچ سات منٹ کے بعد گیانی صاحب اس جھتہ دار کے ساتھ تشریف لائے جس پر انہوں نے معافی مانگ لی۔

ڈاکٹر سیف الدین کچلو امرتسر کے بڑے مشہور کانگرسی لیڈر تھے۔ انہوں نے انگلینڈ سے قانون میں ڈاکٹریٹ کیا تھا۔ ہمارے ساتھ والے محلے میں رہتے تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی ذکریا کچلو نہ صرف ابا جی کے کلاس فیلو تھے، بلکہ کرکٹ بھی اکٹھے کھیلا کرتے تھے۔ میرے دادا جان احراری لیڈروں کی کوشش کی وجہ سے مجلس احرار اسلام کے سرگرم کارکن تھے۔ اس لیے ڈاکٹر سیف الدین کچلو سے ان کی نہیں بنتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب جس وقت پنجاب کے MLA ہو گئے تو انہوں نے تمام مسلمان درگاہوں کے چڑھاووں کو یکجاء کر کے ایک فنڈ بنانے کی تجویز دی۔ یہ پورے مسلمانوں کے لیے ایک ایسی سکیم تھی جس میں بچوں کو وظیفے بھوکوں کو روٹی، بیماروں کے علاج، بے روزگاروں کو ملازمت اور غیر تعلیم یافتہ کو تعلیم وغیرہ کے کام شامل تھے۔ اس مسودے کا مقصد یہ تھا کہ تمام درگاہوں کی آمدنی اور درگاہوں کو

Nationalize کر دیا جائے، اور جتنے بھی چڑھاوے آئیں، وہ فنڈ میں جمع ہو جائیں۔ اس پہ تمام پیروں نے اور خانقاہوں کے مجاوروں نے اور وہ لوگ جو چرس پی کر نعرے لگاتے ہیں نے مل کر ایک ایسا طوفان بدتمیزی برپا کیا کہ ڈاکٹر سیف الدین پہ کفر کا فتویٰ لگا دیا گیا۔

دادا جی کی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ سیاسی مخالفت ہونے کے باوجود وہ ان کی اس کاوش کی داد دیتے تھے۔ دادا جی نے چند ایک دوست احباب، جو دربار صاحب کی مینیجنگ کمیٹی کے ممبر تھے، سے ڈاکٹر کچلو کے خیالات کے بارے میں بات کی۔ ان کو ڈاکٹر صاحب کی تجاویز بہت پسند آئیں۔ چنانچہ دادا جی نے ڈاکٹر صاحب کو بلوایا اور ان کے ساتھ دربار صاحب چلے گئے اور سکھوں کو یہ تجاویز دی ان کو ان کی یہ تجاویز بہت پسند آئی۔ چنانچہ گردواروں میں جا کر ہر ایک چیز کو ماپا تولا گیا۔ جب ان کو یہ یقین ہو گیا کہ معاملہ چل سکتا ہے اور اس سے سکھ قوم کا بھلا ہو سکتا ہے تو انہوں نے آمادگی ظاہر کر دی۔ ڈاکٹر صاحب کی قیادت میں پڑھے لکھے سکھوں اور بازار مائی سیواں سے کچھ مسلمانوں نے اس کمیٹی کو ترتیب دینے میں حصہ لیا۔ سکھوں نے اس کمیٹی کو گردوارہ پربندھک کمیٹی کا نام دے کر اس سارے منصوبے کو لانچ کیا۔

انہوں نے اتنی ایمانداری سے کام کیا کہ چند ہی سالوں میں پورے ہندوستان میں کوئی منگتا سکھ نہیں ملتا تھا۔ ہر گردوارے میں دال روٹی کا انتظام ہوتا تھا۔ ہر بھوکا انسان وہاں پہ جا کر کھا سکتا تھا۔ آج یہ کمیٹی ہر اس جگہ موجود ہے جہاں پہ کہ سکھ موجود ہیں یا جہاں پہ سکھوں کا گردوارہ موجود ہے۔ آج سکھ کی پہچان یہ ہے:

Marfat.com

سچا

صاف ستھرا

جھوٹ نہ بولنے والا

ایماندار

دھوکہ نہ دینے والا

اور **Stateforward**

ایک ہی خدا کو ماننے والا

تمام مغل بادشاہوں کی مائیں حتیٰ کہ اورنگزیب کی ماں بھی ہندو عورتیں تھیں اور ہمیشہ ہندو رہیں۔ مغلیہ دور حکومت مسلمانوں کا نہیں تھا، بلکہ براہمنوں اور راجپوتوں کا تھا حرامی مغلوں کا تھا (ہر مغل بادشاہ کے پھیرے ہوئے تھے، لیکن نکاح نہیں ہوا تھا) مسلمان عقیدے کے مطابق ایک تو بتوں کو پوجنے والی عورت سے شادی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ رب کا فیصلہ ہے۔ اگر نکاح نہیں کیا گیا تو اولاد حرامی ہو گی۔ ہر ہندو مہارانی نے (ملکہ نے) اپنے لیے علیحدہ محل میں ایک مندر بنوایا ہوا تھا۔ سب سے پہلے مندر شری متی جودھا بائی نے بنوایا تھا۔ اپنے بیٹے کا رشتہ (پھیرے) ہندوؤں میں کیا اس کے بعد آنے والی ہر شری متی مہارانی نے اسی طریقے سے اپنے بچوں کا ہندو گھرانے میں ماتھا ٹکوایا۔ یہ لوگ کہاں کے مسلمان تھے جن کو آج سکھ بھی محمڈن کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

حقیت یہ ہے کہ پچھلے ہزاروں سالوں میں براہمن نے ہر اس شخص کو جوان کی مورتیوں کی پوجا نہیں کرتا تھا اور براہمنوں کو اپنا آقا نہیں مانتا تھا ایسا شخص کسی بھی

Marfat.com

مذہب سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو، اسکا ایسا حشر کیا کہ اس کی نسل کو ختم کر کے چھوڑا۔

کرشن جی مہاراج ایک ہی خدا کو ماننے والے تھے۔ براہمنوں نے ایک دن ان کے گلے میں رسہ ڈال کر ایک درخت کے ساتھ ان کو پھانسی لگا دی۔ جب وہ لوگوں کو یہ بتانے کے لیے آئے کہ ہم نے کرشن کو پھانسی لگا دیا۔ اسی دوران وہ اس جگہ سے غائب ہو گئے۔ جب براہمن واپس آئے تو ان کی لاش وہاں پہ موجود نہ تھی۔ یعنی انہوں نے اپنی لاش کو غائب کر دیا۔

نوٹ: یہ وہی طاقت ہے کہ جس سے حاجی گورونانک نے اپنی لاش کو غائب کیا تھا۔ کرشن جی مہاراج کے ماننے والوں کو چند سالوں کے براہمنوں نے ایسا ختم کیا کہ ان کو نگل گئے۔ انہوں نے کرشن جی مہاراج کو اوتار بنا لیا اور اپنے بتوں میں شامل کر لیا۔ ان کے ماننے والوں سے واحدنیت کو ختم کر دیا۔ اسی لیے سکھوں کے خلاف تمام مظالم حقیقتاً براہمن کا تعصب تھا۔

بھگت کبیر

ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہونے والا لڑکا رب کی وحدانیت کا قائل ہو گیا۔ اور رب کی حمدیں پڑھتا رہا اور لکھتا رہا۔ یہ براہمنوں کے منہ پہ چپت تھی، لہٰذا انہوں نے اُسے کبھی معاف نہیں کیا۔ ان کی ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے اور آج بھی ہے جیسے پنجابی کا ایک مصرع ہے۔

مائی کو کان مہڑیں اپٹریں دیوے لوکاں

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کام جو انہوں نے خود کیا وہ دوسروں کے سر ڈال دیا تا کہ سکھوں اور مسلمانوں میں نفرت پیدا ہو جائے۔ براہمنوں نے ہندو لڑکی کی شادی سکھ گورو کے ساتھ کروائی، اور یہ معاہدہ کیا کہ اگلا گورو اس ہندو عورت کے پیٹ سے ہوگا۔ ان کا خیال تھا کہ اس طریقے سے مسلمانوں کا فرقہ (جیسے سنی، شعیہ، اہل حدیث، چشتی وغیرہ) جو کہ اپنے آپ کو سکھ مانتے ہیں وہ کافر ہو جائیں گے، لیکن یہ سکھوں کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو سکھ کہتے رہے اور کافر ہونے سے بچ گئے۔ یعنی مکمل طور پر براہمن کی لپیٹ میں نہیں آئے۔

جس وقت بھگت کبیر جو پیدائشی طور پر ایک مسلمان تھے، انہوں نے براہمنوں کے خلاف لکھنا شروع کر دیا تو ان براہمنوں نے پہلے ان کو بھگت کہنا شروع کیا، اور بھگتی تحریک میں زبردستی ان کو شامل کر لیا، لیکن اس ظالم اور ذلیل ترین مخلوق نے جن کے دلوں میں کسی کے لیے بھی رحم نہیں، اور نہ ہی خدا کا خوف ہے۔ اگر ایک منٹ کے لیے مسئلہ اوگان کو درست مان لیا جائے یہ وہ مسئلہ ہے جس کی رو سے بدھ مت والے یہ کہتے ہیں کہ انسان کے مرنے بعد اس کی روح مختلف جانوروں میں یا پھر انسانوں میں آجاتی ہے۔ اگر اس شخص نے اچھے کام کیے ہوں تو وہ انسان کے گھر پیدا ہو جاتا ہے۔ ورنہ کتا، بلا، ریچھ وغیرہ ہو جاتا ہے۔ ہم مسلمان اس پر یقین نہیں رکھتے، لیکن ایک منٹ کے لیے فرض کریں کہ اگر ایسا ہو تو جو بدترین قسم کا انگریز ہے۔ اگر وہ مر جائے تو دوسری زندگی میں وہ کیا بنے گا یارب اس کو کیا بنائے گا۔ کیونکہ اس کو جانور تو بنایا نہیں جا سکتا۔ اس لیے کہ جانور تو اس سے اعلیٰ درجے پر ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں وہ براہمن بنے گا اور جو دنیا کے ذلیل ترین کام ہونگے

اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے گا، اور قتل و غارت گری کرے گا۔

براہمن نے ہمیشہ ہر مذہب کو اپنے آپ میں اس طرح داخل کر لیا کہ دوسرے کی حیثیت ختم ہو جائے۔ انہوں نے نمرود کی آگ کا مذہب اپنے آپ میں شامل کیا۔ نمرود کے شیر کو اپنے خداؤں میں شامل کر لیا۔ ایک شیراں والی ماں بنا دی گائے کو گائے ماتا بنالیا لیکن بیل کو باپ کہتے ہوئے شرم کھا گئے۔

جب کبیر صاحب نے بھگتی تحریک وغیرہ سے لاتعلقی کا اظہار کیا تو براہمنوں نے یہ بات مشہور کر دی کہ کبیر کی والدہ براہمن عورت تھی جو اپنے ناجائز حمل کی وجہ سے گھر سے بھاگ گئی تھی، اور کبیر کے باپ سے شادی کر لی تھی کہنے کا مطلب یہ کہ کبیر ایک حرامی براہمن ہے۔

جب برصغیر میں مسلمانوں کو واپس بھیجنے کے سارے طریقے ختم ہو گئے براہمن بظاہر اب ظلم نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ مسلمانوں کی فوج ہندوستان میں کافی تعداد میں تھی۔ اس کے علاوہ بزگان دین اور اولیاء کرام ہر شہر میں موجود تھے۔ ان کے مرید لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ اس خوف کی وجہ سے انہوں نے ایک نیا طریقہ چلایا پہلے بھگتی تحریک چلائی اور پھر انگریز کے راج میں شدھی تحریک چلائی، لیکن ان کو کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ تقسیم ہند کے بعد انہوں نے لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کو مروا دیا اور مروا رہے ہیں۔

Marfat.com

سکھوں سے ہندوؤں لڑکیوں کی شادیاں

کچھ پہلے بھی بیان کیا جاچکا ہے۔ پہلے تو سکھوں کے گروؤں پر مغلوں کے سائے میں ظلم تشدد کرتے رہے۔اس کے باوجود یہ فرقہ ختم نہ ہوا۔انہوں نے ہندولڑکیوں کی سکھوں سے شادیاں کروانی شروع کر دئیں۔ پھر بھی ان سکھوں کو جورب کا نام پوجتے ہیں ختم نہ کر سکے۔ تقسیم ہند کے بعد جب ہندوستان میں ان کی حکومت قائم ہوگئی۔ ہر سیاسی ہندو اور امیر وزیر نے دوبارہ تلک لگانے شروع کر دیئے۔ وہ یہ تلک براہمنوں سے لگواتے تھے۔اس دوران میں انہوں نے مسلمانوں عیسائیوں اور سکھوں پہ دوبارہ ظلم کرنے شروع کر دیئے۔ مشرقی پنجاب میں سکھوں کی اکثریت تھی ۔ براہمنوں نے اس صوبے کو تقسیم کر دیا اور ایک نیا صوبہ ہریانہ بنایا۔ یوں سکھوں کا چندی گڑھ آدھا ہندوؤں کو دے دیا گیا۔

جس وقت ہندوستان گورنمٹ میں کسی سکھ کو ترقی ملنی ہوتی تھی تو یہ دیکھا جاتا تھا اور آج بھی دیکھا جاتا ہے کہ آیا اس کی ماں یا دادی ہرنام دیوی تھی یا کہ ہرنام کور۔ ہرنام دیوی کی آل اولاد کو ترقیاں دے دی جاتی تھیں، جب کہ کور کے بچوں کے دریاؤں کا پانی بھی کاٹ کر دوسرے صوبوں کو دے دیا گیا۔اور اب بھی دے دیا جاتا ہے۔

مشرقی پنجاب ہندوستان کی اسی (80%) فی صد ضروریات سے زیادہ غلہ پیدا کرتا ہے۔اسی لیے غلے کی قیمتوں میں اضافہ نہیں کیا جاتا کہ کہیں مشرقی پنجاب کے کسانوں کو خوشحالی کی کوئی سانس نہ آجائے۔ اس کے باوجود بھی سکھ جوان دن

رات محنت مزدوری کر کے اپنے گھر والوں کو ساتھ لگا کر اتنی محنت مشقت کرتا ہے۔

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی توڑ مروڑ کیا گیا ہے، کہ 1741 میں جسا سنگھ کلال جو کہ اپنے زمانے کا سکھوں کا بہت بڑا لیڈر تھا۔ اس نے دل خالصہ جو کہ سکھوں کی دولت مشترکہ کی زمین تھی۔انہوں نے اپنے آپ کو زمین کا مالک قرار دے دیا۔کلال لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جسا سنگھ کلال ۔۔ ککے ۔۔ ککے زئی برادری کا جوان تھا۔ان ذاتوں کے تعلقات گورونانک کے زمانے سے گورونانک کے فرقے کے ساتھ چلے آرہے تھے۔ان میں لاہور کے ککے زئی بھی کلال کے نام سے مشہور تھے۔میں نے ککے زئیوں کی ہسٹری میں لکھا ہے کہ بابر کے زمانے میں پہلووال ،قصور ، امرتسر، ایمن آباد ، لاہور ، شاہ دارا، گجرنوالہ اور ٹبہ سیالکوٹ یہ ساری بیلٹ ککے زئیوں کی تھی۔جنہوں نے دو بار بابر کے صوبہ پنجاب کے دستوں کو شکست دی۔مگر تیسری دفعہ دہلی کی فوج نے ان کو شکست دے کر پانچ سال سے اوپر سارے ککے زئیوں (کلال، ککے، ککے سنگھ) کو گرفتار کرلیا۔اور دہلی کی طرف لے گئے۔جس کے بعد پانچ سال سے اوپر جتنے بھی آدمی تھے یعنی Menfolk حاجی گورونانک نے ان کی رہائی کروائی۔انہی میں سے جسا سنگھ کلال بھی پیدا ہوا تھا۔جس کی عادات وہی تھیں جو کہ اس کے آباواجداد کی تھیں جنہوں نے کہ بابر کے زمانے میں بھی مغلوں کے خلاف جنگیں کیں اور ہزاروں کی تعداد میں گرفتار ہوئے۔کئی سالوں تک قید رہے،لیکن اپنی زمینوں کا مالیہ نہیں دیا۔بیرونی حملہ آوروں کے خلاف سکھ اکیلے نہیں تھے ان کے ساتھ ککے کلال اور ککے زئیوں نے بھی ہمیشہ مل کر جنگ کی۔

Marfat.com

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں جب وہ بادشاہ نہیں بنا تھا، دربار صاحب کی مرمت اور تعمیر نو شروع ہو گئی تھی۔ مقدس تالاب کو صاف کیا گیا تھا۔ یہ کہنا، کہ یہ سارا کام صرف سکھوں نے انجام دیا، سراسر غلط ہے۔ امرتسر، قصور اور پہلو وال کے بہت سے ککے زئیوں نے بھی اس نیک کام میں حصہ لیا تھا۔ کیونکہ ابدالی کے واپس جانے کے بعد دو ککے زئی اور رنجیت سنگھ پورے ماجھے کے حکمران ہو گئے۔ رنجیت سنگھ کو مہاراجہ بنوانے میں اس کے ان دو ساتھی ککے زئی جرنیلوں نے بہت کام کیا۔ ان سب کو ملا کر رنجیت سنگھ کی فوج کا ایک ہراول دستہ بنتا تھا۔ یہاں میں ایک بات بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں کچھ سکھ فوجی افسروں نے اس بات پر اعتراض کیا کہ ہمیں تو صبح صبح اٹھ کر ڈرل اور مارچیں کرنی پڑتی ہیں، لیکن یہ افغان صاحب (ککے زئی) سوئے رہتے ہیں۔ رنجیت سنگھ مسکرایا اور کہا کہ ان کو سونے کی تنخواہ ملتی ہے۔ اگر یہ لوگ جاگ گئے تو تمہیں سلا دیں گے۔ یہاں پہ یہ لکھنا بھی ضروری ہو گیا ہے کہ جب ہری سنگھ نلوا نے افغانستان پہ حملہ کیا تو ککے زئی فوج اپنا پرانا حساب چکانے کے لیے اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس کے ساتھ گئی تھی۔ ککے زئیوں کے لیے یہ کوئی نیا کام نہیں تھا۔ چونکہ افغانوں نے کئی بار ان کو دھوکہ دیا تھا۔ پہلی وجہ اشوک اعظم کے زمانے میں ککے زئیوں نے کابل پہ قبضہ کیا۔ اس کے بعد پھر ایک دفعہ اور کیا تیسری دفعہ ہری سنگھ کے ساتھ جا کر افغانوں کو شکست دی اور کابل پہ قبضہ کیا یہ ان کی پرانی دشمنی چلی آ رہی تھی۔ اشوک کو برسر اقتدار لانے والوں میں ککے زئی (ککے کلال) وغیرہ اور ورک جاٹوں نے اہم کردار ادا کیا۔ یہ اشوک اعظم کی ہسٹری میں بھی موجود ہے۔

Marfat.com

ککے زئیوں نے انگریزوں کے خلاف سکھوں کے ساتھ مل کر لڑائیاں بھی کیں اور بعد میں بہت عرصہ تک گوریلا جنگ کرتے رہے اور بغاوتیں کرتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ انگریزوں نے ان کو جرائم پیشہ قوم قرار دیا تھا۔ انگریز کا غصہ اور نفرت یہیں ختم نہیں ہوتی، بلکہ ایک انگریز نے Cast of Punjab (پنجاب کی ذاتیں) کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں ان ذاتوں کا بھی ذکر ہے جو آج کہیں موجود نہیں ہیں، لیکن ککے زئیوں سے نفرت کی وجہ سے ککے زئیوں کا نام پنجاب کی ہسٹری سے ہی غائب کر دیا۔ خُدا کا شکر ہے کہ وہ ککے زئی جو انگریز کے ظلم وتشدد کی وجہ سے اپنے آپ کو شیخ کہلوانا شروع ہو گئے تھے، انہوں نے بھی پاکستان بننے سے ایک سال پہلے اپنے نام کے ساتھ دوبارہ ملک لکھنا شروع کر دیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے امرتسر کو اپنا گرمیوں کا دالخلافہ بنایا۔ رام باغ اس کی نشست کی جگہ تھی۔ اس میں ایک خوبصورت باغ اور محل بنایا گیا تھا۔ یہ وہی رام باغ ہے جس کو انگریز اور براہمنوں نے بعد میں چکلا ہیرامنڈی بنا دیا۔ اس سے ان دونوں کی نفرت عیاں ہیں۔

شہر کے اردگرد بیس سال کی محنت کے بعد ایک نہایت خوبصورت فصیل تعمیر کروائی گئی۔ اس فصیل میں بارہ دروازے اور دوسو چالیس مینار تعمیر کیے گئے تھے۔

Marfat.com

بازار مائی سیواں

ایک بات جس کو دیکھ کر مجھے بڑا افسوس ہوا کہ سکھوں کی ویب سائیٹ جس کا ایڈریس <www.netfirms.com> ہے اس میں انہوں نے کہیں بھی بازار مائی سیواں کا ذکر نہیں کیا، یہ دربار صاحب سے گرو بازار تک جاتا ہے۔ آج بھی یہ بازار مائی سیواں کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کی تاریخ بھی براہمنوں اور انگریزوں نے ختم کروادی۔

دربار صاحب کی تعمیر کے بعد اس کی خوبصورتی کے لیے اس میں ایک بہت بڑا تالاب بنایا گیا اس تالاب کے لیے بہت زیادہ پانی درکار تھا، لہٰذا شہر کے پاس جو نہر تھی وہاں سے ایک Tunnel سرنگ کے ذریعے تالاب میں پانی لایا گیا۔ چونکہ اس نہر کے پانی میں کبھی کبھار مٹی بھی آجاتی تھی دوسرا یہ کہ سینکڑوں لوگ یہاں روزانہ نہاتے تھے جس وجہ سے تالاب میں بہت سا Silt (گارا) پیدا ہو جاتا تھا۔ اور سال میں ایک دو دفعہ اس کی صفائی کروانا ضروری ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دربار صاحب کے تالاب سے Silt نکالنے کا کام جاری تھا اور ایک خاتون اپنے بہت سے ملازمین کو لے کر تالاب کی صفائی کے لیے جب دربار صاحب پہنچی تو وہاں پر جو لوگ صفائی کے کام میں مشغول تھے انہوں نے کہا بی بی جی دربار کے تالاب کی صفائی بہت بڑا نیک کام ہے۔ یہ صرف معززین کو ہی کرنا چاہیے نہ کہ ملازمین کو۔ اس پر اُس بی بی نے گارے میں چھلانگ لگا دی اور صفائی کا کام شروع کر دیا جو کئی روز جاری رہا۔ اس کے علاوہ اس بی بی نے جو ایک بڑی رئیس عورت تھی، اپنی تمام منقولہ و غیر منقولہ

Marfat.com

جائیداد دربار صاحب کے نام لگادی اور بقایا زندگی غریب یتیم لوگوں کی خدمت کے لیے وقف کردی۔ اس بی بی کوسیواں کا خطاب دیا گیا جس کا مطلب خدمت کرنیوالی ہوتا ہے۔ جس وقت دربار صاحب کے ناظمین نے دیکھا کہ سیواں بہت بڑے جذبے کے تحت نہ صرف اُن کی خدمت کرتی ہیں، بلکہ امیر لوگوں سے دربار صاحب کو رقوم دلواتی ہیں اس سے سیواں کی خدمات کا چرچا پورے ہندوستان میں ہونا شروع ہوگیا۔ میں یہاں بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ مائی کا مطلب ماں ہوتا ہے تو سیواں کو پوری سکھ قوم کی ماں کا لقب دیا گیا۔

مائی سیواں کی خواہش کے مطابق جس جگہ اُس کا ڈیرہ تھا۔ اُس کو اُس کے مرنے کے بعد دربار صاحب کی زیارت کرنے والے لوگوں کی جوتیاں رکھنے کی جگہ بنا دی گئی یہ اُسکی عاجزی کی انتہا تھی۔ یہ جگہ مائی سیواں نے خود خریدی ہوئی تھی اور دربار صاحب سے باہر تھی۔ جب دربار صاحب کی توسیع کی گئی تو دربار صاحب کی سیڑھیوں کو مائی سیواں کے ڈیرے کے ساتھ ملا دیا گیا۔ مائی سیواں کو مرے ہوئے کئی سو سال ہوگئے ہیں، لیکن اُس کی جگہ سے لاکھوں روپے کی سالانہ آمدنی ہوتی ہے جو کہ فلاح عامہ کے لیے خرچ کی جاتی ہے۔ اور وہ بازار جو گورو بازار سے سیدھا دربار صاحب کو آتا تھا اُس کا نام بازار مائی سیواں رکھا گیا۔ یہ آج بھی آباد ہے۔ مائی سیواں نے صرف سکھوں کی ہی نہیں، بلکہ غریب مسلمانوں کی بھی خدمت کی اور ایک بڑا عظیم کام یہ سرانجام دیا کہ باباٹل جو کہ دربار صاحب کے کچھ فاصلے پر ایک گوردوارہ تھا، وہاں پر لنگر شروع کروادیا۔ حلال اور جھٹکے کے جھگڑے کی وجہ سے مائی جی نے یہ درخواست کی کہ باباٹل لنگر میں دال اور روٹی پکائی جائے گی اور بانٹی جائے گی، لہٰذا باباٹل کا لنگر

Marfat.com

چوبیس گھنٹے چلتا تھا اور ہر غریب انسان کو کھانے کے لیے روٹی میسر ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امرتسر میں یہ بات بہت مشہور تھی "بابا ٹل پکی پکائی گھل" (بابا ٹل پکی پکائی بھیج)

بازار مائی سیواں کے بالکل ساتھ مشہور ربابیوں کا محلّہ تھا یہ بابا مردانہ کی اولاد میں سے تھے، یہ لوگ سارے کے سارے مسلمان تھے۔ اس کے باوجود یہ سکھوں والی پگڑیاں پہنتے تھے۔ یہ لوگ ہر صبح بڑے بڑے سکھ کاروباریوں کی دوکانوں پہ بیٹھ کر ہارمونیم کے ساتھ گوروگرنتھ کا پاٹھ کیا کرتے تھے۔ کاروباری حضرات ان کو اس کام کا معاوضہ دیا کرتے تھے۔ تقریباً اسی کے ساتھ مشہور بھائیوں کی دکان تھی جو کہ عطر کا کاروبار کرتے تھے۔ اس کے ساتھ کٹڑا جیمل سنگھ تھا جہاں پہ نوے فی صد کاروبار مسلمان شیخوں کا تھا۔ اس کے ساتھ کٹڑا موہن سنگھ، چوک فرید، محلّہ بھگیاں واقع تھے۔ یہ سارے علاقے ککے زئیوں کے تھے۔ ہاتھی دروازہ، لہوگھڑ، بھائیوں کا کٹڑا (یہ وہ مشہور جگہ تھی جہاں پہ مشہور عالم دین مولانا ثناء اللہ کی خاندانی رہائش تھی)، چٹہ کٹڑا یہاں زیادہ تر کشمیری مسلمان آباد تھے (یہ وہ جگہ ہے جہاں پہ اونچی مسجد واقع تھی جہاں مولانا ثناءاللہ صاحب، میرے دادا جی حافظ ملک قادر بخش اور مرزا غلام احمد نے تعلیم حاصل کی)۔ گوالی دروازے کے گردونواح میں ارائیں برادری کے لوگ آباد تھے۔

سارے شہر میں چھ سات محلے ہندوؤں کے بھی تھے۔ دربار صاحب کے اردگرد سکھ رہائش پذیر تھے۔ نمک منڈی کے کچھ حصے، بازار صرافہ، چھوٹا بازار، بابا ٹل کا علاقہ، گرورام داس کی سرائے کے پاس پاس زیادہ تر سکھ آباد تھے۔

امرتسر کے لوگ پیاری زبان میں گفتگو کرتے ہیں، کچھ ایسے الفاظ جو کہ

دوسرے شہروں میں گالیاں سمجھی جاتی ہیں، یہاں کی پنجابی کا حصہ ہیں۔امرتسر کا کھانا بشاراوراچھی رہائش سونے کے زیورات کی دکانیں، کپڑوں کی دکانیں عرصہ دراز سے مشہور ہیں۔

تقسیم ہند سے قبل امرتسر ایک بہت بڑی منڈی تھی ۔یہاں سے کپڑا، چائے، کاغذ، ملبوسات، اچار، پاپڑ، روڑیاں، مربہ جات، یونانی ادویات، جڑی بوٹیاں دہلی سے لے کر آجکل کے پاکستان افغانستان ایران اور Central Asia، کے ممالک کو برآمد کی جاتی تھیں۔جہاں سے کہ قیمتی پتھر، پرانے زمانے کے ملبوسات وزیورات، افیم اور چرس درآمد کی جاتی تھیں۔امرتسر میں کٹڑہ بگھیاں، چوک پرال داس، جنگی شوالہ، فرش گلیاں، کٹڑا اخزانہ ان سب علاقوں میں زیادہ تر ککے زئی آباد تھے۔شہر کے اردگرد کی بستیوں میں جہاں کھیتی باڑی کی جاتی تھی وہاں پہ کافی تعداد میں آرائیں موجود تھے۔امرتسر کی فصیل کے بعد جہاں چاروں طرف باغات تھے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ شہر چاروں طرف سے باغات سے گھرا ہوا تھا۔آپ فصیل کے کسی بھی دروازے سے باہر جائیں تو ایک باغ میں پہنچ جاتے تھے۔ان باغات سے کچھ ہٹ کر آرائیں برادری کی زمینیں ہوتی تھیں جو کہ آہستہ آہستہ بہت قیمتی ہوگئیں تھیں۔

شہر کے چار پانچ حصوں میں وادی کشمیر کے لوگ آکر آباد ہوئے تھے۔جن کو کہ مہاراجہ کشمیر نے ڈوگرا فوج کی مدد سے اتنا تنگ کیا کہ وہ بچارے ہجرت پر مجبور ہوگئے۔یہ لوگ کشمیر کے کھانے مثال کے طور پہ شب دیگ، ہریسا، بلشٹ کوٹ، نرگسی کوفتے، باقر خانی، سوجی کا نمکین کلچہ، گھنڈ کلچہ، ملائی پالک، گشتابے، زردہ پلاؤ، اس میں لوکل کھانے جیسے تکے، مرغ روسٹ، پائے (بڑے چھوٹے)، بونگ،

Marfat.com

قیمے کی ٹکیاں، بکرا دم پخت، کوفتے انڈے، سرسوں کا ساگ، گونگلو گوشت، ماش اور پراٹھے، پوریاں چھولے، قتلمے، قیمے والے قتلمے، پوڑا، پٹھورے، پنیر، پنیر کی ڈش (پنیر مختلف اقسام کی ہوتی ہے، جیسے گائے کے دودھ کی پنیر، بھنس کے دودھ کی پنیر ، بکری کے دودھ کی پنیر، اونٹنی کے دودھ کی پنیر وغیرہ) ادھرڑکا (اس میں ایک کلو دھی ایک کلو دودھ اور مٹھاس کے لیے پیڑے ان چیزوں کو کافی دیر تک مدھانی کے ساتھ پھینٹنے کے بعد جب اس پہ مکھن آتا ہے تو یہ تقریباً دو آدمیوں کے لیے لسی تیار ہو جاتی ہے) ریوڑی میں امرتسر پوری دنیا میں مشہور تھا اور آج بھی ہے۔ جتنی ڈشیں گوشت اور سبزی سے بنتی ہیں اتنی ہی ڈشیں وڑیوں سے بھی بنتی ہیں۔ یہ وڑیاں دو قسم کی ہوتی تھیں (مونگ کی دال کی وڑیاں اور ماش کی دال کی وڑیاں)

امرتسر کی مٹھائیاں

اس زمانے صرف ایک ایسا شہر تھا، جہاں پہ مختلف ملوں کے مالک خود رہتے تھے اور ملیں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ہوتی تھیں۔ کروڑوں روپے کی Turnover (روزانہ کروڑوں روپے کا کاروبار ہوتا تھا) ہوتی تھی۔ امرتسر کا سٹا بازار بمبئی کے بعد دوسرے نمبر پہ تھا۔ شہر کی سڑکیں سیمنٹ کی بنی ہوئی تھیں جن کو گرمیوں میں روزانہ دھویا جاتا تھا۔ شہر کے باہر حکیماں والے دروازے سے دو تین میل کے فاصلے پہ صاف صاف نہریں تھیں جن میں نہر دو آب مشہور نہر تھی۔ ایک

Marfat.com

طرف ٹھنڈی کھوئی تھی جس کا پانی برف سے بھی ٹھنڈا ہوتا تھا۔کھوئی کے ایک طرف ہندو پانی کھینچتے تھےاور دوسری طرف مسلمان۔ٹھنڈی کھوئی اور شہر کے درمیان بہت بڑا علاقہ پھلوں اور پھلوں کے باغات پہ مشتمل تھا۔

امرتسر میں تین قسم کی پوڑیاں تیار کی جاتی تھیں ۔ایک سادہ پوڑی، ایک مونگ کی دال، پیٹھی کی پوڑی اور ماش کی دال، پٹی کی پوڑی ۔ہندو پوڑی دوکاندار پوڑی کے ساتھ بھاجی دیتے تھے۔جس مٰیں کہ چنے ،آلو،تھوڑی سی کلونجی وغیرہ ڈالی جاتی تھی۔اس کے علاوہ وہ گاہک سے پوچھتے تھے کہ سرکے والی پیاز ڈال دوں (یہ پیاز سرخ رنگ کا ہوتا تھااور پتلا کاٹا ہوا ہوتا تھا)اور پھر یہ بھی پوچھتے کہ اچار کونسا ڈالنا ہے۔اگر گاجر کا موسم ہوتا تو کانجی کی گاجر کا اچار ملتا۔مسلمان پوڑی کا سائز ذرا بڑا ہوتا تھا۔پوڑی کے ساتھ مسلمان دکاندار چنے ،آلو اور تھوڑا سا پیاز اور چند ایک اچار بھی دیتے تھے۔

امرتسر امیر لوگوں کا شہر تھا، جہاں کے مستری کی تنخواہ اسی (80) روپے سے نوے (90) روپے مہینہ کے لگ بھگ ہوتی تھی۔جب کہ دوسرے شہروں میں تیس(30) سے (35) روپے ہوتی تھی۔کاروباری لوگوں کی تو بات ہی اور تھی۔ان سب کے معیار کے لیے ہندوستان کے ہر بڑے شہر کی مٹھائی کی Speciality کے لوگوں نے دکانیں کھولی ہوئی تھیں۔

کاٹھیاں والا بازار سے تھوڑا سا آگے ایک چوک تھا۔ جہاں قلعے کے دروازے کی طرح کا ایک بہت بڑا اور کھلا سا دروازہ تھا۔ ابا جی نے بتایا تھا کہ میری پیدائش سے پہلے وہاں پہ کچھ سکھوں نے چنیوٹ سے آ کر حلوے کا کاروبار

Marfat.com

شروع کیا تھا۔ سکھ دربار پر کڑاہ (حلوہ) چڑھاوا دیتے تھے اور اسے کڑاہ پرشاد کہتے تھے۔ 10 سے 12 فٹ کے بڑے بڑے کڑاہوں میں وہ کڑاہ بناتے تھے اور ایک وقت میں چھ چھ آدمی کھونچوں کی مدد سے حلوے کو گھی میں ہلاتے رہتے تھے۔

ان کا کڑاہ بہت زیادہ بکتا تھا۔ وہ بات کرتے کرتے بطور تکیہ کلام ایک دوسرے کو دھی کی گالی نکالتے تھے۔ اور پھر وہ اسے گالی بھی نہیں سمجھتے تھے، بلکہ تکیہ کلام تھا۔ چنانچہ ہوا یوں کہ آہستہ آہستہ ان کی دکان کا نام دھی چوداں دی ہٹی پڑ گیا۔

بعض اوقات ایسا ہوتا کہ کچھ لوگوں نے ان سے آ کر پوچھنا کہ ''بھائی صاحب! دھی چوداں دی ہٹی کیڈی اے؟' (انھوں نے ہاتھ جوڑ کر کہنا: ''مہاراج! یہی ہے۔''

دربار صاحب کی وجہ سے ان کا کڑاہ اتنا زیادہ بکتا تھا کہ وہ تھوڑے عرصے میں لکھ پتی بن گئے۔ اس کاروبار میں یعنی 20 ویں صدی کے آغاز میں شاذونادر ہی کوئی ایسا لکھ پتی ملتا تھا۔

ان کے گاؤں میں ان کی برادری کے ایک شخص کو پتا چلا کہ اس کے رشتہ دار کا کڑاہ بہت بکتا ہے تو وہ بھی امرتسر میں آ گیا۔ اس نے سارا حساب لگایا کہ یہاں پر گاہک کتنے ہیں...... کاروبار کی کیا پوزیشن ہے...... ان کی دکان کا نام کیا ہے؟ چنانچہ اس نے ان سب باتوں کا اندازہ لگا کر ان سے تھوڑا سا آگے ایک بہت بڑی دکان کرائے پر لے کر وہاں کڑاہ بنانے کا کاروبار شروع کر دیا۔ ایک

بورڈ لکھوا کر دکان پر لگا دیا:

''بیٹی چوداں دی ہٹی''

اب اس نے اپنے شریکوں سے زیادہ بہتر کڑاہ بنانا شروع کر دیا، کیونکہ اس کا نیا نیا کاروبار تھا۔ اس کی دکان زیادہ چلنا شروع ہو گئی۔ اور ''دھی چوداں دی ہٹی'' کا کاروبار ماند پڑنا شروع ہو گیا۔

سارے امرتسر میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ:

''دھی چوداں نوں بیٹی چود پے گئے''

جس طرح کہاوت مشہور ہے کہ:

''چوراں نوں پے گئے مور
تے موراں نوں لے گئے ہور''

اب جب میں نے مختلف ملکوں کی جمہوریتوں اوران کی سیاست کو دیکھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ جمہوریتوں میں اور سیاسیات میں دھی چود اور بیٹی چود کے علاوہ مادر چود بھی ہوتے ہیں۔

چاہے وہ بنگال کے رس گلے ہو یا مدراس کے گلاب جامن امرتی ہو یا میسو برفی ہو یا چم چم، باریک بوندی کا لڈو ہو یا موتی چور کا لڈو (یہ وہ لڈو ہے جو پاکستان بننے کے بعد ایک شخص نے گنپت روڈ پر بنانے شروع کیے تھے اور کرڑو پتی ہو گیا تھا)

امرتسر کے پانی میں ایک خاص کمال یہ تھا کہ بہت زیادہ لوگوں کو شوگر نہیں ہوتی تھی۔ اس کی ایک وجہ اور بھی تھی کہ سارے شہر میں لوگ پیدل چلتے تھے

Marfat.com

اور پھر نہروں میں تیرا کی بھی کرتے تھے۔

میں نے اوپر بھی بیان کیا ہے کہ ککے زئیوں کے محلے دربار صاحب کے قریب قریب واقع تھے۔اب میں اس کی ضرورت سمجھتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے تمام محلے یا کٹڑے وغیرہ جو کہ دربار صاحب کے اردگرد واقع تھے ان کو ذرا تفصیل سے بیان کروں۔

بازار مائی سیواں میں آدھے سے زیادہ مسلمان کاروباری تھے۔

کٹڑی رنجیت سنگھ یہ وہ جگہ ہے جہاں پہ رنجیت سنگھ کے ہاتھیوں کو باندھا جاتا تھا۔ یہ جگہ بازار مائی سیواں میں یعنی دربار صاحب سے ساٹھ گز کے فاصلے پہ واقع تھی۔اس میں ماسوائے شام سنگھ گجر کے باقی تمام مسلمان گرم شالوں کی رنگ ریزی یا رفو کا کام کرتے تھے ان کی تعداد تقریباً ایک سو تھی۔ یہ جگہ سکھوں کی مالکیت تھی۔مسلمانوں نے یہ تمام علاقہ کرائے پہ لیا ہوا تھا۔

کاٹھیاں والا بازار

یہ وہ مشہور بازار ہے جہاں پہ کڑاہ پرشاد بنتا تھا۔دربار صاحب کا ایک راستہ یہاں سے بھی جاتا تھا۔اس میں بھی مسلمان کاروباری لوگ اپنا کاروبار کرتے تھے۔ان کا تناسب بھی تقریباً پچاس (50%) فی صد کے قریب تھا۔ یہ بازار بنگوں (یہ وہ مکان ہوتے ہیں جن کی کھڑکیاں دربار صاحب میں کھلیں) کے ساتھ واقع تھا۔

Marfat.com

چوک پراگ درس

چوک پراگ جلیانوالہ باغ اور بابے ٹل کے درمیان واقعہ تھا۔ یہاں سارے مسلمان آباد تھے۔ گورورام داس کی سرائے کے ساتھ ٹنڈا تالاب واقعہ تھا۔ یہ علاقہ مسلمان جاٹ اور ککے زیئوں پر مشتمل تھا۔ ٹنڈے تالاب کے ساتھ محلہ نور خاں تھا۔ یہ سارا محلّہ ککے زیئوں کا تھا۔ باقی گلیوں میں بھی زیادہ تر ککے زئی آباد تھے۔

درگیانہ مندر

لوگڑھ دروازے کے باہر درگیانہ مندر واقعہ ہے۔ اس کا اصل نام لکشمی نارائن مندر ہے۔ گو ہندو اس کو بہت پرانی یادگار سے تشبیہ دیتے ہیں لیکن ایسا ہے نہیں۔ اگر درگیانہ مندر واقعی بہت پرانا مندر ہوتا تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جب شہر کے اردگرد بیس سال کی طویل مدت میں فصیل بنوائی تھی تو درگیانہ مندر بھی فصیل کے اندر آجاتا یہ جگہ ہندوؤں نے دربار صاحب بن جانے کے بہت بعد میں تعمیر کی۔

جلیانوالہ باغ

یہ وہ مشہور زمانہ جگہ ہے جہاں پہ اپریل 1919 میں، جس دن امرتسر میں بیساکھی کا تہوار منایا جارہا تھا، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، جن کے سکھوں سے بہت اچھے مراسم تھے، کی گرفتاری کے خلاف اس جگہ پہ بیساکھی کے موقع پہ ایک جلسہ منعقد

Marfat.com

کیا گیا۔ جس کو ڈپٹی کمشنر امرتسر نے خلاف قانون قرار دے دیا۔ اور دفعہ 144 لگا دی۔ بیساکھی پنجاب کا مشہور تہوار ہے جس میں امرتسر سے باہر کے شہروں سے بھی لوگ خاص طور پہ آتے تھے اور اب بھی آتے ہیں۔ دفعہ 144 کے نفاذ کی وجہ سے ہر طرف غصے کی ایک لہر دوڑ گئی اور لوگ دفعہ 144 کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جلیانوالہ باغ میں اکٹھے ہو گئے۔ انگریزوں کی ایک کمپنی جس کی کمانڈ ڈائر نامی ایک فوجی افسر کر رہا تھا مشین گنوں سے لیس ہو کر جلیانوالہ باغ پہنچی۔ جلیانوالہ باغ جس کے اندر جانے اور باہر آنے کا ایک ہی راستہ تھا اس راستے میں مشین گنیں نصب کر دی گئیں۔

اس جلسے میں جو ٹاواں ٹاواں ہندو آئے ہوئے تھے وہ انگریز فوج کو دیکھ کر دھوتی سر پہ رکھ کے بھاگ گئے۔ باغ کے اندر صرف سکھ اور مسلمان رہ گئے۔ ڈائیر جس نے کہ بعد میں سوڈان اور مصر میں بھی مسلمانوں پہ بے انداز مظالم ڈھائے ان مظالم کے معاوضہ میں انگریزوں کی حکومت نے اس کو نہ صرف جنرل بنایا بلکہ لارڈ کا خطاب بھی دیا۔ اور House of Lords کا بھی ممبر بنا دیا۔

ڈائیر نے مشین گنوں سے نہتے انسانوں پر فائر کھول دیا۔ میرے دادا جی وہاں پہ موجود تھے۔ خوش قسمتی سے دادا جی بچ گئے۔ میرے والد صاحب ڈاکٹر محمد حسین ملک کے بیان کے مطابق جب دادا جی واپس بازار مائی سیواں پہنچے تو ان کے تمام کپڑے خون سے لت پت تھے۔ دادا جی کو کڑی رنجیت سنگھ میں لے جا کر نہلایا گیا، شام سنگھ گجر کے باپ نے اپنے کپڑے دادا جی کو دیئے۔

جلیانوالہ باغ میں زیادہ تر سکھ شہید ہوئے، لیکن ان میں مسلمانوں کی تعداد

Marfat.com

تیس چالیس فی صد کے قریب تھی۔اس موقع پہ شہر کے مسلمان اور سکھ نوجوانوں نے بغاوت کر دی۔سرکاری عمارات کو آگ لگادی اور جہاں کہیں بھی انگریز اوران کے پٹھو نظر آئے ان کو قتل کر دیا۔کیونکہ جلیانوالہ باغ سے ہندو بھاگ آئے تھے،اس لیے سکھوں اور مسلمانوں نے ان کی بہت سی دکانوں کو لوٹ کر آگ لگادی۔امرتسر کے پولیس سٹیشنوں سے مسلمان اور سکھ سپاہی اپنے گھروں کو چلے گئے۔جس کی وجہ سے ڈپٹی کمشنر نے لاہور سے مزید انگریز فوج بلوائی۔دو روز تک گولیوں اور انیٹوں کا مقابلہ ہوتا رہا انگریز فوج نے امرتسر پہ دوبارہ قبضہ کرلیا۔اس کے بعد کافی مقدمات چلائے گئے اور سزائیں دی گیں۔

سکھوں کی ویب سائیٹ

www.gatewaytosikhism.com میں یہ جو تحریر ہے کہ سردار اُدھم سنگھ انگلینڈ جا کر ڈائیر کے گھر میں ملازم ہو گیا تھا وہاں پہ ملازمت کرتا رہا پھر ایک جلسے میں ڈائیر کو گولی ماردی یہ سراسر اغلط ہے۔

یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک شخص ایک شخص کے گھر ملازم رہتا ہے اور کافی عرصہ ملازمت کرتا ہے تو اس وقت اس کو گولی مارنے کے بجائے ایک Public Meeting کا انتظار کرتا ہے۔میں نے جو بزرگوں سے امرتسر میں سنا تھا وہ یہ تھا کہ اُدھم سنگھ کی والدہ نے اس کو تعلیم حاصل کرنے انگلینڈ بجھوایا تھا جہاں پہ وہ ایک دن ہاؤس آف لارڈز میں گیا۔چند لوگوں سے ڈائیر کی نشاندہی کروائی۔بعد میں ڈائیر کو خود بھی پوچھا کہ اس کا نام کیا ہے۔اس نے اپنا تعارف کروایا کہ میں اُدھم سنگھ ہوں فلاں کا بیٹا ہوں جس کو تم نے جلیانوالہ باغ میں قتل کر دیا تھا۔اس کے بعد سردار

Marfat.com

اُدھم سنگھ نے ڈائیر پہ پستول سے فائر کیے اور اس کو وہیں پہ ڈھیر کر دیا۔ اپنے بزرگوں سے سنا ہوا واقعہ تفصیل سے یوں ہے کہ:

جلیانوالہ باغ میں ایک نوجوان سکھ بھی مارا گیا جس کی شادی ہوئے ابھی کچھ عرصہ ہوا تھا۔ اُس کی موت کے چند ماہ بعد اُس کی بیوی نے ایک لڑکے کو جنم دیا اور پھر ساری زندگی شادی نہ کی۔ اُس نے بچے کو پالا، پوسا، پڑھایا لکھایا اور بچپن ہی سے ہمیشہ اُسے جنرل ڈائر کی تصویر دکھاتی رہی کہ اِس شخص نے تمھارے باپ کا قتل کیا تھا۔ جب اُس لڑکے نے ایم۔اے کر لیا تو اسی دوران حکومت برطانیہ نے جنرل ڈائر کو ایشیا اور افریقہ میں ظلم وتشدد کے کارناموں اور اِن ممالک کے عوام کو محکوم بنانے کے اعزاز میں لارڈ کا خطاب دے دیا اور ڈائر ہاؤس آف لارڈز کا ممبر بن گیا۔

ایم۔اے کرنے کے بعد اِس کی والدہ نے اِسے انگلینڈ بھجوا دیا۔ لندن میں ایک روز جب ہاؤس آف لارڈز کی میٹنگ ہو رہی تھی تو ایک نوجوان جنرل ڈائر کو ڈھونڈتا ہوا سیدھا ہاؤس آف لارڈز پہنچ گیا۔ جہاں پر کسی شخص سے پوچھنے پر اُسے بتلایا کہ: ''وہ شخص جو کھڑے ہیں وہ ہیں جنرل ڈائر''۔ اِس پر وہ نوجوان سیدھا ڈائر کے پاس گیا اور اُس سے پوچھا:

''کیا آپ کا نام ڈائر ہے؟ جب ڈائر نے کہا ''Yes'' تو نوجوان کو یقین ہو گیا، یہ وہی ہے منحوس شخص جس کی تصویر وہ ساری زندگی دیکھتا رہا تھا۔ چنانچہ نوجوان نے جنرل ڈائر کو یاد دلایا کہ ''1919ء میں جلیانوالہ باغ امرتسر میں تم نے میرے باپ کو قتل کیا تھا، اس کی سزا میں تمہیں آج دیتا ہوں اور

Marfat.com

گولیاں مار کرڈائرکو وہیں ڈھیر کر دیا۔

www.gatewaytosikhism.com کے مطابق جلیانوالہ باغ میں جو لوگ شہید ہوئے ،ان کی تعداد 1302 تھی ۔جب کہ ہسٹری آف امرتسر میں اسکی تعداد 2000 بتائی گئی ہے۔امرتسر کے بزرگوں کے مطابق مرنے والوں کی تعداد 2500 تھی۔ www.gatewaytosikhism.com کے مورخ کے نے دفعہ 302 تعزیرات ہند جو کہ قتل کے الزام میں لگائی جاتی ہے اس کے ساتھ ایک لگا دیا ہے۔اور 1302 بنا دیا ہے۔انہی کے بیان کے مطابق مرنے والے سکھوں کی تعداد 799 تھی ۔ جب کہ بازار مائی سیواں کے بزرگوں کے بیان کے مطابق سکھ مرنے والوں کی تعداد گیارہ سو تھی اور مسلمان مرنے والوں کی تعداد تقریباً آٹھ سو تھی۔

امرتسر کے بزرگانِ دین

فتح شاہ بخاریؒ

یہ بھنگی سکھوں کے زمانے میں امرتسر تشریف لائے اور ان کے قلعہ گوبندگڑھ کے سامنے اپنا ڈیرا لگایا۔ اس قلعے کے سردار نے کچھ فوجی ان کا ڈیرا مسمار کرنے کے لیے بھیجے جن کا برا حشر ہوا۔ قلعے کے اندر اور باہر ساری گائے بھینسوں نے دودھ دینا بند کر دیا۔ اس پہ قلعے کے سردار نے ان سے معافی مانگ لی اور وہاں پہ دوسرے عبادت کرنے والوں کو تنگ نہ کرنے کا وعدہ کر لیا۔

ظاہرہ ولیؒ

ان کا مزار ہال دروازے سے کوئی پچاس فٹ پہ واقع ہے۔ تقسیم ہند کے بعد بھی یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ وہاں ہندو اور سکھ اپنی عقیدت کا اظہار کرنے کے لیے ہر جمعرات کو سینکڑوں کی تعداد میں آتے ہیں۔

شمس شاہ صاحب مرحومؒ

ان کا مزار تالاب ٹنڈہ ککے زئیوں کے محلے کے پاس ہے، جہاں آج کل بھی لوگ عقیدت کا اظہار کرنے آتے ہیں۔

Marfat.com

مسجد خیر دین

ہال بازار میں سکھوں کے زمانے سے یہ عالی شان مسجد واقع ہے۔اس مسجد کے ساتھ ایک واقعہ وابستہ ہے۔

ابوالکلام آزاد نے جب قرآن مجید کا ترجمہ اور بہت سی دوسری اسلامی کتب لکھیں تو امرتسر کے مسلمانوں نے ان کو امام ہند کا خطاب دینے کا فیصلہ کیا جس کی بہت تیاریاں کی گئیں ۔جس وقت یہ جلسہ ہو رہا تھا تو بہت سے انگریز کے تنخواہ دار مولویوں نے آ کر دنگا فساد شروع کر دیا۔سارے علاقے کی بجلی غائب ہوگئی میونسپل کمیٹی والوں نے لوگوں کی جوتیاں جو مسجد کے دروازوں میں تھیں ان کو اٹھا کر لے گئے ۔امام ہند بننے کا اور بنانے کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا۔

مسز اندرا گاندھی نے مشرقی پنجاب میں شائد پٹیالہ کے مقام پہ ایک امام ہند کانفرنس بلائی جس میں سینکڑوں مولویوں کو مدعو کیا گیا۔یہ سارے کے سارے اندرا گاندھی کی آواز پہ لبیک کہتے ہوئے واہگہ بارڈر کی طرف دوڑ پڑے۔اندرا گاندھی امام ہند کانفرنس کی صدارت کی ایک لمبی چوڑی تقریر بھی کی جس پہ خاص طور پہ ہمارے پاکستانی مولویوں نے بڑی تالیاں بجائیں۔

Marfat.com

مسجد سکندر یا مسجد سلطان بخش

یہ مسجد بھی ہال بازار میں واقعہ ہے اس کے متعلق لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ سکندر خاں صاحب مرحوم نے بنوائی تھی اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ سلطان بخش کوتوال جن کے پاس نہر لوئر دوآب کا ٹھیکہ تھا انہوں نے بنوائی۔ یہ دونوں حضرات ککے زئی تھے۔ان دونوں مساجد کے سامنے انگریزوں نے کٹرہ کنھیاں میں ہیرا منڈی جیسی شے بنا دی تھی۔

امرتسر کے تعلیمی ادارے

اس شہر میں تین کالج تھے۔

1۔ ہندو سبھا کالج

2۔ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج

3۔ خالصہ کالج

مسلمانوں کے اس کالج کے پہلے پرنسپل ایک عیسائی تھے جن کا نام مرکیڈو تھا۔ یہ پہلے MAO سکول کے ہیڈ ماسٹر ہوتے تھے۔ بعد میں ان کو کالج کا پرنسپل مقرر کر دیا گیا۔کالج میں دو بڑے ہال تھے ایک کا نام مرکیڈو ہال تھا دوسرے کا نام غلام حسین ہال تھا۔غلام حسین مرحوم شیخ محمد صادق،اور شیخ صادق حسن اور شیخ مسعود کے والد تھے اور شیخ مسعود صادق مرحوم کے دادا مرکیڈو ہال کا نام انگریز پرنسپل کے نام پر رکھا گیا تھا۔

مسلمانوں کے سکول

(الیف) گورنمنٹ ہائی سکول

(ب) MAO سکول

(ج) اسلامیہ ہائی سکول کٹڑہ خزانہ

(د) چشتیہ ہائی سکول

(ر) مسلم ہائی سکول

ہندوؤں کے سکول

(الیف) ہندو سبھا ہائی سکول

(ب) بالکمند کھتری ہائی سکول گھی منڈی

(ج) بالکمند کھتری ہائی سکول چورستی اٹاری

سکھوں کے سکول

(الیف) خالصہ ہائی سکول

امرتسر کی اہم شخصیات

ڈاکٹر سیف الدین کچلو

ڈاکٹر سیف الدین کچلو زکریا کچلو مرحوم کے بڑے بھائی تھے انھوں نے لندن یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف لاء کا امتحان پاس کیا جو کہ قانون میں سب سے بڑی ڈگری کی حثیت رکھتی تھی اور ہے۔

ہندوستان واپس آنے کے بعد امرتسر میں اپنی وکالت شروع کی اور اس کے ساتھ ساتھ حصول آزادی کی تحریک میں شامل ہو گئے کانگرس میں سب سے زیادہ جیل کاٹنے والوں میں اِن کا شمار ہوتا تھا۔

متاواتر جیلوں میں رہنے کی وجہ سے اِن کی جائیداد بک گئی ان کی بیگم نے بچوں کو خاصی تعلیم دلوائی جب معاملہ بہت خراب ہو گیا تو اِن کے کچھ عزیز ان کو جیل میں ملنے کے لیے گئے اور کہا تم معافی مانگ کر باہر آ جاؤ بچوں کا برا حال ہو رہا ہے ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ معافی مانگوں اور وہ بھی انگریز حکومت سے یہ میرے لیے ناممکن ہے بچوں کو یتیم خانے بھیج دو۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو مسلمانوں کی سیٹ پر دو دفعہ پنجاب اسمبلی کے لیے کامیاب ہوئے اِن کی پہلی کامیابی پر چڑے والے چوک میں اِن کی تاج پوشی ہوئی اِن کو شہنشاہ امرتسر کا خطاب ملا جس وقت ان کے سر پر تاج پہنایا گیا پورا علاقہ انسانوں سے بھرا ہوا تھا اور ماسٹر جہانگیر کا بینڈ درباری راگ بجا رہا تھا۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم نے بزرگانِ دین کی خانقاہوں کو ایک جگہ جمع کر کے

Marfat.com

ایک ایسا ادارہ بنایا جائے کہ جس کی آمدنی سے سارے ملک میں جا بجا یتیم خانا جات، سکول، کالج، شفا خانے اور بے کار لوگوں مسلمانوں کی امداد (مختلف قسم کے ہنر کے سکول وغیرہ وغیرہ شامل تھے) کی جائے۔ اس پروگرام کی انگریزوں اور خان کاہوں کے شہزادہ نشینوں نے بے انداز مخالفت کی اور مختلف خود ساختہ پیروں اور مولویوں نے ڈاکٹر صاحبؒ مرحوم کو کافر قرار دے دیا۔

اِن کے اور ہمارے خاندان میں بہت پرانا میل جول تھا اِن کے بھائی زکریا کچلو والد صاحب کے کلاس فلو تھے اور دونوں مشن سکول کی کرکٹ ٹیم میں کھیلتے تھے۔ چونکہ میرے خاندان اور دربار صاحب کے بہت پرانے تعلقات تھے اِس لیے وہاں گیانی صاحبان اور جتے دار صاحبان سے بہت ملنا جلنا تھا ہمارے بزرگوں کا کاروبار دربار صاحب کے قرب میں تھا تقریبا روزانا ملنا جلنا ہوتا تھا دادا جی مرحوم نے ڈاکٹر سیف الدین کچلو کی دربار صاحبؒ میں گیانوں سے ملاقات کروائی وہ سارا پروگرام جو ڈاکٹر صاحب نے مسلمانوں کے لیے بنایا تھا سکھو کو دے دیا۔ سکھ لیڈروں نے ڈاکٹر صاحب سے یہ عرض کی کہ اس پروگرام کا ایک آئین بھی بنائیں آئین بننے کے بعد دنیا کے تمام گوردواروں کی ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا نام گوردوارہ پربھندک کمیٹی رکھا گیا شروع کی میٹنگوں میں سکھ صاحبان ڈاکٹر صاحب اور میرے دادا جان کو بھی بلایا کرتے تھے۔

کئی گورداواروں کے جتے داروں نے کمیٹی کا ممبر بننے سے انکار کر دیا کیونکہ اُن کے علاوہ منڈا اور دیگر اشیاؤں کا خاتماں ہونے کی وجہ سے انھوں نے بھی مجاوروں والا کام کیا گورداواروں کی کمیٹی کی ہندوؤں نے سخت مخالفت کی کیونکہ وہ

Marfat.com

چاہتے تھے کہ گورداواروں کو مندر کہہ کر مندروں کی لڑی میں شامل کر دیں لیکن امرتسر دربار صاحب کے سکھوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور گورداواروں کی بغاوتوں کو گفتگوں سے ختم کروایا گیا باقی جو بدماش قسم کے لوگ تھے اُن کو امرتسر اور دیگر کچھ مقامات کے سکھوں نے لڑائی جھگڑوں اور قتل وغارت کے بعد گورداواروں پر قبضہ کرلیا اور پنجاب کے سارے گورداوارے ایک آئین کے تحت اکھٹے ہو گئے جب یہ کام زوروشور سے شروع ہو گیا ہندوؤں اور انگریزوں کی ملی جلی بھگت سے ڈاکٹر صاحب کو گرفتار کروا دیا گیا۔

ڈاکٹر سیف الدین کچلو کی گرفتاری پر جلیانوالہ باغ میں سکھوں اور مسلمانوں کا ایک جلسہ ہوا امرتسر کے ڈپٹی کمشنر اور پنجاب کے گورنر دونوں نے یہ حکم نامہ جاری کر دیا کہ جلسے کا انعقاد دفعہ 146 کی خلاف ورزی ہوگا جس کو کہ طاقت سے کچل دیا جائے گا عین جس وقت جلسہ ہو رہا تھا ڈاہر نے (جو کہ بعد میں جنرل ڈاہر ہو گیا اور جسے بعد میں لندن میں ایک لڑکے نے گولی مار کر قتل کر دیا تھا) بغیر کسی وارنگ کے مشین گنوں سے جلسہ پر فائرنگ شروع کر دی اور سینکڑوں سکھوں اور مسلمانوں کو قتل کر دیا۔

یہ ایک افسوس ناک پہلو ہے کہ سکھ قوم اپنے جلیانوالہ باغ کے شہیدوں کو ہر سال یاد کرتی ہے لیکن ہم لوگ اُن مسلمان شہدا کو بالکل بھول گئے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد ڈاکٹر صاحب پاکستان تشریف لے آئے اُن کا ارادہ پاکستان میں مستقل قیام کا تھا ڈاکٹر صاحب کا ایک بھیتجہ مجھ سے دو سال بڑا تھا اور دوسرا میرا ہم جماعت تھا مجھے افسوس ہے کہ مجھے اس کا نام بھول گیا ہے یہ زکریا

Marfat.com

ایڈووکیٹ کچلو کے بیٹے تھے ان کا بڑا بیٹا شاہد انشورنس کمپنی میں رتجسن ہیڈ تھا پتہ نہیں زندہ ہے بھی یا نہیں یہاں میں حسب عادت تھوڑا سا موضوع سے باہر جا رہا ہوں۔

جب زکریا کچلو لاہور میو ہسپتال میں داخل تھے بہت علیل تھے تو وہ اپنے بیٹوں سے کہتے تھے میرے یار غلام حسین کو بلاؤ میں نے اُس سے ملنا ہے بچوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اِن کا یار غلام حسین کون ہے چنانچہ اِن کے بیٹے ابا جی کے پاس آئے اِن کو ابا جی اور زکریا کی دوستی کا علم تھا تو انھوں نے ابا جی سے پوچھا انکل ابا جی اور آپ کا کوئی دوست غلام حسین بھی ہے اس پر ابا جی نے فرمایا کہ تمھارے والد صاحب مجھے بچپن سے ہی محمد حسین کی بجائے غلام حسین کہا کرتے تھے چنانچہ والد صاحب اِن کے ساتھ میو ہسپتال گئے اور زکریا صاحب نے کہا شکر ہے تم غلام حسین کو لے آئے دونوں اصحاب بچپن کی باتیں کرتے رہے ایک دو روز کے بعد زکریا صاحب کا انتقال ہو گیا اِن کے بیٹوں کے کہنے کے مطابق ڈاکٹر سیف الدین کچلو جتنی دیر پاکستان رہے وہ سب سے صرف ایک دعا مانگنے کو کہتے تھے کہ دعا کرو

''اللہ تعالٰی پاکستان کو صحیح قیادت بخش دے''

پنڈت جواہر لال نہرو پتہ نہیں کن وجاہات پہ ڈاکٹر صاحب دہلی چلے گئے شاہد ان کی بچیاں وہاں تھیں بعد میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو کو لینن پیس پرائز ملا اور جو رقم وصول ہوئی اُنھوں نے مختلف یتیم خانوں میں تقسیم کر دی۔

Marfat.com

ڈاکٹر محمد حسین ملک

ڈاکٹر ملک محمد حسین 1898 میں امرتسر میں حافظ ملک قادر بخش مرحوم کے ہاں پیدا ہوئے ملک حافظِ قادر بخش مرحوم کے 14 بھائی تھے جن میں 13 حافظ قرآن تھے کسی نے ان کے والد ملک نضام الدین مرحوم سے پوچھا کہ آپ نے زندگی میں سب سے زیادہ دعا کیا مانگی ہے تو انھوں نے فرمایا ''یا پاک پرودگار میری اولاد میں سے حافظ پیدا کر ''

ڈاکٹر محمد حسین صاحب سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو 1898 کی پیدائش کا سال کیسے یاد ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ 1904 میں جب بڑا بوچال آیا تھا '' اس کا سنٹر کانڈراتھا '' اس بوچال میں لاہور ریلوے اسٹیشن کا کافی حصہ تباہ ہوگیا لاہور ہائی کوٹ کی چھتیں بھی گری تھیں تو اُن کا فرمانا ہے کہ جب یہ بوچال آیا تو میری عمر چھ سال کی تھی اور مجھے پوری طرح سارہ معاملہ یاد ہے۔

ڈاکٹر صاحب جب میٹرک نہ پاس کر سکے تو اِن کے والد صاحب نے انھیں خراد اور ڈھلائی کا کام سیکھنے کے لیے کسی استاد کے پاس چھوڑ دیا پانچ چھ مہینوں کے بعد استاد صاحب نے اِن کے والد کو بتایا کہ آپ کا لڑکا چھ مہینوں میں میرے سب شاگردوں میں سے اعلا ہو گیا ہے بلکہ اُن کے شاگرد ملک صاحب کو چھوٹا استاد کہتے تھے یہ وہ زمانہ تھا کہ پڑھے لکھے دستکار نایاب ہوتے تھے ملک صاحب نے ایک سال کی ٹریننگ کے بعد ایک ٹیکنیکل سکول میں داخل ہو گئے کچھ عرصے کے بعد ان کو ٹی چوٹ لگ گئی تو اِن کے والد صاحب نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ گھر میں بیکار نہ بیٹھے

Marfat.com

بجائے انھوں نے اپنے ایک ہمسائے ڈاکٹر عبدالرزاق دندان ساز ''یہ وہ زمانہ تھا جب پورے امرتسر میں دو دندان ساز تھے ایک ڈاکٹر غلام نبی اور دوسرے اُن کے شاگرد ڈاکٹر عبدالرزاق ڈاکٹر غلام نبی کے ایک فرزند غلام حسن بھی اِس کام میں آ گئے۔ پاکستان بننے کے بعد ڈاکٹر غلام نبی کے بیٹے نسبت روڈ پر BDS کا امتحان پاس کرنے کے بعد شاہد اِب اپنی پریکٹس کر رہے ہیں'' کے ساتھ چھوڑ دیا۔

ڈاکٹر عبدالرزاق کے پاس چند دنوں کے بعد ملک صاحب نے ایک ماڈل پہ موم لگا کر اُس کے اوپر اُس طریقے سے دانت لگا دیے جیسے ڈاکٹر عبدالرزاق لگاتے تھے اُس دن ڈاکٹر صاحب کے استاد ڈاکٹر غلام نبی کو وہاں آنا ہوا انھوں نے ماڈل کے اوپر دانت لگے ہوئے دیکھے تو کہا رزاق آج تو بڑا کام آیا ہوا ہے تو ڈاکٹر صاحب نے کہا یہ میں نے نہیں بنائے شاہد یہ اس لڑکے نے بنائے ہو ڈاکٹر غلام نبی کے پوچھنے پر کہ کا کا یہ تم نے بنائے ہیں تو ملک صاحب نے ہاں میں جواب دیا جس پر ڈاکٹر غلام نبی نے کہا کہ اس لڑکے کو اپنے پاس مت بیٹھنے دو یہ کام سیکھ جائے گا جس پر ملک حسین صاحب ہنسے اور کہا مجھے اس کام کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں پولی ٹیکنیکل کالج میں ہوں جہاں یہ سکول واقع تھا (لائلپور) اُس کے پاس ہی ایک ہندو ڈاکٹر جو ایلو پیتھک اور ڈینٹس تھا اور پریکٹس کرتا تھا اِس کے ہاں ملک صاحب کا آنا جانا شروع ہو گیا کچھ دنوں کے بعد ملک صاحب نے اُس ہندو ڈاکٹر سے کہا کہ تمھارا اتنا کام ہے تم ایسا کیوں ں نہیں کرتے کہ میں تمھارے ماڈل تیار کر دیا کرو اور بعد کا کام تم خود کر لیا کرو ڈاکٹر نے پوچھا اِس کی مزدوری اور اس کے ساتھ ہی اِن کا کام دیکھا تو اُسے محسوس ہوا کہ یہ کام جانتا ہے ماڈل کی مزدوری دو آنے فی دانت کے حساب سے

Marfat.com

مقرر ہوئی دانتوں کی مزدوری میں اِن کے تمام اخراجات بڑی آسانی سے پورے ہو جاتے تھے اور پوری تنخواہ جو 60 روپے ماہ وار تھی وہ گھر بھیج دیتے تھے جہاں پر کہ لوگوں نے کانا پھوسی شروع کر دی کہ ''حسینا (ملک حسین) لائلپور میں ڈاکے ڈال رہا ہے جہاں سے اپنے پیسے آجاتے ہیں'' اور کچھ عورتیں دعا کرتی تھی کہ یا پاک پروردگار محمد حسین جیسی اولاد سب مسلمانوں کو عطا کرو۔

کچھ ہفتوں کے بعد ملک صاحب نے دوسرے اسٹیج کا بھی کام سیکھ لیا اور مزدوری تین آنے دانت ہوگئی یہ ہندو ڈاکٹر مریض کے جبڑے کا ناپ موم میں خود لیتا تھا جو کہ ملک صاحب کو پسند نہیں تھا مزدوری چار آنے ہوگئی ناپ سے لے کر فٹنگ تک ملک صاحب نے خود شروع کر دیا آہستہ آہستہ اُس ہندو ڈاکٹر نے اپنا سارا دونتوں کا کام ملک صاحب کے حوالے کر دیا اور خود ایلو پیتھک میں مصروف ہو گئے۔

1919 میں ملک صاحب چھٹی امرتسر آئے ہوئے تھے وہاں پر جلیانوالہ باغ کا معاملہ ہو گیا اور یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حافظ ملک قادر بخش شہید ہو گئے ہیں اس پر محلے کے چند نوجوانوں کو ساتھ لے کر انگریزوں کے بنکوں کو آگ لگا دی ڈپٹی کمشنر کی عادلت کو جلا دیا گیا اور پورے شہر نے بغاوت کر دی جو بھی انگریز ملا اُس کو قتل کر دیا گیا مزید انگریز فوج لاہور سے منگوائی گئی جنھوں نے کہ محلے اور کوچوں میں بے انداز لوگوں کو شہید کر دیا اور امرتسر کو فتح کر لیا گیا بہت سے لوگ گرفتار کر لیے گئے اور کچھ لوگ بھاگنے میں کامیاب ہو گئے اِن میں دادا منصور بھی شامل تھے جو بھاگ کر افغانستان کی طرف چلے گئے جہاں سے ہوتے ہوئے وہ رشیا چلے گئے۔ اور محمد حسین ملک بھاگ کر کلکتہ کی طرف چلے گئے حکومت نے اِن دونوں کے متعلق احکام جاری

Marfat.com

کردیے(shoot at sight)اِس کا مطلب یہ ہے اِن پر مقدمہ چلانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جہاں دیکھوں گولی ماردو۔

ملک صاحب ایک جہاز میں ملازمت کر کے سنگاپور چلے گئے جہاں سے کے بعد میں شنگائی پہنچ گئے اُس وقت دنیا کے مختلف حکومتوں کے اپنے اپنے ٹاؤن تھے ملک صاحب نے اپنی شناخت تبدیل کردی اور ملک محمد حسین کی بجائے اپنے کاغذات میں Malik کی بجائے Mullik لکھااور محمد حسین کو M H کردیا۔

شنگائی ڈینٹل کالج میں انھوں نے داخلہ لے لیا اور اِن کے علم کی وجہ سے اِن کو چار سمسٹر کی چھوٹ مل گئی اِن کے ساتھ روس کی بال شویک (کمیونسٹ) زارِ روس اور اس کے تمام خاندان اور روٗسا کو قتل کردیا کچھ لوگ بچ کر آسٹریا بھاگ گئے اور کچھ چین میں آگئے اس میں ایک روٗسا فیملی کی ایک بیٹی جو کہ بہت زیادہ زبانیں جاننے کی وجہ سے عدالت میں Interpreter(مترجم) کی حثیت سے کام کرنے لگی اور ساتھ میں ڈینٹل کالج میں تعلیم بھی حاصل کرتی تھی ملک صاحب کا اس سے معائدہ ہوا کہ میں ٹیکنیکل کام میں اُس کی امداد کروگا اور وہ میری انگریزی اور چاہنز میں اِن کی مدد کرے گی شنگائی یونیورسٹی میں زیادہ تر ڈینٹل سرجری انگریزی میں پڑھائی جاتی تھی قصہ مختصر اِن دونوں کی شادی ہوگئی ملک صاحب نے ڈگری حاصل کرنے کے بعد ٹوکیو یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا جہاں سے کہ DDS کا امتحان پاس کیا شنگائی واپس آکر اسسٹنٹ پروفیسر کی حثیت سے کالج میں پڑھانا شروع کردیا والدین نے ملک صاحب کو خطوط لکھے کہ اُن کی والدہ سخت بیمار ہے اور اُن کو یاد کررہی ہیں والدہ کو ملنے کے لیے ہندوستان آئے تو اُن کی شادی بٹالے میں کردی گئی اِن کے

Marfat.com

سسرال پولیس میں اور دہلی کے وائے سرائے کے دفتر میں ملازمت کرتے تھے انھوں نے اِن کا پرانا ریکاڈ ضائع کروادیا۔

ہندوستان میں کانگرس پارٹی اور بعد میں سباش چندر بوس کی بنائی ہوئی فاروڈ بلاک میں شامل ہوگئے اور کافی عرصہ جہل یاترا کرتے رہے۔

امرتسر میں انھوں نے اپنی ڈینٹل سرجری کی پریکٹس شروع کر دی 1930,31 میں بہت مشہور ہوئے کیونکہ انھوں نے پائیوریا جس کا مطلب ہوتا ہے مسوڑوں میں پس پڑ جانا اور منہ سے بد بو آتی ہے اس کا علاج شروع کیا جس کی وجہ سے نہ کہ بہت کامیابی ہوئی بلکہ ہندوستان کے مختلف علاقوں سے مریض علاج کے لیے آنے لگے ہندو اُن کو بگوان کہتے تھے اور مسلمان اُن کو ولی اللہ ایک مریض کے علاج کرنے کی فیس 111 روپے لیتے تھے اور ایک مہینے میں تقریباً 1000 سے اوپر کی آمدنی ہوتی تھی 300 روپے ماہ مار والدہ صاحب کو دیتے تھے اور بقایا مختلف جگھوں پہ یتیموں، مسکینوں اور سٹوڈنٹس میں بانٹ دیتے تھے ساری زندگی یہی حال رہا کہ اخراجات سے جو فالتوں بچ جاتا تھا وہ اللہ کے نام پر چلا جاتا تھا

مجھے اس بات پر فخر ہے کہ ڈاکٹر محمد حسین ملک کا میں فرزند ہوں مجھے اُن سے جو انسانیت کی تعلیم ملی ہے اُس کا شکریہ اگر مجھے دس زندگیاں بھی مل جائیں اور ہر زندگی میں اُن کا شکریہ ادا کروتو بھی ادانہیں ہوسکتا ہے۔

میری والد صاحب کے ساتھ بے انداز دوستی تھی آج بھی کوئی ایسا دن نہیں گذرتا کہ میں اِن کو یاد نہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے (آمین)

Marfat.com

صوفی تبسم

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم اردو فارسی اور پنجابی کے شاعر تھے۔ فارسی کے اُستاد تھے۔ ریڈیو کے رائٹر تھے۔ اور اگر یہ سب کچھ بھول جائے تو یہ بات تو کوئی نہیں بھول سکتا کہ وہ بچوں کے شاعر تھے۔ انہوں نے بچوں کے لیے جو شاعری کی وہ واقعی بچوں کے پڑھنے کی ہے۔ اور بچے اسے اپنی عمر کی شاعری سمجھتے ہیں۔ میں نے ایک بار ایک شاعر سے پوچھا

''یہ جو آپ بچوں کے لئے نظمیں لکھتے ہیں۔ کیا بچے بھی انہیں اپنی نظمیں کہتے ہیں؟

کہنے لگے'' مجھے معلوم نہیں اور نہ ہی میں نے کبھی یہ سوچا ہے۔ میں نے تو بچوں کو سامنے رکھ کر شاعری کی ہے۔''

عرض کیا'' کیا آپ شعر کہتے ہوئے بچے بن گئے تھے۔''

ان شاعر کے کلام کو میں نے کسی بچے کے ہاتھ میں نہیں دیکھا۔ انہوں نے اس سوال کا جواب دینا پسند نہیں کیا۔ صوفی تبسم بچوں کی شاعری کرتے ہوئے یقیناً بچپن میں جا پہنچے تھے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ ان کے اندر سے بچپن رخصت ہی نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے کتنا مشکل کام کیا۔ کہ اپنے اندر بچپن کو زندہ رکھا۔ اتنی لمبی عمر اور اتنی لمبی معصومیت۔ کوئی ریاضت سی ریاضت ہے کوئی کمال سا کمال ہے۔ خدا صوفی تبسم کا یہ کمال قبول فرمائے۔

صوفی تبسم نے شاعری تو بہت کی، مگر وہ مقبول اس وقت ہوئے جب ان کا

Marfat.com

کلام گلوکاروں کے وسیلے سے عوام تک پہنچا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اچھے شاعر نہیں تھے انہیں گلوکاروں نے شاعر بنایا۔ بات صرف یہ ہے کہ اُن کا کلام کمال عوام تک گلوکاروں کے ذریعے ہی پہنچا۔

صوفی تبسم واقعی شاعر تھے ورنہ ایسا مصرع کوئی دوسرا عام شاعر کہہ کر دکھائے :

ایہہ پتر ہٹاں تے نہیں دکدے تو لبھنی ایں وچ بازار کُڑے

یہ مصرع تو فوک ہو گیا ہے۔ اس لیے اس میں فوک والی گہرائی اور سچائی ہے۔ یہ اس لیے بھی فوک ہو گیا کہ اس میں نہ کوئی لفظ زاہد ہے، نہ کم۔ اس کی علامتیں اور اشعار سب ہمارے پنجاب کے ماحول سے آئے ہیں یہ خالص پنجابی شاعری ہے۔ اردو شاعری کا پنجابی ترجمہ نہیں۔ ایسی شاعری کے لئے جو تربیتی ماحول چاہیے وہ صوفی تبسم کو میسر آیا۔ وہ حکیم فیروز طغرائی کے شاگرد اور علامہ محمد حسین عرشی کے خواجہ تاش تھے۔ علامہ عرشی سے انہیں عمر بھر تعلق رہا۔ دونوں امرتسر کی زندہ تاریخ تھے۔ دونوں تینوں زبانوں کے شاعر تھے۔ دونوں شاعری میں حکیم فیروز طغرائی کے شاگرد تھے۔ اور قرآن مجید میں خواجہ احمد الدین کے شاگرد تھے۔ دونوں اردو پنجابی اور فارسی کے شاعر تھے۔ دونوں نے طویل عمر پائی۔ دونوں اہل قرآن کی جماعت امت مسلمہ سے متعلق رہے تھے۔ دونوں میں سے ایک رندِ شب زندہ دار، دوسرے مجلس آراء اور بزم آراء۔ اسی بزم آرائی اور مجلس آرائی کے سبب صوفی غلام محمد مصطفیٰ نے تبسم تخلیق کیا۔

صوفی تبسم کی بزم آرائی کا ایک لازمہ طعام کی دعوتیں تھیں۔ صوفی صاحب

دوستوں کی دعوتیں کرتے اور انہیں کھانا کھلاتے، خصوصاً امرتسری کھانا۔ شب دیگ کی دعوت بڑے شوق سے کھلاتے۔ انہیں دوست نہ ملتا تو کسی ناواقف کو پکڑ لاتے اور اسے کھانا کھلاتے۔ کھانا کھلانا صوفی صاحب کا مشغلہ تھا' شوق تھا' اور شاید ان کی شخصیت کا لازمہ بھی۔ ان کا کوئی ملنے والا' چاہنے والا دوست یا واقف کسی دوسرے شہر سے آئے تو صوفی صاحب اس کی دعوت ضرور کرتے کھانا کھلاتے۔ مجلس آراستہ ہوتی گفتگو کا دور چلتا۔ اور صوفی صاحب بھلے شاہ کی طرح خوش ہوتے۔ ان کے اندر کا بچہ تالیاں پیٹتا اور خوشی سے نہال ہو جاتا۔ صوفی صاحب کی یہی زندہ دلی کئی دہائیوں کی عمر تک قائم رہی۔

صوفی صاحب کا ایک شوق صبح کی سیر تھی۔ وہ ننگے پاؤں گھاس پر چلتے اگر کہیں گھاس پر چلنا ممنوع ہوتا تو وہ خاصے جز بز ہوتے۔ انہوں نے بھی مجید امجد کی طرح صبح میں سیر جاں کے لیے بچا رکھی تھیں۔

بچا کہ رکھا ہے جسے سیر جان کے لیے
وہ ایک صبح تو ہے سیر بوستان کے لیے

صوفی تبسم نے شاعری کے ساتھ ساتھ غالب کے ترجمے کیے غالب کے فارسی کلام کی تشریح لکھی۔ یہ غالب سے ان کے عشق کی دلیل تھی۔

صوفی تبسم نے ایف۔اے امرتسر میں کیا بی۔اے ایف سی کالج لاہور میں' ایم۔اے۔ اسلامیہ کالج لاہور سے اور بی۔ٹی ٹریننگ کالج سے۔ ایک عمر گورنمنٹ کالج میں پڑھایا۔ ریٹائر ہو کر ریڈیو کے لیے کام کیا۔ انہوں نے ادب' شعر اور تدریس اور روٹی کھائی اور کھلائی۔ یہی ان کی زندگی کا واحد وسیلہ تھا۔ واحد عیاشی تھی

Marfat.com

امرتسر میں ان کا تعلق اہل قرآن سے رہا۔ان کی ادبی زندگی کے تذکرے میں اس کا ذکر گول کر دیا جاتا ہے۔حالانکہ ان کی زندگی کا علمی حوالہ تھا بہرحال ان کی زندگی اس چراغ کی طرح تھی جسے خوش درخوشید کیا جائے گا۔اگرچہ شعلہ و مستعجل کہنا بے جانہ ہوگا کہ انہوں نے نوے سال سے زاہد عمر پائی۔

خواجہ احمدالدین امرتسری

امرتسر میں ایک بزرگ مولانا غلام علی امرتسری تھے۔پہلے بریلوی تھے پھر اہلحدیث ہوگئے۔مگر ہمیشہ اہلحدیث نہ رہ سکے۔آپ حدیث سے بس حسنِ ظن رکھتے تھے اور قرآن سمجھنے میں اس سے کم ہی اعتنا کرتے۔آپ نے چند پاروں کی تفسیر لکھی جس میں بعض امور پر آزادانہ تحقیق کی۔آپ نے حضرت عیسیٰؑ کی ولادت' معراج اور بعض دوسرے امور میں سلف کے طریقے سے گریز کا راستہ اختیار کیا۔انہوں نے نہ تفسیر شائع کی نہ اپنے خیالات کو عام کیا۔اولاد نے بھی آپ کے خیالات کو عوام میں مقبولیت پر قربان کرنے میں عافیت سمجھی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب ایک بڑے اہلحدیث عالم محمد حسین بٹالوی مرزا غلام احمد صاحب کی مدح وستائش میں مصروف تھے۔1984 میں مرزا غلام احمد صاحب کے خلاف مولانا غلام علی اور علمائے لدھیانہ کے فتویٰ کی تردید اور مرزا کی بڑائی کی تحسین میں مولانا بٹالوی نے اپنے رسالے اشاعۃ السنہ کے بے شمار صفحات سیاہ کیے۔

مولانا غلام علی کے خیالات اُن کے ایک شاگرد خواجہ احمد الدین امرتسری

Marfat.com

کے ذریعے شائع ہوئے۔ یہ کھلے کھلے اہل قرآن تھے۔ حدیث کے متعلق جس آزاد خیالی کا مظاہرہ خواجہ احمد الدین نے کیا وہ ایک امرتسری ہی کر سکتا تھا۔ امرتسر میں ماسٹر مست رام اور عبدالرزاق خا کی اللہ تعالیٰ کی ہستی کے خلاف مناظرے کیا کرتے تھے۔ خواجہ احمد الدین نے بھی اس سے مناظرے کیے۔ خواجہ نے ایک طرف ان لوگوں کے خلاف مناظرے کیے اور باری تعالیٰ کی ہستی کی تائید میں زورِ قلم صرف کیا دوسری طرف مولانا ثناء اللہ امرتسری سے مناظرہ کیا۔ اور حدیث کی مخالفت میں قلم توڑ دیا۔ انہی دنوں ماسٹر عبدالغفور شہباز اسلام ترک کر کے آریا سماجی ہو گئے۔ انہوں نے ترک اسلام لکھ کر مسلمانوں کو چیلنج کیا۔ بہت سے علماء نے اس کتابچے کا جواب لکھا۔ خواجہ صاحب نے بھی ضیاء الاسلام میں اس کا جواب لکھا۔ واضع رہے کہ یہ صاحب عبدالغفور شہباز اسلام ترک کر کے دھرمپال ہوئے۔ اور پھر دھرمپال سے غازی محمود بنے۔ غازی محمود بن کر انہوں نے آریا سماج کا سومنات گرانے کی اپنی سی کوشش کی اس کوشش میں ایک براہمن عورت سے شادی بھی شامل تھی۔

خواجہ احمد الدین نے امت مسلمہ کی بنیاد رکھ کر امت مسلمہ میں تفرقے کا آغاز کیا تو آپ کو بھی ہمنوا میسر آ گئے۔ رسالہ بلاغ شائع کرنے لگے۔ بلاغ بند ہوا تو البیان شائع کرنا شروع کیا۔ انہیں بہت سے شاگرد میسر آئے۔ ایک تو محمد حسین عرشی تھے۔ جو خواجہ احمد الدین کی امت مسلمہ میں شامل ہو کر بھی امت مسلمہ کے قریب رہے۔ رسول پاک ؐ کی امت کے دوسرے لوگوں سے بھی ہم کلامی اور ہم خیالی کا سلسلہ جاری رکھا۔ خواجہ صاحب کے ایک اور بے قاعدہ شاگرد بھی تھے۔ جنہیں خواجہ کی صحبت نے عبداللہ چکڑالوی کو اہل حدیث سے اہل قرآن بنا دیا۔ عبداللہ چکڑالوی ضلع

Marfat.com

میانوالی کے گاؤں چکڑالا کے رہنے والے تھے۔نام غلام نبی تھا۔مسلک کے بریلوی۔ والد پیر پرست اور روایت پرست انہوں نے روایت توڑی پیر پرستی ترک کی توحید پر ایمان پختہ تر کیا اپنا نام بدلا اور عبداللہ چکڑالوی ہو گئے۔لاہور کی مسجد چنیاں والی میں امام ہو گئے خواجہ احمد الدین کی صحبت میسر آئی تو حدیث کا انکار کر دیا۔اب اس مسجد میں دو جماعتیں ہونے لگیں۔اہلحدیث کی الگ اور اہل قرآن کی الگ۔عبداللہ چکڑالوی نے نماز کے بعض کلمات تک بدل ڈالے گویا پیر پرستی چھوڑ کر نکلے تھے۔اور خود پرستی کے بھنور میں پھنس کر رہ گئے یہ تھا خواجہ احمد الدین کو فیضِ صحبت۔

خواجہ احمد الدین کے کام کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ کتنے ہی گروہوں سے مناظرے پھر اس پر مستزاد نوجوانوں کی تربیت۔ان کے بیشتر مناظرے تحریری ہوتے تھے۔ان کی صلاحیتیں مناظروں کی نظر ہو جاتیں مگر انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر بیان الناس لکھ کر اپنے آپ کو بچا لیا۔اب ان کے خیالات کا منظم اور مربوط اظہار بیان الناس میں ہو رہا ہے۔اس میں قرآن مجید کا بیان ہوا ہے یا نہیں ان کے اپنے خیالات خوب کھل کر سامنے آئے ہیں۔ویسے بھی اہل قرآن اپنے خیالات میں خاصے فکر مند ہوتے ہیں۔کہ انہیں پورے اسلام کی تشکیل نو کرنی پڑتی ہے۔اتنی بڑی ذمہ داری کا بوجھ اٹھا کر بھی بعض اہل قرآن خاصے غیر ذمہ دار رہے ہیں۔

خواجہ احمد الدین کی اولاد میں اُن کے افکار تسلسل سے موجود ہیں۔لکشمی چوک میں اب بھی امت مسلمہ ہال موجود ہے یہ امرتسر کے ہال کی جگہ الاٹ ہوا تھا۔آج کل یہ بند رہتا ہے۔کچھ عرصہ فاروق صاحب یہاں درس دیتے رہے اب وہاں ویرانی قیام پذیر ہے یہ مقام علامہ عرشی کی زندگی میں آباد مقام تھا۔آجکل اہل

Marfat.com

قرآن کا ڈیرا پرویز صاحب کی کوٹھی پر ہے۔ حالانکہ پرویز کے پاس سوائے انشاء پردازی کے اپنا کچھ بھی نہ تھا۔ بہر حال ان کے بعض خیالات کی بہت سوں کے ہاں صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔

ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہوگئیں

ابوسعید قریشی

کسی بندے کے ادب میں زندہ رہنے کے لئے یہی سند کافی ہے کہ وہ منٹو کا ساتھی رہا ہو۔ اُس کے پاس فیض کی بیاض رہی ہو۔ اُس نے باری کی صحبت اُٹھائی ہو۔ یہ اتنی بڑی اسناد ہیں۔ کہ کسی بندے کو تاریخ ادب میں شامل کیا جا سکتا ہے، مگر ابوسعید قریشی کے پاس تو اور بھی کئی اسناد ہیں اُس نے سو سے زیادہ افسانے لکھے۔ یہ جرائد میں شائع ہوئے ساٹھ کے قریب ریڈیو، سٹیج اور ٹی۔ وی ڈرامے لکھے دو درجن شخصی خاکے لکھے تین ناول اور ایک ناولٹ لکھا جو چھپ کر شائع ہوئے۔ منٹو اور فیض پر کتابیں لکھیں جو شائع بھی ہوئیں اور مقبول بھی ہوئیں منٹو پر ان کی کتاب (حوالے کی چیز) بھی ہے۔ اور استفادے کی۔ حوالے کی کتابیں عموماً الماری کے اوپر کے خانے میں رکھی جاتی ہیں۔ تا کہ بندہ پڑھنے سے محفوظ رہے۔ یہ صرف پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کے کام آتی ہیں۔ یا محققین کے کام آتی ہیں۔ ابوسعید قریشی کی کتابیں محفوظ کرنے کے لیے نہیں محظوظ ہونے کیلئے بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں پڑھا جاتا ہے اور حوالے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

Marfat.com

ابوسعید قریشی ۱۵ مئی ۱۹۱۶ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ میٹرک فاضلکا سے کیا انٹر ہندو سبھا کالج امرتسر سے کیا اور ۱۹۳۷ء میں خالصہ کالج سے بی۔اے کیا۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا ریڈیو دہلی سے منسلک ہو گئے تیس سال ملازمت کے دور میں موسیقی اور ڈرامے سے جڑے رہے۔

۱۹۲۴ء میں ادبی زندگی کا آغاز منٹو کی رفاقت اور باری علیگ کی صورت میں ہوا۔ باری علیگ کے نام کا سابقہ اشترا کی ادیب تھا۔ اسی شراکت کا اثر ابوسعید قریشی پر بھی ہوا۔ ابوسعید قریشی منٹو کے ساتھ ہمایوں اور عالمگیر کے روسی اور فرانسیسی ادب نمبروں کے کام میں شریک رہے۔ انہوں نے روسی مصنفوں کے ترجمے کیے۔ ترجمے تو خیر انہوں نے اور بھی بہت کام کے کیے مگر اُن کا ادب میں حوالہ منٹو اور فیضانِ فیض ہیں۔ منٹو کے ساتھ ایک عمر کی صحبتیں شامیں بسر ہوئی تھیں۔ اس لیے وہ منٹو پر لکھنے کے اہل بھی تھے۔ اور لکھنے کی ہمت بھی رکھتے تھے۔ جب فیضان فیض لکھی تو عمر اور صحت ڈھل چکی تھی۔ اس کتاب کی شانِ نزول یہ ہے:۔

کئی سال سے نان کے چھوٹے ٹکڑوں کے لئے تعویذ لکھ رہا تھا۔ کام کی اُکتاہٹ اور زندگی کی بے رنگی کو دور کرنے کے لیے کبھی کبھی کوئی بھولا بھٹکا خیال ماضی کی مصروف زندگی کو کوئی جگمگاتا ہوا لمحہ یا بچپن کے بے فکر زندگی کا کوئی جگنو نہ جانے کہاں کہاں سے ٹمٹمانے لگتا ہے اور کوئی ٹوٹی پھوٹی نظم بے وزن شعر یا آج کی اصطلاحات اور افسانہ نگاری کی فیشن ایبل روشوں سے الگ تھلگ اور غیر معیاری بزرگ نویسی کی مودبانہ معذرت سے لوٹا دیا جانے والا قصہ یا ڈرامہ رقم بلکہ قلم زد ہو جاتا ہے اور بس''

Marfat.com

ابوسعید قریشی فیض پر کیوں نہ لکھتے انکے پاس فیض کی ایک بیاض رہی تھی۔ جو پہلے دو ماہ منٹو کے پاس رہی تھی۔ مگر حال یہ تھا کہ ابوسعید قریشی پر بار بار دل کا مرض حملہ آور ہو رہا تھا۔ لائبریری دور' سفر بسوں ویگنوں کا' موسم گرمی کا فاصلے کراچی کے صحت مند بھی ان حالات میں مریض ہو جاتا مگر یہ ابوسعید تھا کہ بیماری بھی کاٹتا رہا اور تیشہ فن سے کوہِ بے ستوں بھی کاٹتا رہا تب فیضان فیض کی جوئے شیر اراں ہوئی۔

ابوسعید قریشی ریڈیو میں ملازم رہے۔ وہاں کئی حادثے ہوئے۔ ایک حادثہ یہ ہوا کہ ریڈیو مشاعرے میں کہ مجاز نے باغبانہ نظم پڑھ ڈالی۔ وہ تو شکر ہوا کہ تاثر اللہ صدارت کر رہے تھے۔ انہوں نے وقتی طور پر معاملہ سنبھال لیا۔ پھر اچانک مجاز کے ہاتھ کا مسودہ مل گیا۔ اس کے ایک طرف ضرر رساں نظم تھی۔ دوسری طرف بے ضرر کلام۔ چلو گواہی مل گئی کہ وہ بے ضرر کلام دکھا کر live پروگرام سے فائدہ اٹھا گئے اور ضرر رساں نظم پڑھ کر چلے گئے۔

ابوسعید قریشی امرتسر کی مٹی کے تھے کئی جگہوں کی خاک چھانی بچپن میں ہی پاؤں میں بھنور بندھے تھے والد کی ملازمت میں سفر کرتے رہے تھے۔ پھر والد چل بسے تو غربت نے کئی کنویں جھانکنے پر مجبور کر دیا۔ لاہور' علی گڑھ پڑھنے لگے مگر امرتسر نے کھینچ لیا پھر ملازمت دہلی سے شروع ہوئی اسلام آباد پر خاتمہ ہوا۔ پھر زندگی کے آخری برس کراچی میں بسر ہوئے سفر ہی زندگی کا استعارہ ہے' یہی حاصل بھی ہے اور زندگی کا اور بس۔

سعادت حسن منٹو

سعادت حسن منٹو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اور وہ جو امرتسریوں میں ایک ٹیڑھ ہوتی ہے۔ منٹو میں پیدائشی طور پر موجود تھی۔ والد عدالت خفیفہ میں منصف تھے' اس لیے ان کا نام ہی منصف غلام حسین پڑ گیا بہنوئی امرتسر کے معززین تھے ایک بہنوئی میاں حفیظ اللہ وکیل اور رئیس شہر اور دوسرے امرتسر کے رئیس جلیانوالا باغ کے ہیرو سیف الدین کچلو بھائی۔ اگرچہ سوتیلے' سب بیرسٹر' والد صاحب بھی یہی چاہتے تھے کہ آپ بیرسٹر بنیں۔ مگر آپ باقاعدہ تعلیم کے راستے سے بھٹک جانے میں عافیت سمجھتے تھے والد اور اساتذہ راہ پر لانے کی کوشش کرتے' مگر ناکام ہیڈ ماسٹر خواجہ محمد عمر سکول ٹائم کے بعد کلاسیں لیتے مگر منٹو کھسک لیتے ادھر اُدھر ہو جاتے بلا آخر انہوں نے حسن بن صباع پارٹی بنائی جس کا کام گپ ہانکنا' ناول پڑھنا' نت نئی افوائیں پھیلانا تھا۔ منٹو کی یہ پارٹی ہیڈ ماسٹر صاحب کے گھر خط ڈالتے جس میں انہیں قتل کی دھمکیاں دیتے جرم وہی کہ وہ طلبہ کو اتنا بہت سا پڑھا رہے ہیں۔ اُن کی ذہنی اور جسمانی صحت ضائع کر رہے ہیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے ایک روز منٹو کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور ان کی دھنائی کر ڈالی۔ اس سے باز آئے تو شہر کی دیواروں پر یہ پوسٹر چسپاں کر دیا۔

ہیڈ ماسٹر محمد عمر خان ملت اسلامیہ کے ہونہار فرزندوں کا قاتل ہے۔ وہ ہر وقت طالب علموں کو پڑھا کر برباد کرنا چاہتا ہے۔ اگر اُسے جلد ہیڈ ماسٹری سے علیحدہ نہ کیا گیا تو انجمن اسلامیہ کے خلاف تحریک چلائی جائے گی۔

Marfat.com

جس کسی نے یہ پوسٹر پڑھا' لطف اٹھایا اور ہنس دیا انجمن کے صدر منٹو کے بہنوئی میاں حفیظ اللہ تھے۔ یہ پوسٹر پڑھ کر نہ ہیڈ ماسٹر صاحب ناراض ہوئے نہ دوسرے لوگ سب نے لطف اٹھایا۔ کسی کو کیا پتا کہ یہ مستقبل کے عظیم ادیب کے مکتب کے خلاف احتجاج ہے۔ ولیم بلیک دنے اس سے ملتی جلتی بات کہی تھی۔ "Thank God I like fools.never go to school to loc flogged" منٹو مکتب سے بچتے رہے۔ اور حماقت سے محفوظ رہ کر حکمت تلاش کرتے رہے۔ منٹو اُن ادیبوں میں سے تھے۔ جو جوانوں کو پیروں کا استاد کرتے ہی نہیں تھے۔ خود بھی استاد بن جاتے تھے۔ انہیں آغا حشر سے ملاقات کا شوق تھا۔ ایک دفعہ انہیں پتا چلا کہ آغا امرتسر سے لاہور جا رہے ہیں۔ منٹو نے کوشش کر کے آغا حشر کے کمپارٹمنٹ کا ٹکٹ حاصل کر لیا۔ وہاں ایک گھٹیا سا ڈرامہ لیکر بیٹھ گئے۔ آغا حشر نے کتاب کا نام پڑھ لیا۔ منٹو سے پوچھا۔ کیا تم ڈرامے شوق سے پڑھتے ہو؟ منٹو نے تصدیق کی۔ آغا نے ڈراما نگاروں کے نام پوچھے۔ تو منٹو نے امانت' احسن' بیتاب حتیٰ کہ ماسٹر رحمت اور غلام علی دیوانہ کا نام گن دیا مگر آغا حشر کا نام زبان پر نہ آنے دیا۔ آغا حشر یہ سب کیونکر برداشت کرتے انہوں نے پوچھا۔ تم نے آغا حشر کا نام نہیں سنا۔ منٹو بولے۔ وہ کیا کرتے ہیں۔ اب آغا اپنی توہین اور اس قدر توہین کس قدر برداشت کرتے آپے سے باہر ہو گئے خوب سنائیں منٹو بھی کہاں چپ رہتے۔ انہوں نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ جب لاہور کا سٹیشن آیا تو کہا۔ " قبلہ یہ سب تو آپ سے ملاقات کے لیے ناٹک رچایا تھا۔ منٹو سے آغا حشر کی دوستی بچپن سے تھی۔ اُن کا ایک ڈرامہ سٹیج کرنے کی

Marfat.com

کوشش کی۔ مگر ان کے والد نے کسی فلمی کردار کی طرح یا ناولوں کا ظالم سماج بن کر کہا۔ یہ ڈرامہ نہیں ہوسکتا۔ اور یہ ڈرامہ نہ ہوسکا سب کچھ ختم ہوگیا۔

منٹو کتابیں پڑھتے اور شوق سے پڑھتے اب اتنی کتابیں پڑھنے کو پیسے کہاں سے آئیں چوری کرتے ایک خریدتے ایک کھسکا لیتے ایک دفعہ پکڑے گئے گرفتار ہوئے تو انقلاب زندہ باد کے نعرے شروع کر دیئے۔ جھٹ سے اخلاقی مجرم سے سیاسی مجرم بن گئے۔

لکھنے لکھانے کا شوق تو پیدائشی تھا کسی ایک استاد نے خط سیدھا کر دیا ایک استاد مولانا عبدالمجید سالک صاحب نے اردو بہتر کرنے میں مدد دی باری علیگ نے لکھنے کی طرف لگا دیا اور منٹو لکھتے رہے جنہوں نے حکایات خونچکاں' ہر چند اس میں ان کے ہاتھ قلم ہوئے۔

ہاتھ قلم ہونے کی داستان یہ ہے کہ ان کے بہت افسانوں پر فحاشی کے الزام پر مقدمہ چلا اُن کے افسانوں میں جنس بھی ہے' عریانی بھی مگر فحاشی ہرگز نہیں منٹو تو خود فحاشی کے مخالف ہے عریانی انہیں سخت ناپسند تھی وہ دیکھتے تھے تو بیان بھی کر دیتے تھے۔ رفیق غزنوی نے اپنی بیٹی کے بارے میں فحش بات کہہ دی۔ تو وہ چھی چھی کیے بغیر نہ رہ سکے۔ نور جہاں میں ذرا سی عریانی دیکھی تو بھی ناک سکوڑنے لگے۔ منٹو جنس پر افسانے لکھتے رہے۔ یہ موضوع بڑا عجیب ہے۔ اس میں پھسلنا ہی بہت زیادہ ہے۔ یہاں بڑے بڑے پھسل جاتے ہیں اور فحش ہو جاتے ہیں۔ منٹو ایسا متقی شخص تھا کہ وہ اس موضوع پر لکھتے ہوئے فحاشی سے دامن بچائے رکھتا تھا۔ اسکے افسانے حکومت کی نظر میں فحاشی تھیں پھر مولانا عبدالماجد دریا باری جیسوں کی نظر میں اہل ادب نے اُن

Marfat.com

کے افسانوں کو فحش نہیں کہا اور نہ کوئی کہہ سکتا ہے۔ حکومتوں نے اس کے افسانوں پر فحاشی کے ذیل مقدمے چلائے حالانکہ فحاشی تو یہ لوگ کر رہے تھے جو بہت با اثر تھا۔ وہ تو صرف تاریخ کی ان کو کہانی سنا رہا تھا۔ اب جو چاہے جتنا چاہے جھوٹ بولے اُس کا افسانہ کھول دو پوری حقیقت کھول دے گا۔

منٹو امرتسر کی مٹی کے تھے لاہور کی مٹی میں دفن ہوئے بیچ میں دہلی اور بمبئی کا بیچ پڑا۔ پاکستان بننے کے بعد وہ بمبئی میں تھے ایک بار اشوک کے ہمراہ جا رہے تھے راستے میں لوگ جمع تھےمنٹو کو خطرہ پیدا ہوا کہ یہ مسلمان ہیں اشوک کو نقصان نہ پہنچ جائے مگر لوگوں نے اداکار کو پہچان کر کہا کہ بابو کی گلی سے نکل جاؤ منٹو بھی بابو کی گلی سے نکل کر پاکستان آ گیا یہاں اس کا معمول تھا کہ پبلشر کو روزانہ افسانہ بیچنے کے لیے جاتا افسانہ بیچتا اور بوتل کی ضرورت پوری کرتا بس یہی اس کا معمول رہا۔ ایک دن معمول ختم ہوا اور دنیا سے چل دیا۔ بوتل کا معاملہ بھی عجیب تھا وہ پیتا تھا اور بہت پیتا تھا وہ بے وقت پینے لگا اس کا اثر اُس کی آخری زندگی پر بھی پڑا ادبی زندگی پر بھی اور گھریلو زندگی پر بھی گھر میں پریشانی اور مفلسی نے ڈیرے ڈال لئے وہ روزانہ افسانہ لکھنے لگا۔ ایسے افسانوں کا افسانہ ہونا بھی مشکوک تھا مگر منٹو تو وہی مشہور ہوا۔ ر نے اردو کے چند بہت اچھے اور بڑے افسانے لکھے۔

منٹو کے بڑے اور اچھے افسانوں میں کھول دو، کالی شلوار، بابو گھر پی ناتھ، ٹوبہ ٹیک سنگھ یا قانون، ہتک اور خوشیا وغیرہ ہیں اب کون ہے جوان افسانوں کا جواب لائے ان افسانوں کا مرکزی کردار عام آدمی ہے اور دکھ اٹھا رہا ہے منٹو کا رخصت ہونا بھی عجیب ہو گیا۔ کہ اس کے رخصت ہونے کے ساتھ ساتھ یہ عام آدمی بھی رخصت

ہو گیا گویا کہ منٹو کی موت اردو افسانے سے عام آدمی کی موت تھی۔

منٹو نے ڈرامے بھی لکھے وہ خود بھی ایک ڈرامہ تھا زندگی کے ڈرامے میں اس نے اپنا کردار اس طرح اور اس انداز میں ادا کیا کہ اس جیسا کردار ڈھونڈنے سے نہیں ملے گا۔ دوستوں کا دوست' شوکت حسین رضوی اور نور جہاں میں کٹنی (مخصوص) کا کردار ادا کرنے سے باز نہ آیا اپنی بچیوں کے لئے کچھ نہ کچھ الاٹ کرانا چاہا مگر ناکام رہا، فلموں میں رہا مگر نہ دھوکے باز بن سکا نہ فلرٹ اس کا کوئی سکنڈل نہ بنا ایک عشق کیا وہ بھی خاصا باوضو قسم کا وہ بھی ایک چرواہی لڑکی سے اس کی محبوبہ ورڈزورتھ کی ''لوسی'' محسوس ہوتی ہے۔ ایسا عشق کرنے کے بعد ٹھنڈا گوشت لکھنا یا خوشیا تخلیق کرنا منٹو کے تخلیقی کمال کا اظہار ہے یا کیا ہے؟ اس کے لئے زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہیں۔

منٹو نے باری کی شاگردی سے فن کا آغاز کیا اُس کا خاکہ لکھا اس پر ڈرامہ لکھا اس پر ڈامہ جرنلسٹ لکھا اس کا جگہ جگہ تذکرہ کیا اور اسے زندہ جاوید کر دیا باری کے لئے منٹو ویسا ہی تھا جیسا نذیر احمد کے لئے فرحت اللہ بیگ۔

منٹو کے بھائی بیرسٹر تھے رشتے دار مالدار تھے وہ مفلسی کی زندگی گزارتا تھا اُسے نہ حسد تھا نہ رقابت، وہ اپنی زندگی میں مگن تھا شاہد جانتا تھا کہ وہ بڑا آدمی ہے۔ اس نے بڑی سماجی زندگی اور ادبی عظمت حاصل کی تھی۔ یہی ادبی عظمت اس کا اثاثہ تھا۔ آج اس کے بیرسٹر بھائیوں کا تذکرہ بھی صرف اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ منٹو کے بھائی تھے منٹو نے اپنی زندگی کی تشکیل خود کی تھی اور اس کا جواز بھی وہ آپ ہی تھا۔

Marfat.com

نصراللہ خان

امرتسر میں ایک ہر دلعزیز ماہر تعلیم خواجہ محمد عمر خان ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول تھے نصراللہ خان انہی کے فرزند تھے۔۱۹۲۰ء میں جاورہ میں پیدا ہوئے سات سال کی عمر میں امرتسر آ گئے یہیں تعلیم حاصل کی آپ ایم۔اے۔او کالج کے طالب علم تھے ڈاکٹر محمد دین تاثیر اور فیض اُن کے استاد تھے۔اُن دنوں صاحبزادہ محمود الظفر اس کالج کے وائس پرنسپل تھے وہی صاحبزادہ محمود الظفر جو رشیدؔ جہاں کے شوہر تھے رشید جہاں کے افسانے اور ڈرامے ادب کا حصہ ہیں۔اُن کا حسن اور اُن کے قہقے ادیبوں کی یادوں اور یاداشتوں میں محفوظ ہیں نصراللہ خان نے بھی اُن کا حسن دیکھا اور قہقے سنے یہ یادیں اُن کے لکھے ہوئے خاکے،رشیدِ ''جہاں،، میں محفوظ ہیں۔نصراللہ خان کی سیاست سے وابستگی بس انہی کو یاد ہے وہ احرار میں رہے پھر مولانا ظفر علی خان کی نیلی پوش اتحاد ملت میں رہے یہ بس انہی کو یاد ہے ہاں ان کی صحافت اور اُن کے خاکوں کا مجموعہ ''کیا قافلہ جاتا ہے'' بھلائے نہ بھولے گا۔اخباری کالموں کا ایک مجموعہ شائع ہوا مگر صحافت بہر حال صحافت ہے آپ امروز کراچی، احسان لاہور، جنگ کراچی میں کالم لکھتے رہے حریت میں پہلے شمارے سے کالم لکھنا شروع کیا اور تاعمر جاری رکھا صحافت میں ایسے تعلق کی مثالیں بہت شاذ ہیں۔

نصراللہ خان ''کیا قافلہ جاتا ہے'' کے خاکوں کے حوالے سے عزیز بھی ہیں اور محترم بھی اُن کے خاکوں میں مرنے والوں کے زندہ تذکرے ہیں۔ان میں لاہور امرتسر اور کراچی کے لوگ ہیں اور یہی وہ شہر ہیں جن میں انہوں نے زندگی بسر کی

Marfat.com

امرتسر کی یادوں کے حوالے سے انہوں نے سید عطا اللہ شاہ بخاری کو بڑی محبت سے یاد کیا ہے۔ وہ ان کی دیانت خطابت، ذہانت، اور سرفروشی کے معترف ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ وہ ایک جوڑا دھو کر دوسرا پہنتے تھے سردیوں میں اپنی گدڑی سیتے دیکھے گئے ان کی خطابت مُردوں کو زندہ کرنے والی تھی مگر خود اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں جیتے جی مُردوں کے حال کو جا پہنچے۔

شاہ جی چھوٹوں کو نوازتے تھے اور ان کی خطائیں نظر انداز کر دیتے تھے نصر اللہ خان سے بھی ایک بار خطا ہوئی تو معافی مانگی شاہ جی نے شفقتوں سے نہال کر دیا نصر اللہ خان کے ہاں شب دیگ پکتی تو شاہ جی کو دعوت دے کر بھلاتے شاہ جی بھی انہیں اپنے ہاں دعوت میں بھلاتے، خوب کھاتے، خوب کھلاتے، کہ یہی زندگی کا فن ہے۔

نصر اللہ خان کے عالموں، سیاستدانوں، ادیبوں، شاعروں اور موسیکاروں، اور گلوکاروں سے تعلقات رہے یہ تعلق اُن کی زندگی کا سہارا بھی تھا اور مفہوم بھی۔

نصر اللہ خان کو ادب میں زندہ رکھنے کے لئے اُن کے خاکے بہت اہم ہیں۔ انہوں نے منٹو پر خاکے میں منٹو کے بارے میں وہ کچھ بیان کیا ہے کہ کوئی دوسرا بیان نہیں کر سکا وہ اُنکے دورِ طالب علمی کے گواہ تھے۔ اُن کے والد نے منٹو کا بستر اپنے گھر منگوا لیا منٹو کے والد بہت خوش تھے۔ چند روز کے بعد اُن سے ملنے نصر اللہ خان کے والد کے ہاں آئے تو پتا چلا کہ منٹو والدہ کا زیور بیچ کر بمبئی چلا گیا ہے اس طرح کی کتنی ہی کہانیوں کی روایت نصر اللہ خان سے ملتی ہے انہوں نے منٹو کا امرتسر کا دور دیکھا ہے۔ اب بھلا منٹو کو دیکھنے والے لوگ سر اٹھا اٹھا کر نہ دیکھیں تو کیا کریں۔

Marfat.com

نصراللہ خان بات سے بات پیدا کرتے اور لوگوں کے بارے میں بات کرتے ہوئے سچ کو جھوٹ سے ملوث نہیں ہونے دیتے رفیق غزنوی کا خاکہ منٹو نے بھی لکھا ہے اور نصراللہ خان نے بھی منٹو نے رفیق غزنوی کی عیاشی کو عریاں دیکھا اور دکھایا ہے۔ نصراللہ خان شاہدا سے عریاں نہیں دیکھ سکے اس لئے دکھا بھی نہیں سکے بس اُس کی عیاشی کی کہانی سُنا کر رہ گئے منٹو تصویر کشی کرتے ہیں۔ نصراللہ کہانی سناتے ہیں کہانی سنانے اور تصویر کشی کرنے میں جو فرق ہے وہی منٹو اور نصراللہ خان میں ہے۔

نصراللہ خان نے جن لوگوں کے خاکے لکھے ہیں یہ یاد رکھا ہے کہ کون سی باتیں یاد رکھنے کی اور بتانے کی اور کون سی بھولنے ور بھلا دینے کی ہیں نصراللہ خان نے جن واقعات کا انتخاب کیا ہے وہ بھولنے کا نہیں جو بھولنے کے قابل تھا وہ انہوں نے خود ہی بھلا دیا ہے گویا اپنے کرنے کا کام قاری کے ذمے ڈالنے کے بجائے خود ہی سر انجام دیا ہے۔

نصراللہ خان خاصے ہمدرد ہیں ابراہیم ملبیس بڑے بے لوث دروغ گو تھے۔ اُن کی دروغ گوئی کا تذکرہ اُن کے ہر جاننے والے اور چاہنے والے کے ہاں ملتا ہے مگر نصراللہ خان نے اسے ملبیس کا عیب بنا کر نہیں ہنر بنا کر پیش کیا ہے۔ جیسے عیاشی کو رفیق غزنوی کا ہنر بنا دیا حالانکہ منٹو جیسا شخص بھی عیاشی کو رفیق غزنوی کا ہنر نہیں عیب کہنے پر مجبور ہے نصراللہ ہنر ڈھونڈتا تھا اگر نہیں ملتا تھا تو عیب کو ہنر جان کر بیان کرتا تھا۔

Marfat.com

احمد راہی

احمد راہی جب امرتسر میں تھے۔اردو کے شاعر تھے۔لاہور آئے تو بھی اردو میں شاعری کرتے تھے۔ایک دفعہ فلم میں پنجابی گیت کی ضرورت پڑی، کئی شاعروں نے کوشش کی، مگر ناکام رہے آخر سعادت حسن منٹو نے راہی سے کہا کہ یہ جو تو ہیر کا ماما بنا پھرتا ہے تو کیوں نہیں لکھتا۔نتیجہ یہ ہے کہ راہی نے پنجابی میں گیت لکھا۔بس وہیں سے ابتداء ہوئی اور پھر پنجابی شاعری اور فلم راہی کی انتہا بھی ہو کر رہ گئی۔

راہی نے پنجابی فلم میں زندگی صرف کردی وہ فلم کے معیار کے پیچھے چلے تو شاعری بھی ضائع کر بیٹھے فلم نے اُن سے گیت لکھوائے اور ایسے گیت لکھوائے کہ اسے شاعری کے بجائے فلمی شاعری کہنا چاہیے جس طرح فلمی شادی ہوتی ہے، فلمی دوستی ہے۔ایسی ہی ہماری فلمی شاعری ہوتی ہے۔فلم کے آخر تک سب اپنی عمر طبعی گزار کر ختم ہو جاتے ہیں راہی کی بہت سی شاعری فلم کے ساتھ جی کر فلم کے ساتھ ختم ہو گئی مگر اس کی بہت سی شاعری اب بھی زندہ ہے ایسا لگتا ہے کہ کل بھی زندہ رہے گی۔

احمد راہی کی نظموں کی کتاب تریجن شائع ہوئی تو دھوم مچ گئی یہ سچ مچ شاعری تھی اور ترقی پسند شاعری بھی ایسی ہی ہو سکتی تھی گویا کتاب شاعری اور ترقی پسندی کا معیار ہو گئی، ترقی پسندوں نے ہمیشہ عوام اور فوک ادب سے جدید ادب کا رشتہ ناتا قائم کرنے کی بات کی مگر اس بات کو صرف احمد راہی نبھا سکے۔

احمد راہی کی نظموں کی کتاب تریجن میں پنجاب کا درد بھی ہے اور پنجاب کی محبت بھی، پنجاب کی لوک اصناف بھی ہیں اور لوگوں کی سوچ بھی راہی پنجاب کی

صبحوں شاموں، جذبوں اور درد کولیکر ایک ایسا جہانِ فن خلق کرتے ہیں کہ کوئی دوسرا شاعر کیا، خود احمد راہی اُس کا جواب نہ لا سکا۔

احمد راہی کی ترنجن میں الھڑ مٹیار چھلانگیں مارتی نظر آتی تھی۔ راہی جب فلموں میں پہنچے تو پوری ترنجن ساتھ تھی۔ پھر ترنجن کا ساتھ چھوٹ گیا۔ صرف یہ مٹیار ساتھ رہی۔ یہ فلموں میں جا کر گنڈا اتار کر ایسی بے حجاب ہوگئی جیسے کوئی طوائف زادی نتھ اترواکر، نتھ سے پہلے اور نتھ کے بعد کی طوائف اور راہی کی فلمی شاعری کا کیا رشتہ ہے پنجابی کے محققین کو اس پر غور کرنا چاہیے۔

راہی ترنجن لکھنے کے بعد شاعری تو کرتے رہے، مگر ترنجن نہ لکھ سکے ان کی شاعری پر فلم کا لیبل لگ گیا فلم کا لیبل بہت بے برکت لیبل ہے ویسے راہی بھی فلم کے لئے کچھ نیک فال ثابت نہ ہوئے ترقی پسند نظریے کولیکر فلم میں گئے اور فلم نے انہیں اسی منزل میں رہنے پر قائل کرلیا جس منزل میں ہماری پنجابی فلم مدت سے قیام پذیر تھی راہی فلم سے گنڈاسا نہ نکال سکے بڑھک کی آواز کم نہ کرسکا آغا حشر سے پہلے کے زمانے کا تھیٹر ہماری پنجابی فلم کا کلچر بن گیا راہی نے آرٹ کی قربانی دی، مگر فلم نے کسی شے کی قربانی دینا منظور نہ کیا راہی جیتے جی ادب میں ماضی کا قصہ ہوگیا مرا تو لوگ اور چونکے اور کہا ''کیا راہی اب مرا ہے؟''

اُن کے خیال میں احمد راہی سے سلطان راہی زیادہ اہم ہوگیا تھا احمد راہی سلطان راہی کے سکے چلاتا تو احمد راہی کو کون پوچھتا۔

احمد راہی فقرہ بہت اچھا کہتے تھے، مگر اکثر اوقات جل کر کہتے تھے ایک شاعر کی شہرت میں کسی زمانے میں یہ بات شامل تھی کہ بہت سی خواتین اُن کی بہنیں بنی

Marfat.com

ہوئی ہیں پھر اُن کی بیٹیوں کی شہرت ہوئی تو راہی نے جل کر کہا ''اس کم بخت نے کھل کر عشق بھی نہیں کیا''

ایک بار احمد عقیل روبی نے بار بار احمد راہی کو متوجہ کیا، جب وہ متوجہ ہوئے تو بتایا کہ میڈم نور جہاں نے ان کا لکھا ہوا گیت گایا راہی جل کر بولے ''یہ بد بخت بھی ہر تھرڈ کلاس قسم کا کلام بھی گا لیتی ہے'' روبی کے سروں پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

احمد راہی اپنی مرضی سے زندگی بسر کرتے تھے پر کام اپنی شرائط پر کرتے تھے بس فلم میں فلم کی شرائط پر کام کیا مشروط کام تو ایسے ہی ہوتے ہیں یادگار کام تو من کی موج ہوتے ہیں تریجن من کی موج کا کام تھا وہ جدید شاعری کا سنگ میل بن گیا پنجابی ادب کی تاریخ اس کے بغیر نامکمل ہے خود راہی بھی اس کے بغیر نامکمل ہے میرا خیال ہے کہ راہی نے اس کے بعد فلمی شاعری ہی نہیں شاعری بھی کی ہوگی کاش اس کا اچھا سا انتخاب آ جاتا۔

ظہیر کاشمیری

جس زمانے میں ڈاکٹر ایم۔ ڈی تاثیر امرتسر M.A.O کالج کے پرنسپل ہوتے تھے ظہیر کاشمیری وہاں پر تعلیم حاصل کرتا تھا ظہیر کاشمیری کی دھاڑی اور سر کے بالوں کا رنگ اور شاہد قابلیت کی وجہ سے ڈاکٹر تاثیر صاحب نے ظہیر کو شیخص پیر آف امرتسر کہتے تھے۔

پاکستان بننے سے قبل اِن کے والد صاحب چاچا شاہ دین پنجاب پولیس

Marfat.com

سے ریڈ ائیر ہو گئے تھے۔ 1947ء میں پورے خاندان نے لاہور ہجرت کی چاچا شاہ دین کو گلی نمبر 9 بیڈن روڈ پر ایک مکان آلاٹ ہوا اور گلی کے باہر ایک چھوٹی سی دوکان چاچا شاہ دین نے اس دوکان میں دیسی گھی کا کاروبار شروع کیا۔ظہیر کاشمیری اکثر اوقات گھر پہ رہتا تھا اور لکھنے میں مشغول رہتا تھا ایک دفعہ اِن کے گھر کے باہر ہم چند نوجوان کسی بات پر گفتگو کر رہے تھے کہ ظہیر کاشمیری نے اپنا دروازہ کھول کر ہم سب کو جھڑکنا شروع کر دیا کہ ہماری گفتگو سے اُس کے خیالات منتشر ہو رہے ہیں اس پر میں نے اُس سے کہا کہ پہلے تو نہیں اِب ہو نگے اور ظہیر یار تو یاد کرے گا تیرے خیالات میں منتشر ہی نہیں بدل دوں گا۔

میں چاچا شاہ دین کی دوکان پہ گیا تو اُس کو بتایا کہ ظہیر کو میں نے کہا ہے کہ تو سارہ دن گھر میں پڑا سگریٹ پیتا رہتا ہے کوئی کام کاج کرو نہیں تو چاچا شاہ دین سے میں تمھاری شکایت کروں گا۔ چاچا جی اُس نے کہا؛ جا ہوئے آگے ہو میں تہنوں اور تیرے چاچے نوں کوئی چیز نہیں سمجھدا چاچا جان مجھ سے تو وہ دو تین سال بڑا ہے مجھے کہہ سکتا ہے لیکن باپ کو ایسے نہیں کہہ سکتا ہے۔آپ اس کو سختی سے سمجھائیں کیونکہ اور بھی لوگوں نے سنا ہے چاچا شاہ دین نے مجھے کہا تو میرے دوکان کو خیال رکھ میں ابھی آتا ہوں اور چاچا گھر چلے گئے اور ظہیر کو چترول ہوگئی ظہیر گھر سے نکل کر گلی میں بھاگ گیا چاچا واپس آ گیا اور مجھے کہنے لگا کہ اگر اس نے کوئی ملازمت کر لی تو بہتر ہے ورنہ تو اس کو اگلی دفعہ رگڑا لگانا۔ دو تین دن کے بعد میں نے چاچا شاہ دین کو مشورہ دیا کہ جب تم گھی لینے کے لیے گاؤں جاتے ہو تو دوکان بند ہو جاتی ہے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ اُس دوران آپ ظہیر کو دوکان پر بیٹھا دیا کریں ظہیر نہ صرف اپنے والد سے ڈرتا تھا

Marfat.com

بلکہ بڑی عزت بھی کرتا تھا دو تین دن کے بعد بازار سے ایک دو نو جوان میرے گھر آئے اور کہنے لگے پا فرخ ہو ظہیر دوکان پہ بیٹھ گیا ہے جب میں ان کی دوکان پر گیا تو ظہیر اپنے سلیپنگ سوٹ میں گدی پہ براج مان تھا میں نے اُسے کہا کہ گدی پر بیٹھنے کے لیے تمھیں دھوتی پہننی چاہیے اُس نے میری طرف دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا کہ میں یہاں بیٹھ تو گیا ہوں لیکن مجھے ترازو کے ساتھ تولنا نہیں آتا ہے میں تمھاری انتظار کر رہا تھا کہ تم آؤ گے اور میرے ساتھ کام کرو گے کیونکہ یہ پسوڑی تمھاری ڈالی ہوئی ہے لہذا میں نے گاہکوں کو گھی بیچنا شروع کیا اور ساتھ ساتھ ظہیر کو حساب کرنا اور تولنا بھی سکھاتا رہا اگلے دن صبح ظہیر میرے گھر آیا (اُس وقت ہم گلی نمبر 7 میں رہتے تھے) ظہیر مجھے کہنے لگا تو نے مجھے کل جو کچھ سکھایا تھا میں بھول گیا ہوں چلو دوکان پہ میرے ساتھ بیٹھو اُس کا مطلب یہ تھا کہ جو سزا اُس کو مذاق مذاق میں میں نے دلوائی ہے اُس میں میں بھی برابر کا شریک ہو جاؤ واقع ہی بیڈن روڈ پر اُس کے بعد نصبت روڈ اور گوال منڈی میں کافی دن ہنسی مذاق کا موضوع بنا رہا میں نے سیف الدین سیف سے کہا کہ وہ گھی فروش پہ کچھ لکھے لیکن اِن دونوں میں اتنی دوستی تھی کہ سیف الدین سیف نے نہیں لکھا۔

ظہیر کاشمیری ترقی پسند شاعر تھے وہ فکر و نظر کے اعتبار سے سرخ نہیں تھے چہرے مہرے سے سرخا سرخ تھے ایک ترقی پسند شاعر کے طور پر جانے گئے اور ہر بزم میں پہچانے گئے کہ اپنی الگ پہچان رکھتے تھے اُن کی شاعری ان کی ترقی پسند سوچ کی آئینہ دار تھی۔ وہ انقلاب لکھتے، انقلاب سوچتے، اور انقلاب زندہ باد کے نعروں سے جی بھلاتے ان کی شاعری کا کمال یہ ہے کہ نہ تو بعض ترقی پسندوں کی طرح اُن کی

Marfat.com

شاعری نعرۂ انقلاب اور کرتی دل زندہ باد نہ تھی، نہ ہی حسرت موہانی کی طرح اُن کی سیاست اور شاعری کے الگ الگ کمپارٹمنٹ تھے اُن کی شاعری اور انقلاب ایک ہی گھر میں ایک ہی چھت کے نیچے رہتے تھے مگر کیا مجال جو ایک دوسرے پر غالب آسکے۔

ظہیر کاشمیری بولتے بہت زور سے تھے اُن کی شاعری میں روزِ بیان قوت بیان کے مفہوم میں تو موجود ہے، زورِ آواز کے مفہوم میں نہیں ظہیر کاشمیری جب کسی ادبی تقریبات میں بولتے تو انہیں سنا جا سکتا تھا ان سے الجھا نہیں جا سکتا تھا انہیں ٹوکنا اور روکنا ممکن نہیں تھا کبھی کبھی تو احساس ہوتا کہ وہ گھڑی کا نہ سہی کیلنڈر کا کچھ لحاظ کر لیں مگر کسی کی کیا مجال جو انہیں گھڑی دکھا سکے یا دیوار پر لگے کیلنڈر کی طرف اشارہ کر سکے۔

ظہیر کاشمیری جس ادبی تقریب کی صدارت کرتے، وہاں بغیر دلیل کے اور بغیر سوچے سمجھے بولنا ممکن نہ ہوتا، شوقیہ اختلاف کرنے والے احتیاطً چپ رہتے یا بولتے تو احتیاط سے بولتے۔ اگر عادت کی مجبوری سے یا قسمت کی خرابی سے کوئی بات کہہ بیٹھتے تو ظہیر کاشمیری صدرِ محفل کے بجائے صدر مملکت بن جاتے اور وہ بھی سٹالن یا ضیاء الحق کی طرح بس ڈانٹ کر پوچھتے

جی یہ غزل کمزور ہے تو کہاں سے ہے اور کیوں؟

اب بچارے نقاد کی بلا جانے اُس نے احتیاطً یا عادۃً کہہ دیا تھا ظہیر کاشمیری تو لٹھ لیکر سر پر سوار ہو جاتے جہاں اور جب نقادوں کو چپ رکھنا مقصود ہوتا، وہاں ظہیر کاشمیری سے بہتر کوئی صدر میسر نہ آسکتا تھا۔ ظہیر شوقیہ بولنے والوں اور شوقیہ

Marfat.com

اختلاف کرنے والوں کے لئے زہر قاتل تھے۔ ہیڈ ماسٹر بن جاتے تو نقاد کی جان نکال لیتے۔

ظہیر صاحب نقادوں کو ڈانٹنا ہی نہیں جانتے تھے، علم کے موتی بکھیرنا اور فکر ونظر کے پھول کھلانا بھی جانتے تھے بولنے پر آتے تو بصیرت افروز گفتگو کرتے ان کی کتاب ادب کے مادی نظریے تو ایسی علمی کتاب نہیں، مگر ان کی گفتگو خاصی علمی ہوتی ہے خود میں نے فیض پر اُن کی گفتگو سنی تو مستفید بھی ہوا ظہیر مارکسی تھے اور دوسرے مارکسی وادیوں کی طرح مذہب سے نفور ایک بارکسی نے انہیں عید کی نماز پڑھتے پکڑ لیا اُس نے سوال کیا:

ظہیر صاحب کیا اللہ موجود ہے جس کی نماز پڑھی جارہی ہے؟ ظہیر بولے کہ ایک بار انہوں نے دادا فیروز الدین منصور کو نماز پڑھتے دیکھا تھا اور یہی سوال پوچھا تھا دادا نے بتایا تھا کہ ''مجھے لگتا ہے کہ خدا ہے''

ظہیر انکار کی نہیں تشکیک کی منزل پر ر

ہے ہوں گیان کی آخری منزل کیا تھی یہ تو ان کا خدا جانتا ہے مگر میرا خیال ہے کہ غزل کی تہذیب میں تشکیک تو چل سکتی ہے، انکار نہیں غزل نے تصوف کی گود میں پرورش پائی ہے یہ بیچاری انکار کیسے کرسکتی ظہیر غزل گو تھے اس لیے انکار ان کا شیوہ نہیں ہوسکتا تھا۔

ظہیر کلاسیکی غزل کے محبوب اور مرغوب موضوع سے بھی شفقت رکھتے تھے

یعنی

ہر چند ہو مشائدہ حق کی گفتگو

Marfat.com

بنتی نہیں ہے بادہ ساغر کے بغیر (غالب)

ظہیر اوکاڑہ میں منعقد ہونے والی امن کانفرنس میں شرکت کے لئے گئے یہ کانفرنس بھی کمال کی رہی حکومت اور حکومتی پارٹی نے شہر میں اس کا داخلہ بند کر دیا تو بیرون شہر ستلج وولر کے پاس مزدوروں نے اس کا اہتمام کرا دیا کانفرنس ہوئی اور دھوم دھام سے ہوئی اس کانفرنس کا اہم واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر خادم مصطفیٰ آپ کو ملانے کے لئے شہر لے آئے۔ حکومتی پارٹی کے لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص جو فکری اور شکل وصورت دونوں اعتبار سے سرخ ہے شہر میں بلا دریغ چلا آتا ہے تو پکڑ لیا اور خوب دھنائی کی واقع کے راوی کامریڈ عبدالسلام ہیں وہ بھی مرحوم ہو چکے اور ظہیر کاشمیری بھی دونوں کی اگر عالم ارواح میں ملاقات ہوئی تو دونوں انقلاب پر بات کر رہے ہوں گے کامریڈ یوں بھی متحمل مزاج آدمی تھا ظہیر کو مخالفوں کو سنا لیتے تھے تقریر بھی اور کھری کھری بھی کلب علی شیخ کہتے ہیں کہ ایک ادبی تقریب میں ظہیر نے پونے دو گھنٹے تقریر بھی سنائی اور کھری کھری بھی کلب علی شیخ کا مبالغہ منہا بھی کر دیا جائے تو وقت پھر بھی کافی زیادہ ہے۔

جوگی اتر پہاڑوں آیا

قمر یورش امرتسر کا مہاجر اور مزدور ہے۔ میں نے اسے ہوائی چپل یا سوفٹی پہنے اور میلے کچیلے کپڑوں میں دیکھا ہے۔ پہلے پہل جب اسے دیکھا تو یقین نہ کیا کہ یہ مزدور ہے۔ اور قلمکار بھی، سیاسی کارکن بھی ہے اور ادب کا مزدور بھی۔ ان سے پہلی ملاقات ادارہ ندائے انقلاب کے دفتر میں ہوئی جو بیگم روڈ پر واقع تھا۔ سن ۱۹۷۸ء کا

دن تھا اور مہینہ جنوری یا فروری کا تعارف ہوا تو بغیر تکلف کے تعلق میں تبدیل ہو گیا۔ یہ مجھے مزنگ روڈ پر لے گیا جہاں دادا میر حیدر ٹھہرا ہوا تھا دادا دھوپ سینک رہا تھا ہم دادا سے باتیں کرر ہے تھے قمر یورش نے بتایا کہ احمد ندیم قاسمی دادا سے بہت محبت کرتا ہے دادا لاپرواسے ہو کر سنتے رہے۔ ایک حکیم کا ذکر آیا تو دادا نے بتایا کہ اُس کے دماغ کا کوئی پیچ ذرا ڈھیلا ہے۔ یورش کہنے لگا۔'' دادا وہ خوشحال آدمی تھا۔ لیفٹ کی سیاست میں آ گیا یہی کچھ ہونا تھا ہم جیسے لوگ بچ جاتے ہیں۔ دکھ سہنا جانتے ہیں۔''

پتا چلا کہ قمر یورش سدا کا مزدور ہے۔ سدا کا مفلس، نہ ساون سوکھے، نہ بھادوں ہرے، ہر موسم میں دکھی اور کرب زدہ۔ مگر عزم جواں اور باہمت۔ وہ پمفلٹ چھاپتا، اخبار چھاپتا تقسیم کرتا۔ انقلاب عام کرتا رہا۔ انقلاب زندہ باد کہتا رہا مگر انقلاب دروازے پر آ کر پیچھے ہٹ گیا۔

ایک بار میں قمر یورش کے ساتھ تھا۔ اسلم گورداسپوری ملے۔ ان دنوں بھٹو ابھی جیل میں تھے۔ مقدمہ چل رہا تھا۔ اسلم گورداسپوری نے سوٹ پہن رکھا تھا خاصا سجا بنا نظر آتا تھا۔ یورش نے بغیر ادب لحاظ کے کہا:'' اب قربانی دو تم نے بھی پانچ چھ سال قوم کی ماں کو۔۔۔۔۔۔'' میں ٹھٹھکا پھر مطمئن ہو گیا۔ قمر مزدور ہے اور مزدور کی بولی بولتا ہے۔ قمر یورش کتابیں بیچتا تھا۔ پرانی کتابیں اس کی ہر چیز پرانی نظر آتی۔ لباس جوتے اشیاء کاروبار بھی پرانی کتابوں کا اب تو وہ شکل وصورت سے ہی پرانا لگتا ہے۔ میں نے کہنے کو تو کاروبار کہہ دیا مگر وہ کاروبار کہاں کرتا تھا ایک کتاب لیکر میلوں پیدل چلنا اور دو چار روپے کی بچت، یہ کاروبار نہ ہوا کاروکاری ہو گئی ایک بندہ کتاب پہنچانے میں ہلکان ہو گیا اور میں نے اُسے کاروبار کہہ دیا۔

Marfat.com

قمر پورش نے شادی نہیں کی۔ اس لئے اسکا کوئی کھونٹا نہیں وہ ہر کھونٹ میں جا سکتا ہے۔ ایک دن پتا چلا کہ وہ ایک دینی مدرسے میں قیام پذیر ہے۔ مہتمم کا والد اس کا دوست تھا۔ وہ اُسے عزت سے دیکھتا تھا۔ اُس سے محبت کرتا تھا، یہ عزت و محبت ہی اس کی مزدوری ہیں وہ تمام عمر یہی مزدوری کرتا رہا۔

قمر پورش عجیب و غریب قلمکار تھا۔ اس نے پنجابی میں افسانہ لکھا۔ اور اردو کے بہت بڑے افسانے نگار کے ہاں جا دھمکا۔ یہ بہت بڑا افسانہ نگار سعادت علی منٹو تھا۔ منٹو کی بیوی اس کے لباس سے چڑ گئی۔ اس سے بحث کرنے لگی۔ اسے دروازے سے بھگانے پر آمادہ تھی مگر یہ اُڑ گیا آخر خود منٹو کو یاد آ گیا منٹو نے اسے پاس بٹھایا اس کے کہنے پر اس کا افسانہ سنا تو رو دیا اس کے اصرار پر اس افسانے کا دیباچہ پنجابی میں لکھا اور یہ افسانہ شائع ہوا۔

قمر پورش افسانے بھی لکھتا تھا اور خاکے بھی مجھے اس کے افسانے میں زیادہ دلچسپی پیدا نہ ہو سکی مگر اس کے خاکے اچھے لگے میں نے اس کی کتاب یارانِ میکدہ نہ تو اسکے ادب سے متاثر ہو کر خریدی، نہ فیض کی رائے پڑھ کر جس میں اُسنے کہا "قمر پورش نے زندہ لوگوں پر ایک زندہ جاوید کتاب لکھی ہے۔ جو ہمیشہ زندہ رہے گی اور قمر پورش کے نام کو بھی زندہ رکھے گی۔"

میں اس رائے سے زیادہ متاثر نہیں ہوا۔ پھر بھی یہ کتاب خریدی، صرف قمر پورش سے اظہار یکجہتی کے لئے کتاب پڑھ کر سوچتا ہوں کہ فیض کی رائے میں معنی بھی ہیں اور مفہومیت بھی۔ قمر پورش کا مسئلہ یہ ہے کہ اسے کیا لکھنا ہے۔ اسے کیا معلوم کہ کیسے لکھنا ہے۔ جنگل میں کھلنے والے پھول فائن آرٹس والوں سے مشورہ تھوڑا کرتے

Marfat.com

ہیں۔ اور ورڈ ورتھ کی لوسی نے بیوٹی پارلر کا کبھی رخ بھی کیا تھا۔ قمر پورش کا بھی یہی مسئلہ ہے کہ وہ خاکے لکھتا ہے افسانے لکھتا ہے، اُسے کیا پتا کہ کیسے لکھتا ہے۔ جیسے وہ صرف جیتا ہے، وہ ہر شے سے بے نیاز ہے، کبھی کبھی تو وہ صرف جوگی لگتا ہے۔ اور میں اسے دیکھ کر کہتا ہوں ''جوگی پہاڑوں آیا'' پھر اب تو وہ سنتا بھی کم ہے صرف دیکھتا ہے اور سوچتا ہے وہ ہر شے سے بے نیاز ہے۔ کبھی کبھی تو وہ صرف جوگی لگتا ہے۔ اور میں اسے دیکھ کر کہتا ہوں کہ جوگی اُتر پہاڑوں آیا پھر سوچتا ہوں کہ کسی جوگی نے بھی ایسی ریاضت کی ہوگی۔

اے۔حمید

اے۔حمید اب تو بوڑھے ہو گئے ہیں۔ مگر اُن کے افسانوں میں نہ تو اُن کی محبوبہ بوڑھی ہوئی ہے نہ وہ خود۔ وہ ابھی تک اپنی محبوبہ کی انگلی تھامے امرتسر کے کمپنی باغ میں سیر کرتے باتیں کرتے، گلابوں کو دیکھتے۔ اور گلابی عراضی کی سرخی کو آنکھوں میں جذب کرتے نظر آتے ہیں۔ سماوار، تاڑ، اور ناریل کے درختوں، پھول پتوں کا اتنا اور ایسا ذکر کرتے ہیں کہ ان کی تحریریں جادو کا جال سا بن دیتی ہیں۔ اے۔حمید امروز میں یادوں کے گلاب لکھتے رہے۔ اپنے گھر سے بھاگ کر رنگون اور کلکتہ جانے، آرزو لکھنوی سے ملنے، خواب سننے اور چھوٹی چھوٹی شرارتوں کی کہانیاں سناتے تھے۔ وہ امرتسر کا ذکر اس تواتر سے کرتے تھے کہ قاری کو امرتسر خوابوں کا شہر لگتا تھا۔ ان دنوں وہ نوائے وقت کے میگزین میں لکھتے ہیں۔ وہ اب بھی امرتسر کا ذکر کرتے ہیں۔ امرتسر

ان کے خوابوں کا شہر ہے۔ انہیں پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ شہر خواب بنکر کتنے خوبصورت ہو جاتے ہیں۔

اے۔حمید نے بہت سے ناول لکھے۔ بہت سے افسانے لکھے۔مگران کے صرف وہ افسانے ہی ادیبوں کی نظر میں جچے اورادب شمار ہوئے جوامرتسر کے ماحول میں لکھے گئے تھے، جن میں کمپنی باغ تھا، سماوارتھااور سماوار میں پکنے والی چائے اوراس سے نکلنے والی بھاپ اور خوشبو یہی خوشبوادب بن گئی اورادبی دنیا کومہکا گئی اے۔حمید مزاج نگارنہیں مگراس نے مزاج پرایک کتاب داستان غریب حمزہ لکھی اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک دوست نے کہا۔

بعض لوگ مزاج نگارنہیں ہوتے مگر کبھی لکھیں تو تباہی مچادیتے ہیں اے۔ حمید داستان غریب حمزہ لکھی اور تباہی مچادی۔

اے۔حمید مجھے صرف یادیں لکھنا اچھا لگتا ہے اس کا کمال یہ ہے کہ یادیں لکھتے ہوئے تھوڑی سی خوشبو،تھوڑے سے رنگ،تھوڑا سا جنگل یاباغ شامل کر کے عام دنیا کوخوابوں کی دنیا بنا دیتا ہے یہ اس کا فن ہے شاہد وہ اس فن میں اپنی مثال آپ ہے۔

اے۔حمیدلڑکپن میں گھر سے بھاگتا تھااس کی خواہش تھی کہ وہ اداکار بنے ہیرو بنے اورشہرت پائے اس نے شہرت پائی مگر ہیرو بنکرنہیں ادیب اور قلمکار بن کر وہ گھر سے بھاگتا تھامگرلوٹ آتا تھاکبھی دہلی میں بہن اور بہنوئی کے ہاں کبھی امرتسر میں والدین کے ہاں بہرحال امرتسر اسے واپس کھینچ لیتاامرتسر کی آوازیں اُسے برابر سنائی دیتی تھیں جنھیں سنکر وہ لوٹ آتا۔ بس ۱۹۴۷ء میں وہاں سے نکلنا ہوا تو لوٹنا نصیب نہ

Marfat.com

ہو سکا کہاں لوٹتا امرتسر کے جغرافیے پر امرتسر کہاں تھا وہ تو مختلف اور نئی بستی تھی وہاں جا کر وہ کیا کرتا کس کے ہاں لوٹتا میں اپنا قصہ لکھتا ہوں کہ مولانا عرشی کی تحریر میں پڑھا کہ وہ امرتسر شہر میں برہم ناتھ قاصر سے ملے تو میں چونکا کہ کیا اب بھی وہاں لوگ بستے ہیں یہ شاہد امرتسریوں کی تحریروں کا اثر ہے کہ میں نے یقین کر لیا تھا کہ امرتسر سے سارے لوگ ہجرت کر چکے ہیں۔

اے۔حمید کی تحریریں دو قسم کی ہیں ایک تو ان کے مشاہدات پر مشتمل ہیں جن میں جنگل کی فضا، چائے کی خوشبو، اور ناریل کے جھنڈ داخل کر کے مشاہدے کو تھوڑا سا رومان میں بدل دیا ہے دوسری قسم میں مشاہدہ کم یا بقدر اشک بلبل اور باقی سارا سارا جنگل کی فضا، ناریل کے درخت، چائے کے باغات، سماوار سے نکلتی ہوئی چائے کی خوشبو ہے اول الذکر قسم کی تحریریں جاندار ہیں جو اہل علم میں بھی پڑھی جاتی ہیں اور پسند کی جاتی ہیں اپنی دوسری قسم کی تحریریں، یہ کسی زمانے میں چھوٹی لائبریری میں دستیاب تھیں اب کہاں دستیاب ہیں مجھے معلوم نہیں میں تو یادوں کے گلاب پڑھ کر نکلا تھا۔اب نوائے وقت میں ان کے کالم بارش سماوار اور خوشبو پر گزارہ کرتا ہوں۔

اے۔حمید نے ادیبوں اور شاعروں سے ڈھیر محبت کی ہے اور انہی کی صحبت بھی اٹھائی ہے۔بچپن میں گھر سے بھاگ کر نکلتا تو راستے میں ایک پڑاؤ دہلی میں اپنے بہنوئی ممتاز ملک کے ہاں ہوتا تھا۔ممتاز ملک کے پڑوس میں راجہ مہدی علی خان اور ن۔م راشد رہتے تھے۔ادھر اُدھر ادیبوں کا بسیرا تھا۔اے۔حمید انہیں دیکھتا رہا کلکتہ میں آرزو لکھنوی کو دیکھا امرتسر میں سیف الدین سیف اور پتا نہیں کس کس کو دیکھا۔بہر حال اس نے اتنے ادیب دیکھے کہ ادب لکھنے لگا۔لاہور میں ریڈیو کی ملازمت کی تو

کئی ادیبوں اور شاعروں کا ساتھ رہا ناصر کاظمی کی باتیں سنیں یہ باتیں سنکر کون ہے جو سلامت نکل آئے ناصر کاظمی ہر شخص کو باتوں کے منتر پھونک کر مکھی بنالیتا تھا اور دیوار سے چپکا دیتا ہے اسے۔حمید بھی ناصر کے پاس بیٹھا پھر دیوار سے لگا مکھی بن کر اس کی باتیں سنتا رہا۔اب یاد کرتا ہے تو تھوڑی سی باتیں سنا کر فارغ ہو جاتا ہے ناصر کاظمی کی باتیں بھلا کسے یاد رہی ہیں۔

باری علیگ

باری علیگ فیصل آباد کی مٹی سے جنے۔امرتسر میں رہے، لاہور میں رہے، رنگون گئے کلکتہ گئے، علمی کتابیں لکھیں، صحافت کی مگر امرتسر انہیں کچھ ایسے چھو گیا۔جیسے وہ امرتسر میں ہی پیدا ہوئے ہو پروان چڑے ہو اگر بزدل نہ ہوتے تو پورے امرتسری ہوتے بہرحال ان کی بڑھک امرتسریوں جیسی تھی زندہ دلی بار باشی بھی امرتسر انہیں مساوات کی ایڈیٹری لے گئی وہاں انہیں منٹو اور حسن عباس ملے منٹو کو باری علیگ جیسا گروہ میسر آیا تو انہی کے ہو گئے باری نے انہیں لکھنے کی راہ پر لگایا۔اور منٹو دنیائے ادب میں زندہ ہو گئے پھر کیا تھا کہ جس طرح فرحت اللہ بیگ نے مولوی نذیر احمد پر خاکہ لکھ کر ادب میں انکے کردار کو زندہ کردار بنا دیا۔منٹو نے بھی باری کا خاکہ لکھا اور انہیں اردو ادب کا زندہ جاوید کردار بنا دیا۔باری منٹو کی تحریروں میں جا بجا بکھرتا جڑتا نظر آتا ہے۔

باری نے منٹو کو روسی افسانوں خصوصاً گورکی کے افسانوں کے ترجموں پر

Marfat.com

اکسایا۔ یہ ترجمے چھپے تو بڑے تیز قسم کے اشتہار شائع کر کے امرتسر کی دیواروں پر چسپاں کر دیا۔ لوگوں کو بتایا کہ انقلاب امرتسر کمپنی باغ تک آن پہنچا ہے۔ پھر خیال آیا کہ کتاب تو ضبط ہو جائے گی سٹاک اٹھا کر کتاب غائب کر دی۔ پھر یہ غائب ہی رہی۔ منٹو اور اس کے ساتھی باری کے حاضر باش ہو گئے۔ اور باری ان کے ساتھ انقلاب کے منصوبے باندھنے لگا انقلاب تو ذرا دور تھا۔ اس لیے جی بھلانے کو دوسرے کاموں میں مصروف ہو جاتے ایک دن باری علیگ امرتسر سے زندہ دلوں کی محفل کو یہ ۔ ۔ ۔ ر گئے تھے کہ وہ ذرا بازار سے پکوڑے لے آئیں کہ رنگون جا پہنچے رنگون پر جاپانیوں نے قبضہ کیا تو یہ بچ نکلے اور کلکتہ میں آن ٹھہرے۔ وہاں مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کے ہاں قیام رہا۔ مولانا ملیح آباد کے اردو بولنے والے باری پنجابی تھے۔ کب تک اردو بولتے ایک دن پوچھا ''مولانا آپ کے جاننے والوں میں کوئی پنجابی بھی ہے'' مولانا نے کہا ہاں ہاں! ایک پنجابی مولانا یہاں ایک مسجد کے امام اور ہمارے دوست ہیں باری نے کہا ان سے ملا ہی دیجیے مولانا نے باری سے کہا ہاں کسی روز چلیں گے باری بولے ابھی کیوں نہیں مولانا باری کی ضد مان کر چل دیے۔ مولانا کے ہاں پہنچے تو مولانا نے تعارف کروایا یہ ہیں اردو کے مشہور محقق مورخ اور صحافی باری علیگ اور آپ ہیں مولانا فلاں اُن مولانا نے بڑے ادب سے کہا آئیے تشریف لائیے آپ کی شفقت جو آپ نے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمایا باری اردو سن کر تھک چکے تھے پرت کہ جو جواب دیا وہ بیان نہیں کر سکتا بس یوں سمجھ لیں کہ اظہار محبت تھا مگر زبان گالیوں کی تھی مولانا پہلے تو حیران ہوئے پھر ترکی بہ ترکی جواب دیا اور خوب گلے ملے۔

Marfat.com

مولانا عبدالرزاق یہ منظر دیکھ کر بھونچکارہ رہ گئے کچھ سمجھے کچھ نہ سمجھے مگر عافیت اسی میں سمجھی کہ دونوں کو وہیں چھوڑ کر خود کھسک لیے باری بنیادی طور پر مورخ تھا مگر انہوں نے افسانے بھی لکھے یہ افسانے زیادہ معروف نہ ہوئے اسے بھاری پتھر جان کر چھوڑ دیا۔ صرف صحافت کی، ترجمے کیے یا تاریخی کتب لکھیں کمپنی کی حکومت اپنے نام اور دوار کے اعتبار سے کلاسک کا درجہ رکھتی تھی اسلامی معاشرے اور انسانی زندگی کی تاریخیں بھی لکھیں، وہ ترقی پسند تھے انہوں نے تاریخ کو ترقی پسندانہ زاویہ سے دیکھا اور بیان کیا یوں ان کی تاریخی تحریروں میں وہ وسعت گہرائی اور سچائی ہے جو ہمارے ہاں کے دوسرے مورخین کے ہاں خالی خالی ملتی ہے بہت سے مورخ پیدا ہوئے مگر ان میں سے کوئی بھی باری نہ بن سکا۔

باری ادب اور تحقیق کے علاوہ مجلسوں کے آدمی تھے۔ اُن کا آخری ٹھکانا پرانی انارکلی یا ایک چوبارہ ہے جہاں ان دنوں مسعود باری بیٹھتا ہے تاش کھیلتا ہے اور وہ تمام سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے جن سے باری کو شفقت تھی باری زندہ دل تھے وہاں اب بھی زندہ دلی کا ڈیرا ہے مگر زندہ دلی اور علم کا گہرا اور اٹوٹ رشتہ ہے وہ اب اس چوبارے کا مقدر نہیں رہا۔

باری شراب کے نشے میں جب غلطی کرتے تو فوراً سجدہ ریز ہو جاتے استغفار کے لئے نماز کی نیت باندھ لیتے اب اس چوبارے میں نماز پڑھنے اور نیت باندھنے والا کوئی نہیں مگر اس کے نیچے ایک تختی موجود ہے جو باری کی یاد دلاتی رہے گی۔

اُستاد کرم امرتسری

راولپنڈی میں ایک فوجی بزرگ تھے میجر عبدالکریم خان مجھے ایک رات ان کا مہمان ہونے شرف حاصل ہے اب وہ بھی مغفور ہو گئے پتا چلا کہ انہوں نے اپنے ماموں استاد کرم امرتسری کا کلام شائع کیا ہے اور دیباچہ علامہ عرشی نے لکھا ہے جی خوش ہوا کہ مرنے والوں کو ایسے بھی یاد رکھا جاتا ہے انہی کے حوالہ سے بابو کرم یاد آرہے ہیں علامہ عرشی کی تحریر سے ان کے احوال معلوم ہوتے ہیں۔ اُستاد نے بہت طویل عمر پائی تھی آخری عمر میں بصیرت اور سماعت کا ساتھ رہا اُستاد اردو بولنے والے کے شاگرد تھے مگر پنجابی میں شہرت پائی آغا حشر نے کہا تھا۔ کہ پنجابی لکھو گے تو شہرت پاؤ گے وہی ہوا حشر شہرت کے اسباب جانتے تھے اُستاد کرم نے انگریزوں کے پنجاب میں داخلے کے وقت ہوش سنبھالا اور رخصت کے دنوں کے قریب دنیا سے چلے گئے۔

رفو گری کا کام کرتے اور شاعری سے دل بھلاتے تھے بات بات پر شعر کہہ دیتے تھے مولانا ثنا اللہ امرتسری نے بتایا کہ مسجد میں اب بھی بگولے اٹھتے ہیں تو فوراً شعر کہہ دیا۔

واہ وروں لے تے اُڈے نہیں کرم
خاک مجنوں دی محفل نوں سبھدی دے

علامہ اقبال سے بھی ملاقات رہی اور آپ کا دل بڑھاتے اور تکریم کرتے تھے علامہ نے غالب کا شعر پڑھا۔

"ہے خبر گرم اُن کے آنے کی

Marfat.com

آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

استاد نے رباعی کہہ سنائی

''کندھاں بناں ہوندے گھر عاشقاں دے

کوٹھی کوئی محل کوئی باغ نہیں سی

جس رات توں آئے اور گھر پر لے

خالی گھڑا اسی جلدا چراغ نہیں سی۔

بچپن میں داستان امیر حمزہ سنی امرتسر میں تکیہ نور شاہ تھا وہاں جنتی سائیں کے ہاں ہر شام مجلس برپا ہوتی سائیں امیر حمزہ پڑھ کر سناتے ہر سال امیر حمزہ کا ختم بھی کرتے اس زمانے میں اس داستان کو واقع سمجھتے تھے اُستاد نے اس داستان سے شعر وادب کا ذوق تو لیا، مگر سچ ذرا کم ہی سمجھا اور شروع سے ہی موحد تھے اُن کے ہاں شرک کا گزر ممکن نہیں اُستاد بس حرف شناس تھے پڑھنا جانتے تھے لیکن لکھنا بالکل نہیں جانتے تھے دہلوی استاد کی شاگردی بھی عجیب تھی دو تین سال جو کہا وہ کاغذ پر آیا اور کاغذ سما وار میں دو تین مصرع درست کر دیئے چھ سال بعد کہا کہ اب اصلاح کی ضرورت نہیں۔

استاد کے آغا حشر سے بے تکلفانہ تعلقات تھے دوسرے معاصرین سے بھی اچھے تعلقات تھے اور عوام میں مقبول تھے۔ ان کی شاعری کے موضوعات بڑے بڑے تھے اس لیے اُن کے ہاں کلاسیکی شاعری کا رنگ گہرا نظر آتا ہے ایک مصرع غور کے قابل ہے:۔

حرم وچ میں جج کہ آن وڑیا دل نوں صنم خانے اندر چھڈ کے

یہ اُن کا عجز تھا وہ عابد شب زندہ دار تھے۔ تسبیح کرتے اور اللہ کے ذکر سے دل کی دنیا

آبادر کھتے توحیدان کی رگ وریشے میں سرایت کی ہوئی تھی ساری عمر پاکیزہ زندگی بسر کی جوانی میں رنجیت سنگھ کے جمعدار سردار خوشحال کی بیوی کے سردار نند گوپال سے ان کا واسطہ رہا سکھ سردار عیش ونشاط کا دلدادہ اور یہ صالح نوجوان اعتماد کا یہ عالم کہ اس نے اپنا سب کچھ آپ کو سونپ رکھا تھا وہ بلانوش اور یہ زاہد خشک، پانی اور شراب کیا آب زم زم اور شراب کا تقابل تھا ایک دن اس نے آپ کے زہد کا وضو توڑنے پر اصرار کیا آپ نے تعلق قطع کر لیا وہ پچھتایا معافی مانگی آخر اسکی والدہ کے بلانے پر گئے اور اس نے بیٹے کو ڈانٹا اور معافی مانگنے کو کہا تب تعلقات دوبارہ استوار ہوئے اور یوں اس زہد اور درویش نے اپنی سچائی اور زہد کو بچالیا۔

حسین میر کاشمیری

حسین میر کاشمیری صحافی تھے اور زمیندار میں مزاحیہ کالم لکھتے تھے مزاحیہ کالم تو اب طاق نسیان کی زینت ہو چکے ہیں، مگر ان کی مزاحیہ باتیں اب بھی یادگار ہیں اُن کی یادیں اب بھی لوگوں کو گدگداتی ہیں اُن کے بعض لطائف وظرائف جمع کیے جائیں تو ملا نصیرالدین نہ سہی اُن سے ذرا کم درجے کا کردار ضرور وجود میں آجائے گا جس کی باتیں لوگوں کو ہنسانے کے ساتھ ساتھ سوچنے کی نئی رائیں بھی دکھائی دیتی ہیں۔

ایک بار مولانا حنیف ندوی کے درس میں ایک شخص کھڑا ہوا اور اعتراض کیا کہ مالانا کی داڑھی چھوٹی ہے مولانا ندوی مزاج اور طور طریقت سے ندوی اور مسلک کے اہلحدیث تھے اُن کی چھوٹی داڑھی اہلحدیث کیونکر برداشت کرتے اعتراض

Marfat.com

داڑھی پر ہو اور معترض اہلحدیث ہو تو اُسے کون چپ کرائے علامہ حسین میر کاشمیری اٹھے اور جواب دیا "بھئی داڑھی میری دیکھتے جائیں اور درس مولانا کا سنتے جائیں واضح رہے کہ حسین میر کاشمیری کی داڑھی خاصی طویل تھی حسین میر کو یاروں نے علامہ کر دیا تھا آپ سیاست میں احراری، دارڑھی سے اہلحدیث، مزاح اور مزاج کے حوالہ سے امرتسری تھے امرتسر سے روزانہ لاہور آتے اور زمیندار میں ملازمت کرتے اور روزانہ نیا کالم لکھتے اور نیا واقع تخلیق کرتے۔

آپ کی بیوی فوت ہوئیں بعض اعزہ بریلوی مسلک کے تھے وہ کفن پر کلمہ طیبہ لکھ رہے تھےآپ نے برجستہ کہہ دیا "پارسل پر پتا ذرا درست لکھیے گا کہیں واپس نہ آجائے" دوست احباب آئے تو جنازے کا وقت پوچھا تو بے ساختہ کہا بھئی ابھی تک تو پارشل پر پتا لکھا جا رہا ہے ان باتوں کے علاوہ اُنکا عمل بھی مزاحیہ ہوتا تھا ایک بار تقریر کر کے جیل چلے گئے معافی مانگ کر واپس آگئے چودھری افضل حق نے پوچھا یہ کیا ہم تو آپ کی ضمانت کا بندوبست کر رہے تھے کہنے لگے حکومت سے عدم تعاون تو جیہ یہ بیان کی کہ حکومت کے خلاف تقریر کی اور جیل گئے حکومت نے جیل میں رکھنا چاہا ہم باہر آگئے۔

ایک بار جلسے میں حکومت کے خلاف ایک بڑی زوردار تقریر کر دی اور یہ جاہ وہ جا جلسے سے باہر نکل رہے تھے کہ سی۔آئی۔ڈی انسپکٹر نے آپ کا نام پوچھا آپ نے بڑے اعتماد سے کہا: مولانا بہاء الحق قاسمی علامہ تقریر کر کے مزے کرتے رہے اور بیچارے مالانا بہاء الحق قاسمی تین ماہ جیل کاٹ آئے وہ رہا ہوئے تو پھر جلسے میں تقریر کی اور حکومت کی بے خبری کا خوب خوب مذاق اڑایا کہا یہ تو وہی بات ہوئی کہ عیسیٰؑ ساتویں

Marfat.com

آسمان پر چلے گئے اور انگریز بہادر بضد ہے کہ حضرت مسیح مصلوب ہوئے۔

ایک دفعہ اہلحدیث کانفرس میں شرکت کے لئے دہلی گئے مولانا ثناء اللہ امرتسری ساتھ تھے جب دہلی پہنچے تو اُن کا چغہ پہن کر ڈبے کے دروازے میں جا کر کھڑے ہوئے آپ چہرے مہرے اور جسم و جان سے بڑے بڑے مولانا لگتے تھے مولانا ثناء اللہ جسم کے اعتبار سے قطعاً مولانا نہیں لگتے تھے عوام نے ہی آپ کو مولانا ثناء اللہ سمجھا اور ہاروں سے لاد دیا جلوس نے آپ کو لیا اور یہ جاوہ جا مولانا ثناء اللہ امرتسری ہاتھ ملتے رہ گئے۔

ایک بار یونٹی کانفرنس میں شرکت کے لئے آلہ آباد گئے آپ وفد کے سیکرٹری تھے کرایہ آپ کے پاس تھا آپ نے پلیٹ فارم خریدے اور وفد کو لیکر چل دیئے راستے میں اہل وفد کو خوب کھلایا پلایا آلہ آباد سے وہ ایک آدھ سٹیشن پہلے پہنچے کہ آلہ آباد کے ٹکٹ خریدے اور منزل پر جا پہنچے سب لوگ حیران کہ علامہ کے پاس اتنا مال کہاں سے آیا آلہ آباد پہنچ کر انکشاف ہوا کہ یہ انہی کا اپنا ہی مال تھا تو اہل وفد ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

علامہ مرغ اور پلاؤ کے بہت دلدادہ تھے دوستوں کی دعوتیں کرتے اور دوستوں کو دعوتیں کرنے پر اکساتے سچ یہ ہے کہ کھانا اور ہنسنا اور ہنسانا ہی آپ کی زندگی تھا آپ ترنگ میں آکر ایک خود تصنیف پیروڈی کا شعر پڑھتے۔

تعریف اس خدا کی جس نے پلا بنایا
کیسی بنائی بوٹی کیا شوربا بنایا

افسوس کہ آپ جتنے مزاحیہ تھے آپ کے بیٹے ڈاکٹر عبدالرؤف اسی قدر سنجیدہ۔

Marfat.com

يُخرج الحی من المیتُ و یُخرج من المیتُ من الحی

سیف الدین سیف

سیف الدین سیف اردو کے صاحبِ کمال شخصیت تھے۔اُن کا کچھ کمال شاعری میں اور بہت سا فلمی گفتگو میں ظاہر ہوا گفتگو فلسفیانہ کرتے اور شاعری عاشقانہ اور فاسقانہ البتہ ضاحکانہ نہیں امرتسر میں تھے تو مجلس آرائستہ کرتے اور گفتگو سے طلسم باندھ دیتے اُن کی گفتگو کو سن کر یہ مصرع ذہین میں آیا ''عالم کسی حکیم کا باندھا طلسم ہے''

اُن کی مجلس اک بادشاہ کی مجلس تھی جس میں وزیر درباری، حاضر باش اور شادباش قسم کے لوگ موجود ہوتے تھے۔

سیف نام کے سیف مگر ریشم کی طرح نرم کبھی کبھی غصہ آتا تو سیف ہوجاتے اور وہ بھی بے نیام غصہ تھم جاتا تو وہی یاروں کے یارلوگ کبھی کبھی انہیں غصہ دلا دیتے اُن کی کتاب شائع ہوکر آئی تو ابتدائی دو چار کاپیاں دوستوں میں تقسیم کیں کتاب ابھی مارکیٹ میں بھی نہ پہنچی تھی ایک کتاب مولوی بشیر گوتم کو دی مولوی بشیر گوتم نے کتاب کو درمیان سے پھاڑا آدھی پان بیچنے والے کو دی اور آدھی اس کریانے والے کو جس سے سیف چھوٹی چھوٹی چیزیں خریدتے تھے سیف صاحب پڑھتے بہت تھے کتاب ہو یا کاغذ جو شے بھی ہاتھ میں لگتی بے پڑھے نہ چھوڑتے تھے انہوں نے حسبِ عادت پان لیا تو پان منہ میں ڈال کر ورقہ کھولا پڑھا تو اپنی نومود کتاب کا ورق جان گئے کہ مولوی

بشیر گوتم کا کارنامہ ہے سخت غصہ آیا اور مولوی بشیر گوتم کا مقصد پورا ہو گیا سیف ترقی پسند تھے مگر ان کی ترقی پسندی شاعری اور گفتگو تک رہی دار ورسن اور روزن و زنداں کا ذکر شاعری میں اچھا لگتا ہے زندگی میں خاصی مشکل پیدا کرتا ہے۔ سیف اس سے دور دور ہی رہے اور اچھے رہے جیل جانے والوں نے بھی انقلاب برپا نہ کیا، نہ سیف نے۔

سیف الدین سیف نے عمر عزیز کا بیشتر حصہ فلموں میں صرف کر ڈالا فلم کی دینا بڑی ظالم دنیا ہوتی ہے یہ تو پورا بندہ مانگتی ہے جو شخص وہاں جا کر واپسی کا راستہ بھول جائے وہی کامیاب جو شخص واپسی کا راستہ یاد رکھے اُسے کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں تھا سیف نے بھی واپسی کا راستہ بھلا دیا نتیجۃً وہ فلم میں تو کامیاب ہوئے مگر کہاں کہاں بھلا دیئے گئے اس کا حساب کون کرے اب انہیں ادب اور ادیبوں میں بھلا کون یاد کرتا ہے ادب نے کبھی حساب بھی نہ کیا کہ سیف کی غزلوں اور اُس کا گیتوں کا ادب میں کیا مرتبہ ہے اتنا یاد ہے کہ ایک شاعر تھا وہ فلموں میں چلا گیا۔

سیف امرتسر میں تھے تو سماجی زندگی کا اہم حصہ تھے ادبی اور سماجی مجلسوں اور محفلوں میں یاد رکھے جاتے تھے لاہور آئے تو فلموں میں ہی زندہ رہے سماجی اور ادبی حلقوں میں آہستہ آہستہ بھلا دیئے گئے اُن کی شاعری میں غزل کا مزاج اور غزل کا کلچر بھی تھا اور غزل کا فکر و فلسفہ بھی۔ اُن کے گیتوں میں گیت ہی کا ذکر بہت کم ہے سیف کا ذکر کہاں سے ہو پائے گا۔

سیف الدین سیف مزاج کے فلسفی تھے مگر فلسفیانہ بے نیازی سے مرحوم رہے فلم میں گئے تو فلم کے نیاز مند ہو گئے فلم میں گیت لکھے غزلیں لکھیں اور اپنی ادبی

Marfat.com

صلاحیتوں کو اس کے سنوارنے اور سجانے میں صرف کر دیا اب کون اتنا لمبا سفر کرے آسان یہی ہے کہ اس کے ساتھ سمجھوتہ کر کے یہیں گزر بسر کیا جائے اسی میں عافیت ہے۔

سیف الدین سیف فنی صلاحیتوں سے اور فکری حوالوں سے ثروت مند انسان تھے وہ بڑے وقار سے جیئے اور بڑے حوصلے سے زندگی اور ادب کا سفر کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

گورو گوبند سنگھ

گرو گوبند سنگھ کو پانچ کے ہندسے کے ساتھ بڑا پیار تھا وہ ہر چیز پانچ سے شروع کرتے اور سکھ مہذب کی ہر چیز کو پانچ کا اصول بنانا اس کی وجہ یہ تھی جس طرح مسلمانوں میں پانچ تن پائی پوزشن ہے انھوں نے بھی اس طرح پانچ تن بنائے۔

حاجی بابا گورو نانک کے متعلق چیپٹر لکھنے کے بعد میرے برخوردار اعظم صاحب ایبٹ آباد والے کمپیوٹر سے نکلے ہوئے اردو کے ہجوں کو ٹھیک کر رہے تھے کہ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ سکھوں کے سر کے بال اور داڑھی وغیرہ یہ کب سے شروع ہوئی میں نے نہیں کہا کہ گوہ اس چیز کا کسی بھی لحاظ سے حاجی بابا گورو نانک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اس کے متعلق میں پڑھنے والوں کو ضرور بتانا چاہتا ہوں اس کو صحیح طور پر بیان کرنے کے لیے مجھے سکھوں کی تاریخ میں جانا پڑے گا۔

گورو گوبند تیغ بہادر کی وفات کے بعد گورو گوبند سنگھ بحیثیت گورو کے نامزد

Marfat.com

ہوئے یہ وہ وقت تھا جب ہندوؤں (براہمنوں) کی سازشوں کی وجہ سے مغل بادشاہ کو بے وقوف بنایا گیا اور ایک طرف سکھوں کو بھڑکایا گیا دوسری طرف مغلیہ فوج کو ان کو کچلنے کے لیے بھجوا دیا یہ وہی بات ہے کہ کرے داڑھی والا اور پکڑا جائے مونچھوں والا سکھوں کو ناطقہ اتنا تنگ کر دیا گیا۔ ہندوؤں کی نفرت سکھوں کے خلاف حاجی بابا گورو نانک کے دور سے شروع ہوگئی تھی، جب انہوں نے ایک خُدا کا نعرا لگایا بتوں کی پوجا سے تمام اپنے حوایوں میں ختم کر دی۔ تو براہمنوں کی ایک نہ ختم ہونے والی دشمنی کا آغاز ہو گیا۔ براہمنوں نے نوجوان ہندو عورتوں سے مختلف گوروں کا عشق کروایا اور کئی گورو جی اپنے عشقوں میں مبتلاع ہو کر ہندو لڑکیوں سے دوسری بعض اوقات تیسری بیوی بھی بنا لیا اور ان بیویوں نے اپنے بچوں کے نام ہندوؤں والے رکھ دیئے۔ گو وہ ایک خُدا کو جاننے والے کی بت پجارن سے شادی نہیں ہو سکتی لیکن جب سر پہ عشق سوار ہو تو انسان بہت کچھ جو نہ بھی کرنا ہو کر جاتا ہے۔ لہٰذا ان ہندو لڑکیوں کی اُولادوں نے سکھوں میں Cast System رائج کر دیا جو کہ براہمنوں سے بھی زیادہ پلیت تھا جسکی رو سے نچلی زات کے سکھوں کو شودر بنا دیا گیا اور ان کو گرانتھ کا پاٹ سننے سے منع کر دیا گیا گویا کہ سکھوں میں بھی ہندوؤں کا زات پات (Caste System) براہمنوں کی بیٹیوں نے سکھ گوروں سے اپنے عشق کے پھندے میں ڈال کر شروع کروا دیا جب گورو گوبند سنگھ نے یہ دیکھا کہ ذات

پات لعنت جب تک عوام میں سے دور نہیں کی جائے گی اور وہ ایک خُدا پے ایمان نہیں لائیں گے، اس وقت تک غریب عوام کے مسائل حل نہیں ہو سکیں گے براہمن لوگوں کو لوٹ کر کھاتے رہیں گے۔ اس لیے اس نے یہ زات پات کا نظام ختم کر دیا جس کا

مطلب یہ ہے کہ گورو گوبند سنگھ نے سکھوں کو دوبارہ ایمان کی وہ بنیادی چیزیں دے دئیں جو کہ حاجی گورونانک صاحب نے شروع میں کی تھیں یعنی۔

خُدا ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔

خُدا کے انسانوں میں مساوات ہے۔

ذات پات کا نظام مکمل طور پہ ختم کرنے کے لیے گوروجی نے حکم دیا کہ تمام اشخاص ایک جگہ بیٹھ کر کھانا کھائیں ایک گلاس میں پانی پئیں۔

ایک نسل دوسری نسل سے بہتر نہیں (یہ وہ مقام تھا جہاں براہمنوں نے اُن سے دشمنی شروع کی اور اورنگزیب کے زمانے میں اُن کے بچوں کو زندہ دیوار میں چنوا دیا گیا۔

ہر سکھ کو سنگھ یعنی شیر کا خطاب دے دیا گیا اور ہر سکھنی کو کور کا خطاب دے دیا گیا جس کا مطلب شہزادی ہوتا ہے۔

براہمن کا پھندہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سکھ خالصہ کی گردن سے اُتار دیا گیا۔

براہمن جو اس وقت مغل بادشاہ اورنگزیب جس کو کہ براہمنوں نے گول کنڈا بھیجا ہوا تھا اور وہیں سالہا سال سے لڑتا رہا اس کی غیر حاضری میں حکومت تقریباً براہمنوں کے ہاتھ میں تھی انہوں نے 1701ء میں سکھوں کے خلاف مغل فوجیں روانہ کی جنہوں نے کہ سکھوں کو شکست دے کر گورو گوبند صاحب کے دولڑکوں کو گرفتار کر لیا اور انہیں زندہ دیوار میں چنوا دیا گیا۔ اورنگزیب کو یہ رپورٹ دے دی گئی کہ بچے سانپ کی اُولاد میں سے تھے اور سنپولیئے تھے اس لیے انہیں زندہ درگور کر دیا گیا انہی براہمنوں نے 1708ء میں گورو گوبند سنگھ صاحب کو چند نامعلوم اشخاص

Marfat.com

سے قتل کروادیا اور تاریخ میں یہ زمہ داری ایک بار پھر مغلوں اور مسلمانوں پہ ڈال دی گئی، جس کا سکھ ابھی تک اعتبار کرتے ہیں۔

خالصہ

1699ء میں گورو گوبند سنگھ نے تمام سکھوں کو جو کہ اس وقت درہم برہم تھے اور خود بھی مغلوں کی فوجوں سے بھاگ کر آنند پور پہنچے تو یہاں پر پہلے سے ہزاروں سکھ جمع تھے اس بارے میں مختلف ارائیں جو کہ چالیس ہزار سے ساٹھ ہزار تک بتائی جاتی ہیں آنند پور وہ جگہ ہے جہاں پہ کہ گوروں گوبند سنگھ نے تمام لوگوں سے وفاداری کا حلف لیا اور ان سے پوچھا کہ وہ جو گورو جی کے لیے جان دینا چاہتے ہیں آگے آجائیں یکے بعد دیگرے پانچ سکھ اُٹھے جن کو کہ وہ ایک ایک کر کے خیمے کے اندر لے گئے اور خون سے بھری ہوئی تلوار لے کر خیمے سے باہر آ گئے جس سے کہ اندازہ ہوتا تھا کہ انہوں نے اس سکھوں کو قتل کر دیا ہے۔ یہ سلسلہ پانچ دفعہ دہرایا گیا گویا کہ پانچ سکھوں کو خیمے کے اندر قتل کر دیا گیا اس پر گورو گوبند سنگھ نے مزید قربانی والے لوگوں کو نہیں پکارا [illegible] پانچوں سکھ خیمے کے دوسری طرف سے باہر آ گئے ان پانچوں کو پانچ پیارے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور آج بھی اسی نام سے مشہور ہیں (ذولفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں جب ان کے خلاف لوگوں نے مظاہرے شروع کیے تو ان مظاہرین کے لیڈروں کو بھی لوگوں نے نہ جانتے ہوئے پانچ پیارے کہنا شروع کر دیا ہمارے پڑھے لکھوں کی لاعلمی کا یہ عالم ہے)

اس سکھوں کی Convension میں گورو گوبند سنگھ نے اعلان کیا کہ خالصہ گورو میں ہے اور گوروں خالصہ میں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خالصہ گورو جی کی

حفاظت کرے گا اور گورو جی خالصہ کی یہ ان لوگوں نے قسم کھائی اسی جگہ پہ یہ بھی اعلان ہوا کہ اس کے بعد ہر سکھ کے نام کے ساتھ سنگھ اور ہر سکھ عورت کے نام کے ساتھ کور لکھا جائے گا۔ سنگھ کا مطلب شیر اور کور کا مطلب شہزادی ہوتا ہے۔ یہ وہی شیر ہے جس کو نمرود نے شروع کیا اور آج ہمارے ہر مذہب میں گھسا ہوا ہے۔ چنانچہ دُنیا میں کوئی ایسا سکھ نہیں جو اپنے نام کے ساتھ سنگھ نہ لکھتا ہو۔

اس Convension میں گورُو گوبند سنگھ نے سکھوں کے پانچ بنیادی چیزوں کا جو کہ ہر سکھ کے لیے لازمی ہیں اعلان کیا گویا کہ گوروں جی کو پانچ کے ہندسے سے کوئی عقیدت تھی، پانچ بنیادی چیزیں یہ تھیں۔

1. کچھ (Underwhere) جس کی لمبائی گھٹنوں تک ہوتی ہے۔
2. کڑا یہ لوہے کا بنا ہوا ہوتا ہے جو کہ بازو میں پہنتے ہیں کہا جاتا ہے کہ پہلے وقتوں میں یہ کڑا پورے بازو کے لیے ہوتا تھا لیکن وقت کے ساتھ چھوٹا ہوتا ہوا ایک عام کڑے کی طرح ہو گیا ہے۔
3. کیس یہ سر کے بالوں کو کہتے ہیں۔
4. کرپان یہ چھوٹی تلوار کو کہتے ہیں۔
5. کنگا یہ چوڑی سی کنگی ہوتی ہے جس کو کہ مردانہ نام دے کیا گیا۔

یہ Convension پانچ تاریخ کو شروع ہوئی تھی اس کے بعد پانچ پیارے بنے جن کا مرتبہ سکھ مذہب میں بہت بلند ہے اس کے بعد پانچ بنیادی اصول بنائے گے گورو گوبند سنگھ کو پانچ کے ساتھ جو لگاؤ تھا وہ فارسی کے علم کی وجہ سے تھا، ان کو فارسی زبان پہ عبور حاصل تھا یہی وجہ تھی کہ گورو گوبند سنگھ فارسی زبان میں شاعری بھی

Marfat.com

کرتے تھے گو ہندو مؤرخین یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو ہندی زبان میں بڑی معارت حاصل تھی جو کہ غلط ہے۔

کرشن جی مہاراج کی خصوصیات

i۔ کسی کو نظر عطا کرنا (اندھا پن دور کرنا)

ii۔ بہت دور سے دیکھنے کی طاقت

iii۔ تھوڑے سے کھانے کو نہ ختم ہونے والے کھانے میں تبدیل کر دینا۔ (اس کا مطلب یہ ہے، کہ ایک ہنڈیا میں کھانا پکا کر بہت زیادہ لوگوں میں بانٹنے سے بھی کم نہیں پڑے گا، اور ایسے ہی اور اشیاء بے انداز حساب سے بڑھا دینا)

iv۔ (Billow) یعنی ایک وقت میں مختلف جگہوں پر ایک ہی شخص کا ظہور۔ اس Trsansforamtion کی جو Speed ہے۔ وہ روشنی کی Speed سے بھی زیادہ ہے، جس کی وجہ سے یہ ممکن ہے۔

v۔ بیماروں کو ہاتھ لگانے سے تندرست کر دینا، اور بیماریوں سے نجات دلوا دینا۔

vi۔ مردہ کو زندہ کرنا۔

vii۔ بڑے گناہ گاروں کو ہمشہ کے لیے لعنت میں ڈبو دینا (جہنم رسید

کر دینا)

یہی نہیں بلکہ ہم سب جانتے ہیں، کہ نہ صرف حضرت عیسیٰؑ اور رسول اللہ ﷺ کی امت میں ایسے بہت سے لوگ تھے۔ جو مردے کو بھی زندہ کر لیتے تھے۔ آج کل بھی یہ کام بڑے محدود پیمانے پر ہو رہا ہے۔ سنسکرتی زبان میں نجوم کا سارا سلسلہ اور وہ لوگ بچے کے پیدا ہونے پہ اس کی ساری زندگی کی کنڈلی بنا دیتے تھے جو کہ تقریباً اسی فی صد (80 Percent) تک ٹھیک ہوتا تھا۔ جیسا کہ اوپر کرشن جی مہاراج کا لکھا جا چکا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص انکی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا۔ مہاراج آپ کی تین سو (300) سے زیادہ گوپیاں ہیں اور میرے پاس کوئی نہیں۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے ان میں سے ایک آپ مجھے دے دیں۔ اس پر کرشن جی مہاراج نے کہا کہ تم ایسا کرو کہ ان کے پاس جاؤ اور جو فارغ نظر آئے اس کو ساتھ لے جاؤ۔ چنانچہ ایک ایک کر کے اس شخص نے تمام گوپیوں کو دیکھ لیا۔ وہ جس گوپی کے پاس جاتا کرشن جی مہاراج وہاں پر موجود ہوتے۔ یہ سارا وقعہ میں نے اپنی پہلی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ یہاں پر اس لیے دوبارہ بیان کیا جا رہا ہے، کہ میرے اندازے کی بنیاد یہی اوپر بیان کی گئی چیزیں ہیں۔

سچی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک انسان زندگی میں اور زندگی کے بعد اپنے آپ کو گم کر لیتے ہیں۔ جھرو کے حصہ چہارم میں اس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ جس میں کہ بتایا گیا ہے۔ حضرت علیؓ، بھگت کبیر، گرونانک، اور کرشن جی مہاراج ان لوگوں نے اپنی لاش تک بھی غائب کر لی تھی۔

کہنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اپنے علوم اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نظر سے سیدنا

Marfat.com

حضرت علیؓ ساری وہ چیزیں جو ان کے زمانے اور ان کی آل و اولاد، یا ان کے خاندان کے زمانے میں ان پر جو مشکلات غیر انسانی سلوک، آنے والے تھے۔ ان کو اپنے علوم کی وساطت سے پتا چل گیا ہوگا کہ ان پہ اور ان کے خاندان پہ کن اقسام کی آفات آنے والی ہیں۔ اس کے پیش نظر میرے خیال کے مطابق سیدنا حضرت علیؓ نے فیصلہ کیا ہوگا کہ کوفہ میں بیٹھ کر ان کا مقصد اللہ اور اللہ کے رسول کے دین کی اشاعت مشکل تھی لہذا ہجرت کا فیصلہ کیا ہوگا۔ ان کے لیے اپنی شکل و صورت کا ہمزاد بنانا کوئی مشکل کام نہیں تھا، لہذا ان کو جب یہ لگا ہوگا کہ ان کو شہید کرنے کی سازش کی جا رہی ہے، تو انہوں نے اس موقع کے لیے ایک ہمزاد تیار کیا ہوگا۔ بقایا اونٹنی پہ لاش کا رکھنا، نقاب پوش آدمی کا آنا، یہ سب باتیں بھی سچ معلوم ہوتی ہیں۔ اس کے بعد سیدنا حضرت علیؓ کا ان تمام جگہوں پہ وارد ہونا، جن کے متعلق کتابوں میں ذکر ہے، شائد ٹھیک ہو۔

سیدنا حضرت علیؓ کی بنائی ہوئی مدینہ شریف میں یونیورسٹی جس میں کہ دنیا کے مختلف جگہوں سے آئے ہوئے عالم (جس کا مطلب ہے علم کے جاننے والے ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص دین کو بہت سمجھنے والا ہوتا ہے تو اسے عالم دین کہہ دیتے ہیں۔ اسی طرح سے فزکس کا عالم، کیمسٹری کا عالم، فارسی کا عالم، سنسکرت کا عالم وغیرہ وغیرہ ہوتے ہیں) یہی یونیورسٹی بعد میں بغداد منتقل ہوگئی۔ مدینہ شریف کے علم کے ساتھ جو تعلق تھا اور مشہوری تھی۔ دور دور سے لوگ مختلف شعبوں میں علم حاصل کرنے مدینہ شریف آتے تھے ان سب نے اب بغداد کا رخ کیا۔ چنانچہ بغداد یونیورسٹی دنیا کی سب سے بڑی یونیوسٹی اور لائبریری بن گئی جس میں اتنا بڑا کتب کا ذخیرہ تھا جو دنیا میں

Marfat.com

اور کہیں بھی نہیں تھا۔ جہاں سے خلیفہ ہارون الرشید نے مختلف علوم کو مختلف زبانوں میں منتقل کرنے کا وہ کام جو کہ سیدنا حضرت علیؓ کے زمانے میں شروع ہوا تھا اس کو بڑھایا۔ اس لائبریری کو بعد میں Barbarians اور کلیسا کے رہبروں نے جلادیا۔ میں یہ بات دہراتا ہوں کہ کلیسا کے رہبروں نے ان Barbarians (وحشیوں) ہلاکو خان کو مختلف طریقے استعمال کر کے رضامند کیا کہ جب بغداد کے دروازے کھول دیئے جائیں تو وہاں قتل عام لوٹ مار کرنے کے بعد لائبریریوں کو آگ لگا دی جائے تاکہ علم عام انسان کے پاس نہ پہنچ سکے۔ اور سیدنا حضرت علیؓ کا لگایا ہوا پودا تو ختم ہو گیا، لیکن بغداد سے تعلیم حاصل کیے ہوئے لوگ دنیا کے مختلف مقامات میں پہنچ گئے۔

یہ اس زمانے کی بات ہے۔ جب کلیسیوں کے کرتا دھرتا یہ کہا کرتے تھے کہ علم حاصل کرنا صرف گرجے کے پادیوں کا کام ہے، عوام کا نہیں۔ یہی نہیں بلکہ عورت کے لیے Holy Bible کو ہاتھ لگانا گناہ تھا۔ عورتوں اور یہودیوں کے سر پہ ہر قسم کی برائیوں کا سہرا باندھا ہوا تھا۔ یہی وجوہات تھیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مارٹر لوتھر جیسے عظیم انسان کو جرمنی میں پیدا کیا۔ جو کہ خود بھی پادری تھا، لیکن مندرجہ ذیل اصولوں کا پابند تھا۔

1۔ گرجوں کے ویسٹرانہ نظام انسان کے گناہوں کی معافی کے لیے انسان کو ایک خُدا کا نمائندہ مقرر کر لینا۔

2۔ اللہ کی مخلوق کو نہ صرف دنیاوی علوم بلکہ Old Testament اور New Testament کے مطالعہ کی بھی اجازت

دی جائے۔ یہاں خاوند بیوی کے پاس جاتے ہی گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتا اور یہ الفاظ کہتا او میرے خُدا مجھ کو اس گناہ سے جو مجھ سے سرزد ہوا ہے، معاف کر دے۔ مجھے شیطان کی نمائندہ اس عورت نے اس جال میں پھنسایا تھا۔ انہی غیر انسانی غیر اخلاقی تعلیمات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مارٹن لوتھر جیسے شخص کو پیدا کیا۔ جس نے قرآن مجید کا پہلا ترجمہ جو کہ Latin زبان میں ہوا تھا۔ اس کا پیش لفظ لکھا۔ وہ اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط جو کہ چرچ کی Authority کے خلاف ہوتے تھے لکھ کر گرجے کے دروازوں پہ چسپاں کروا دیتا تھا اور Holy Bible کی عام لوگوں کے لیے تعلیم لینے اور تعلیم دینے کو ہر انسان کا بنیادی حق قرار دیتا تھا۔ جیسا کہ اسلام میں ہر انسان کو تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے۔

چرچ کے بڑے ٹھیکیداروں اور ان کے نمائندوں نے اس مرد مجاہد پہ بھی بے انداز ظلم کیے اور اس کو ماننے والے لوگوں پہ اتنے مظالم ڈھائے کہ وہ جرمنی اور ہالینڈ اپنے ممالک کو چھوڑ کر Migrate کر گئے۔ اس کے بعد ان اَن پڑھ لوگوں کے خُداؤں کے مظالم جاری رہے جرمنی میں تیس (30) سال دونوں فریقوں چرچ اور Protestant جس کو اس زمانے میں Luthrxe کہا جاتا تھا کے درمیان جنگ ہوتی رہی جسے تیس سالہ Glaubenskrie کہا جاتا ہے جس میں آبادی کا خاصہ حصہ قتل و غارت کی نذر ہو گیا ان ہی مذہب اور علم کے ٹھیکیداروں نے ہلاکو خان کو رشوت وغیرہ دے کر بغداد پہ چڑھائی کروائی، مال و دولت لوٹنے کے بعد اس نے خاص طور پر لائبریری کو آگ لگا دی، جہاں دنیا کا مختلف قسم کا علم کئی ہفتوں جلتا اور سلگتا رہا یہ وہی لائبریری تھی جو حضور رحمتہ للعالمینؐ کے خیالات کی ترجمانی کرتے

ہوئے سیدنا حضرت علیؓ نے اس کو پروان چڑھانے کے لیے بہت سال محنت کی۔

اسی طریقے سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا وہ Institute یا یونیورسٹی جو کہ انہوں نے مستورات کی تعلیم و تربیت کے لیے بنوائی تھی۔ جس کو کہ بی بی زینبؓ نے دمشق میں ایک مکمل یونیورسٹی کا درجہ دیا تھا جہاں پہ مستورات کے لیئے ایک بہت بڑا ہاسٹل بنایا گیا تھا۔ جہاں پہ باہر کے ممالک سے آنے والی بچیاں رہائش پذیر ہوتی تھیں حضرت بی بی زینبؓ کا مزار اسی یونیورسٹی کے Compound میں واقع ہے میں جب بھی دمشق جاتا ہوں، وہاں ضرور حاضری دیتا ہوں اور کلیساؤں کے رہبروں نے نہ صرف اس کو بند کر دیا، بلکہ صلیبی جنگوں میں اس کا بیشتر حصہ تباہ بھی کر دیا۔

ان کلیساؤں کے رہبروں نے بغداد کی لائبریریوں کو آگ لگا کر بھی ان علوم سے نفرت ختم نہیں ہوئی، بلکہ Spain میں جن مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک کی تگ و دو سے غرناطہ اور دوسری جگہوں میں مختلف علوم کے مختلف شعبوں میں تحقیقات کے نتیجہ میں علوم کی ترقیاں کیں۔ انہوں نے بذات خود سارے یورپ کے وحشی کا یا کے جھنڈے تلے اکٹھے ہو کر Spain پہ حملہ کر کے ان تمام تحقیقوں اور علوم وغیرہ کو تہہ و بالا کر دیا اور آگ لگا دی۔

****

Marfat.com

مسلمانوں کی کردار کشی

ڈاکٹر فرخ ملک

Marfat.com